كُنتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

امر بالمعروف

اور

نہی عن المنکر

مصنف:

مفکر اسلام جمالِ ملت شیخ الطریقت

حضرت علامہ سید محمد جمال الدین کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

باہتمام: صاحبزادہ سید محمد فرید الحسنین کاظمی

ناشر مکتبہ کاظمیہ

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

امر بالمعروف

اور

نہی عن المنکر

تحریر

سید محمد جمال الدین کاظمی

ناشر

مکتبہ کاظمیہ جامعہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ

نام کتاب	:امر بالمعروف ونہی عن المنکر
نام مصنف	:سید محمد جمال الدین کاظمی
ضخامت	:208 صفحات
اشاعت	:باردوئم
تعداد	:1100
کمپیوٹر کمپوزنگ	:الرضا گرافکس (غلام مصطفیٰ قادری)
ملنے کا پتہ	:مکتبہ کاظمیہ جامعہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ
	ٹرک اڈہ ماڑی پور روڈ
	کراچی کوڈ نمبر ۷۵۲۲۰
	فون کراچی ۔ ۷۴۱۰۵۱
پرنٹر	اسٹری پبلیکیشنز

(قال الشیخ العلامه ابو الظفر غلام محمد عمید شمس العلوم و
ناظم شعبة الامتحانات تنظیم المدارس پاکستان)

لا ابهام فی هذا الامر ان مسئلة الامر بالمعروف و النهی عن المنکر من اهم مسائل الاسلامیة و من اهم مقاصد الامة المحمدیه ولا شك فی ان هذا لکتاب مشتمل علی بیان هذه المسئلة مفصلا و مبرهنا۔ واللبه اسئل ان یجعله نافعا و مفید اللناس عامته و ان یرزق المصنف الفاضل الجلیله اجرا جزیلا فی الدینا والآخرة

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
سید جمال الدین کاظمی ۔ ایک ہمہ جہت شخصیت	ا، ب، ج، د
انتساب	۶
تالیف کے اسباب و مراحل	۷
مقدمہ	۱۰
امر بالمعروف اور نہی المنکر کے متعلق آیات ربانی	۱۹
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت پر پہلی قرآنی دلیل	۲۲
قانون امر و نہی کی ضرورت پر عقلی دلائل	۲۲
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق مفسرین کی تحقیقات	۲۶
علامہ خازن کی تحقیق	۲۸
علامہ نسفی کی تحقیق	۳۰
افضل جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے	۳۱
علامہ نووی کی تحقیق	۳۱
علامہ شوکانی کی تحقیق	۳۲
علامہ طبری کی تحقیق	۳۳
علامہ آلوسی کی تحقیق	۳۳
علامہ آلوسی کے استدلال پر ایک نظر	۳۴
دور حاضر کے مقتضیات امر و نہی کے فرض عین ہونے کے خواہاں ہیں	۳۵
مفسرین صحابہ کی اکثریت امر و نہی کے فرض عین ہونے کی قائل تھی	۳۶
علامہ ابن عربی کی تحقیق	۴۰
علامہ آلوسی کی تحقیق	۴۱
علامہ زمخشری کی تحقیق	۴۲
نہی المنکر کے واجب ہونے کی شرطیں	۴۳
گناہ سے رکنا اور روکنا دونوں واجب ہیں	۴۴
علامہ ابی حیان اندلسی کی تحقیق	۴۴
فرض امر و نہی کے سقوط کے اسباب میں محققین کا اختلاف	۴۶
علامہ سیوطی کی تحقیق	۴۷
علامہ صاوی کی تحقیق	۴۷
علامہ عبدالعظیمی کی تحقیق	۴۸
علامہ محمد جمال الدین قاسمی کی تحقیق	۴۸
علامہ الجزائری کی تحقیق	۴۸
علامہ ملا جیون کی تحقیق	۴۹
علامہ ابی بکر الجصاص کی تحقیق	۵۱
فاعل منکر اگر منکر سے باز نہیں آتا تو اسے قتل کر دیا جائے	۵۷

CamScanner

گناہ سے نہ روکنے والا عذاب گناہگاروں کے برابر ہوگا ۔۔۔۔ ۵۹
حضرت ابراہیم کی نہی عن المنکر کرنے کے باعث شہادت ۔۔۔۔ ۶۰
حضرت امام اعظم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض قرار دیا ۔۔۔۔ ۶۰
قانون امر و نہی میں عظمت اسلام پنہاں ہے ۔۔۔۔ ۶۳
امر و نہی کرنے کے باعث قتل ہونے والا سید الشہداء ہے ۔۔۔۔ ۶۴
علامہ محی الدین کی تحقیق کا خلاصہ ۔۔۔۔ ۶۶
علامہ ابن عربی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۶۷
علامہ ابن حزم کی تحقیق ۔۔۔۔ ۷۰
امام ابی الفداء کی تحقیق ۔۔۔۔ ۷۰
علامہ نعیم الدین کی تحقیق ۔۔۔۔ ۷۱
علامہ شہابؒ کی تحقیق ۔۔۔۔ ۷۱
علامہ طوسی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۷۲
آیت زیر بحث کے تقاضے اور ہمارا عمل ۔۔۔۔ ۷۳
آیت زیر تحقیق کے متعلق تین قول سامنے آئے ہیں ۔۔۔۔ ۷۸
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی دوسری قرآنی دلیل ۔۔۔۔ ۸۰
علامہ ابن کثیر کی تحقیق ۔۔۔۔ ۸۰
علامہ رازی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۸۲
علامہ طبری کی تحقیق ۔۔۔۔ ۸۶
علامہ قرطبی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۸۷
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی تیسری قرآنی دلیل ۔۔۔۔ ۹۳
امام علامہ رازی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۹۴
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی تیسری قرآنی دلیل ۔۔۔۔ ۹۴
اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکامی کے اسباب ۔۔۔۔ ۹۵
علامہ قرطبی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۰۰
علامہ شوکانی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۰۶
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی پانچویں قرآنی دلیل ۔۔۔۔ ۱۰۷
علامہ رازی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۰۸
علامہ آلوسی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۱۵
قاتل اور زانی سے نہی المنکر کا تارک زیادہ گناہگار ہے ۔۔۔۔ ۱۱۵
علامہ محمد جمال الدین قاسمی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۱۶
علامہ شوکانی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۱۷
امر بالمعروف اور نہی المنکر کی فرضیت کی چھٹی دلیل ۔۔۔۔ ۱۱۸
علامہ رازی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۱۹
علامہ قرطبی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۲۱
علامہ آلوسی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۲۲
علامہ جمال الدین قاسمی کی تحقیق ۔۔۔۔ ۱۲۳

CamScanner

علامہ طبری کی تحقیق ـــــــ ۱۲۵

یہودی پر لعنت کے اسباب میں مفسرین کے اقوال ـــــــ ۱۲۶

بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب ہمارے لئے آئینہ عمل ـــــــ ۱۳۰

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی ساتویں قرآنی دلیل ـــــــ ۱۳۳

علامہ شوکانی کی تحقیق ـــــــ ۱۳۸

علامہ رازی کی تحقیق ـــــــ ۱۳۹

امر بالمعروف اور نہی المنکر کی فرضیت کی آٹھویں قرآنی دلیل ـــــــ ۱۳۹

علامہ طبری کی تحقیق ـــــــ ۱۵۰

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی نویں قرآنی دلیل ـــــــ ۱۵۱

علامہ شوکانی کی تحقیق ـــــــ ۱۵۲

علامہ قرطبی کی تحقیق ـــــــ ۱۵۲

علامی طبری کی تحقیق ـــــــ ۱۵۳

علامہ ابوحیان کی تحقیق ـــــــ ۱۵۳

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دسویں دلیل ـــــــ ۱۵۴

رازی کی تحقیق ـــــــ ۱۵۴

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی گیارہویں دلیل ـــــــ ۱۵۸

علامہ ابن کثیر کی تحقیق ـــــــ ۱۵۹

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی بارہویں قرآنی دلیل ـــــــ ۱۶۲

علامہ رازی کی تحقیق ـــــــ ۱۶۳

علامہ زمخشری کی تحقیق ـــــــ ۱۶۴

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام ـــــــ ۱۷۲

امر بالمعروف اور نہی المنکر، شارحین حدیث کی نظر میں ـــــــ ۱۸۱

امام نووی کی تحقیق ـــــــ ۱۸۱

علامہ ملا علی قاریؒ کی تحقیق ـــــــ ۱۹۰

امام حافظ ابن عربی کی تحقیق ـــــــ ۱۷۹

امر بالمعروف اور نہی المنکر کی متعلق فقہا کی تحقیق ـــــــ ۲۰۰

فتاوی عالمگیری ـــــــ ۲۰۲

علامہ شیخ محمد خطیب کی تحقیق ـــــــ ۲۰۳

علامہ عبدالعزیز کی تحقیق ـــــــ ۲۰۴

علامہ ابن حزم کی تحقیق ـــــــ ۲۰۵

علامہ عبدالغنی نابلسی کی تحقیق ـــــــ ۲۰۵

علامہ زین الدین ابی الفرج کی تحقیق ـــــــ ۲۰۵

تفتازانی کی تحقیق ـــــــ ۲۰۶

تقریظ ـــــــ ۲۰۸

CS CamScanner

سید جمال الدین کاظمی۔ایک ہمہ جہت شخصیت

تحریر: سید محمد علم الدین شاہ الازہری

دین اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے سلسلہ میں روحانی خانقاہوں کی اہمیت سے کون ناواقف ہے۔قرآن وحدیث کی تعلیم، دین متین سے صحیح معرفت، اسلامی اخلاق واقدار کی تربیت ا روحانی فیوض و برکات میں ان کا خاص کردار ہے۔ ایسے ہی روحانی مراکز میں دینی ادبی خانقاہ خواجہ آباد شریف (میانوالی) کا عظیم مقام ہے۔کم وبیش دوصدیوں سے اس کے فیوض و انوار وبرکات کا سلسلہ جاری ہے اور مرجع خلائق خاص و عام ہے۔حقیقت یہ ہے کہ دین کی تبلیغ واشاعت کا فریضہ ہو یا اخلاقی اقدار کا درس جہاد کا موقع ہو یا مظالم کے خلاف بھرپور آوازحق ہمیشہ سے اس عظیم روحانی خانقاہ کے بزرگوں کا شیوہ رہی، خاندان کاظمیہ کی اس عظیم روحانی خانقاہ کا ہم پر احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مجاہد ملت مفکر اسلام حضرت علامہ سید جمال الدین کاظمی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم شخصیت عطا فرمائی جن کی دینی وملی خدمت پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

آپ شہنشاہ طریقت، بدر ولایت حضرت سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے معروف گھرانے میں 28 اگست 1948 میں پیدا ہوئے ایام طفولیت اور ابتدائی تربیت غوث زماں حضرت خواجہ غلام نصیر الدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے سایہ عاطفت میں ہوئی اسی مرد مومن اور مرد قلندر کی عظیم تربیت نے آپ کی گھٹی میں عشق سرکار دو عالم ﷺ اور خدمت دین متین کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا یہی وجہ تھی کہ ابتدائی تعلیم اپنے آبائی گاؤں خواجہ آباد شریف اور ملحقہ قصبہ دیوالی میں حاصل کرنے کے بعد بارہ سال کی کمسنی کی عمر میں اپنا آبائی گاؤں چھوڑ کر دینی تعلیم کے حصول کے لئے آپ جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال شریف میں داخل ہو گئے۔

دینی تعلیمات میں مہارت تامہ کے بعد 1968ء میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔اس موقع پر آپ کے جد امجد کے روضہ انور کے سایہ میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی جس میں

حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ سے فارغ از تحصیل ہونے پر آپ کو دستار فضیلت عطا فرمائی اور ساتھ ہی ساتھ آئندہ کے لئے آپ کو دستار خلافت بھی عطا فرمائی۔ آپ نے اپنی خانقاہ سے ملحقہ مدرسہ شمس العلوم نصیریہ غوثیہ میں تدریسی فرائض کا آغاز کیا۔ آپ کی شب وروز کی جدوجہد سے دارالعلوم کو علمی میدان میں دن دگنی رات چوگنی ترقی نصیب ہوئی۔ اس کے فارغ از تحصیل طلباء علم وعمل کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔ اس مادر علمی کے فارغ شدہ علماء کرام ملک عزیز کے طول وعرض میں ہی نہیں بلکہ بیرون ملک بھی دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار

اس تحریک کی کامیابی کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا اور ہر اہم موقع پر پیش پیش رہے۔ تحریر ہو یا تقریر، جلسہ ہو یا جلوس، جانی ومالی قربانی کی ضرورت ہو یا مالی معاونت کا مسئلہ ہر انداز میں اس تحریک میں آپ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

1976ء میں ملک میں جب عام انتخابات ہوئے تو قومی اتحاد نے نتائج کو صحیح تسلیم نہ کرتے ہوئے تحریک شروع کی۔ رفتہ رفتہ اس تحریک میں زور وشور پیدا ہوتا چلا گیا اور آخر یہی تحریک ”تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ“ کے نام سے موسوم ہوئی تو پوری قوم بھٹو کے سوشلزم کے خلاف اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ حکومت وقت نے اس تحریک کو دبانے کے لئے علماء کرام، معززین شہر اور معتبر شخصیات کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔ آپ نے تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں عملی جدوجہد کے اظہار کے لئے اہلیان میانوالی کے تعاون سے ایک ناقابل فراموش جلوس نکالا جو کہ انتظامیہ کے لئے ناقابل برداشت تھا جبکہ آپ جمعیت علماء پاکستان کے جنرل سیکریٹری تھے۔ لہٰذا آپ کی گرفتاری انتظامیہ کی فرض اولین بن گئی آخر آپ نے جرات و بہادری کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی گرفتاری پیش کی۔ فوراً آپ کو میانوالی جیل بھیج دیا گیا۔ میانوالی جیل کے تمام سیاسی قیدیوں نے آپ کی رہنمائی میں حکومت کے خلاف بھرپور مظاہرہ کیا۔ جیل سپرینٹنڈنٹ رائے شبیر نے

CS CamScanner

اس کو بغاوت کا نام دیا۔ 1979ء میں آپ مستقل طور پر کراچی تشریف لے آئے اور جامعہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ کی از سرنو تعمیر شروع کر دی۔ آپ کی مسلسل جدوجہد کا ہی نتیجہ تھا کہ قمر العلوم ایک معیاری دینی درسگاہ کی حیثیت سے متعارف ہوا۔ آج اقوام عالم میں اس مادر علمی کے فیض یافتہ دین متین کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ 9 جولائی 1986ء کو تاریخ کا وہ فقید المثال کارنامہ سرانجام دیا جس پر تاریخ اسلام فخر کناں ہے۔ پاکستان میں نظام مصطفیٰ کے عملی نفاذ کے لئے اپنے مریدوں سمیت جولائی کی شدید گرمی، جھلستی لُو اور تپتی سڑکوں پر کراچی سے اسلام آباد تک ''پیدل لانگ مارچ'' کیا اس کا مقصد صرف اور صرف حکومت وقت کو یہ باور کرانا تھا کہ یہ ملک اسلام کے عظیم نام پر بنا ہے اور اس میں صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کا نظام ہی قابل قبول ہے۔ لانگ مارچ کے ان جاں نثاروں کی رہنمائی فرماتے ہوئے آپ نے ایوان وقت کے دروازے پر دستک دی اور انہیں اسلام کا بھولا ہوا درس یاد دلایا۔

1989ء میں آپ کو جماعت اہلسنت کا مرکزی صدر منتخب کیا گیا اسی دوران دھوبی گھاٹ فیصل آباد میں عظیم الشان علماء کنونشن منعقد ہوا۔ جس سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ اس ملک میں اسلام صرف انقلاب سے ہی نافذ ہوسکتا ہے۔ کیونکہ موجودہ مغربی پارلیمانی نظام کی اور طریق انتخاب کی نہ تو اسلام میں کوئی گنجائش ہے اور نہ ہی اسلامی طرز معاشرت کا آئینہ دار ہے آپ کے اس ولولہ انگیز خطاب نے روحوں کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا اور دلوں میں جدوجہد کا ایک نیا جوش وخروش پیدا کر دیا۔

1993ء میں آپ کے والد محترم بدر طریقت حضرت سید غلام کمال الدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال پر ملال کے بعد آستانہ عالیہ خواجہ آباد کے سجادہ نشین منتخب ہوئے۔ دیگر گوناں گوں دینی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اب آستانہ کی سجادگی کی ذمہ داریاں بھی آپ پر آ پڑیں۔ جب بھی عالم اسلام پر مشکل وقت آیا کہیں بھی قربانی کی ضرورت پڑی دشمنان اسلام سے جہاد کی نوبت آئی تو آپ وطن عزیز میں سکون سے نہ بیٹھ سکے بلکہ بنفس نفیس جہاد میں شرکت فرمائی۔

1994-95ء میں آپ نے 42 ساتھیوں کے خصوصی دستے کے ساتھ جہاد میں

شرکت فرمائی۔1998ء میں تیسری بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ جانی و مالی جہاد کے علاوہ جہاد بالقلم میں خدا تعالیٰ نے آپ کو یدطولیٰ عطا فرمایا تھا۔تحریری میدان میں بھی آپ نے عظیم تحریری یادگاریں چھوڑیں جو آپ کی علمی قابلیت و بے باکی اور جرأت مندی کی حقیقی مثالیں ہیں۔ ان کتب میں سرفہرست ''اسلام اور عورت کی حکمرانی'' ہے جو لوگ حکومت وقت کے منظور نظر بننے کی خاطر عورت کی حکومت بننے کے قائل تھے آپ نے ان کا رد کرتے ہوئے نہ صرف دلائل کے انبار لگا دیئے بلکہ اپنے حسن اسلوب ،مضبوط طرز بیاں اور عام فہم طرز تحریر سے اپنی علمی اور ادبی برتری کا لوہا منوایا۔آپ کی دیگر تحقیقی کتب کا مجموعہ کچھ اس طرح ہے۔

اسلام اور عورت کی حکمرانی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، مستحقین زکوٰۃ قرآن کی نظر میں ،مغربی پارلیمانی نظام حکومت، اسلام اور مرزائیت، اسلامی نظام اور ایمانی تقاضے، گل گلستان اہلبیت ،مغربی پارلیمانی نظام علماء کی نظر میں ،ردّ عیسائیت، حاضر و ناظر۔

19 جولائی 1999ء بروز پیر رات 10:30 میو اسپتال لاہور میں طبیعت شدید خراب ہوگئی آخری سانسوں میں احباب کو دین متین کی خدمات کرنے کے لئے زندگیاں وقف کرنے کی وصیت فرمائی۔ آخر لبوں پر ایک ہلکی سے مسکراہٹ پھیل گئی یہ مسکراہٹ نفس مطمئنہ کی ہی ہوسکتی ہے۔

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

وہ عظیم شخصیت جو ہزاروں لوگوں کا سائبان تھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملی آپ کی تدفین آپ کے آبائی گاؤں خواجہ آباد شریف (میانوالی) میں ہوئی۔ آپ کا مزار پر انوار مرجع خلائق خاص و عام ہے۔

آپ نے اپنے سوگوار خاندان میں دو صاحبزادے چھوڑے۔ آپ کے حکم کے مطابق آپ کے بعد آپ کے چھوٹے صاحبزادہ حضرت علامہ الحافظ محمد فاروق انور شاہ کاظمی کا آستانہ عالیہ خواجہ آباد کا سجادہ نشین مقرر کر دیا گیا۔

انتساب

میں اپنی اس عظیم کاوش کو اپنے عظیم والد
سلطان العارفین زبدۃ الکاملین سیادت ماب حضرت
سیدی غلام کمال الدین شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ خواجہ آباد شریف کی ذات
گرامی سے منسوب کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں
جنکی نگاہ کرم اور پیہم کوششوں کے باعث مجھ جیسا
نالائق انسان بھی چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ لکھنے کے
قابل بن گیا

اگر آپ کی رہنمائی مجھے میسر نہ ہوتی اور آپ
نے مجھے راہ حق پر نہ لگایا ہوتا اور دینی تعلیم و
تربیت کا اہتمام نہ کیا ہوتا تو شاید میں ذکر و فکر
اورعلم و عمل سے بے خبر طالب جاہ و زر بن کر
کہیں ہانپ رہا ہوتا ۔اور نیکی بدی کی تمیز سے عاجز
ہونے کے باعث زندگی کی تاریک راہوں پر
ٹھوکریں کھا رہا ہوتا۔

تالیف کے اسباب و مراحل

زمانہ طالبعلمی سے لے کر چند سال پہلے تک مجھے علماء کرام کے مواعظ حسنہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن پاک کی دو آیتیں "وَلتکُن مِنکم اُمۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف وینھون عن المُنکر" اور "کُنتم خیر اُمۃ اُخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکرِ" بعض اوقات سننے کا اتفاق ہوتا اور کبھی کبھار حدیث پاک "من رائی منکم منکرا" بھی سننے میں آجاتی لیکن ان کے متعلق کبھی یوں وضاحت سامنے نہ آئی کہ یہ آیتیں اور حدیث پاک ہم سے بطور فرض یا واجب ان میں مذکور افعال کا مطالبہ کررہی ہیں بلکہ انداز خطاب سے یوں معلوم ہوتا کہ یہ آیتیں کسی اچھے کام کو کرنے اور برے کام سے روکنے کی محض ترغیب دے رہی ہیں اور شاید ان میں مذکور افعال استحبابی اور نفلی امور کی حیثیت رکھتے ہیں اگر کسی نے ان پر عمل کرلیا تو ثواب ملے گا اور نہ کیا تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ طویل عرصہ تک ان آیات و احادیث کا میں بھی یہی مفہوم سمجھتا رہا لیکن کچھ عرصہ پہلے مطالعہ کے دوران مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ جو کچھ میں نے سن یا سمجھ رکھا ہے وہ صحیح نہیں بلکہ یہ احکام ہم پر ان کاموں کو فرض کررہے ہیں بالخصوص امام علامہ غزالی کی مشہور عالم کتاب "احیاء العلوم" میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا باب پڑھنے سے مجھے حقیقت حال سے آگاہی ہوئی اور ان احکام کی اہمیت کا اندازہ ہوا کہ ان سے اسلام کے تحفظ کا کتنا گہرا تعلق ہے اور ان احکام کو نظر انداز کرنے سے اسلام کی تصویر ہی مکمل نہیں ہوتی۔ اسلام کی عظمت برقرار نہیں رہتی ۔ اسلامی نظام اور خصوصاً اسلامی قوانین ۔ نظام عدل۔ اسلامی معاشرت اور اسوۂ حسنہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔

اس لئے میں نے یہ مصمم ارادہ کرلیا کہ انشاء اللہ جس قدر جلد ممکن ہوا میں اس مسئلہ کو امت مسلمہ کے مفاد کے لئے اپنی استعداد کے مطابق تحریری اور تقریری طور پر اجاگر کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت عامہ اور تامہ کے طفیل زیر نظر کتاب

چند ماہ میں مکمل ہوگئی۔

لیکن طباعت کا کام ابھی باقی تھا کہ مجھے مصائب و آلام نے گھیرلیا ایسے مصائب جن کا تصور بھی میرے لئے روح فرسا اور ناقابل برداشت ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے۔ کہ ۳ ستمبر ۱۹۹۳ء کو میرے والد محترم طویل علالت کے بعد ہمیں داغ مفارقت دے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ آپ کے انتقال کا سانحہ ہمارے پورے خاندان کے لئے ایسا کوہ گراں تھا جس نے ہمارے تمام پروگراموں اور زندگی کے معمولات کو تہہ و بالا کردیا۔

آپ کی وفات صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ آپ کے ہزاروں مریدین و معتقدین کے لئے ناقابل برداشت صدمہ بن کر واقع ہوئی۔

اس دور میں ان جیسے اوصاف سے متصف شخصیات کا ملنا بہت ہی مشکل ہے آپ کے اوصاف یوں تو بے شمار ہیں لیکن ان میں نمایاں حیثیت آپ کے صوری و معنوی حسن و جمال اعلیٰ اخلاق سخاوت و غریب پروری عبادت و ریاضت علم و علماء کی قدر و منزلت اور سادگی و انکساری کو حاصل تھی آپ کے یہ اوصاف ایسے تھے جن کے باعث آپ بے شمار لوگوں کے دل کا چین اور سکون تھے اور عقیدتوں کا محور و مرکز تھے

مجھے بھی زندگی میں ہر قدم پر اور خصوصاً کوئی بھی اہم کام انجام دینے میں آپ کی سرپرستی کی ضرورت رہتی تھی یوں میں بھی اپنے آپ کو بے سہارا محسوس کرنے لگا اور پھر اتنی عظیم روحانی شخصیت کی تعزیت کا سلسلہ بھی طوفانی انداز کا مظہر تھا۔

بہرحال کچھ سنبھلنے کے بعد بلا تاخیر میں نے کتاب کی کتابت کی طرف توجہ دی ابھی تک وہ مکمل نہ ہوئی تھی کہ ایک اور ایسا حادثہ رونما ہوا جس نے میری بچی کچھی صلاحیتوں کو تار تار کر ڈالا اور وہ یوں کہ ۱۹ مارچ ۱۹۹۴ء کو میرے بڑے بیٹے محمد فرید کاظمی کی شادی کی تقریب تھی وہ بخیر و خوبی انجام پاگئی لیکن دوسرے روز محمد فرید میرے عزیز ترین دوست اور تحریک اسلامی انقلاب پاکستان کے ناظم بشیر مسلم صاحب ایم۔ اے اسلامیات کو میانوالی پہنچانے جارہے تھے کہ گھر سے صرف ایک میل کے فاصلہ پر ان کی کار ایک درخت سے ٹکرا گئی بشیر مسلم

صاحب جو ہمیشہ شہادت کی دعائیں مانگتے تھے ان کی دعا قبول ہوگئی انا للہ و انا الیہ راجعون محمد فرید کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں اور بے شمار زخم بھی آئے تیسرے ساتھی سیف اللہ خان بھی شدید زخمی ہوگئے۔

بشیر صاحب کی وفات میرے لئے اتنا بڑا صدمہ تھا جس کا برداشت کرنا میرے بس کی بات نہ تھی چودہ سال سے ہم مل کر اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے شب و روز کوششیں کرتے رہے

اس طویل رفاقت نے ہمیں یک جان کر دیا تھا اور ہر مہم میں ہمارا چولی دامن جیسا ساتھ رہتا تھا مجھ پر قیامت صغریٰ گذر گئی حالات بدل گئے ۔ پیمانے بدل گئے ترجیحات متاثر ہوئیں نئی راہیں پرانی منزلیں نئے رفیق پرانے خطوط بساط حیات سمٹتی نظر آرہی ہے دماغی اور جسمانی صلاحیتیں دھیمی پڑگئیں تیز گامی ست خرامی کا شکار ہوگئی قوی مضمحل اور دل مضطرب ہوگیا زندگی کی بقایا ساعات کو سابقہ خطوط پر چلانے کے لئے خوابیدہ صلاحیتوں کو جھنک جھنک کر بیدار کرنے کی کوشش جاری ہے ان ہی کیفیات میں دوبارہ کتاب کی تصحیح شروع کی ہے اللہ تعالیٰ سے توفیق کا متمنی ہوں اللہ تعالیٰ میری اس کوشش کو بلکہ دین متین کے سلسلہ میں ہر کوشش کو درجہ قبولیت عطا فرمائے مسلمانوں کی دینی و ملی غیرت کو بیدار کر دے مسلمان اپنے اوپر عائد ہونے والے فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دے کر اسلام کی قوت و عظمت شوکت و سطوت کا باعث بن جائیں اور بے دینی و بے حیائی کا قلع قمع کر دیں قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے رنگ میں ایسے رنگے جائیں کہ پھر دنیا میں لوگوں کو مسلمانوں کے کردار کی قسمیں اٹھانے کا موقع مل سکے آخر پر استاذ العلماء حضرت علامہ شیخ الحدیث مفتی سید محمد یوسف بندیالوی دامت برکاتھم العالیہ اور حضرت علامہ مولانا غلام رسول فیروزی صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے میری درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اپنے قیمتی اوقات صرف فرماکر کتاب کی تصحیح فرمائی۔

CS CamScanner

مقدمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم -- نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم الامین وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسے فرائض ہیں جن کا تعلق ذات سے لے کر معاشرے کے تمام افراد تک پھیلا ہوا ہے۔ اس کا دائرہ کار اتنا وسیع ہے کہ اس میں ساری نسل انسانی آجاتی ہے جہاں بھی کوئی شخص کسی کو نیکی کا کام چھوڑتے ہوئے دیکھے تو دیکھنے والے پر فرض ہے کہ وہ اس کو نیکی کا حکم دے اور جہاں کسی کو برائی پر آمادہ یا مبتلا دیکھے تو دیکھنے والے پر فرض ہے کہ وہ اسے برائی سے روکے۔

اعمال کی دو قسمیں ہیں۔ تمام اعمال و افعال ان دو قسموں میں ہی منقسم ہیں۔

۱۔ نیکی ۲۔ بدی

جب تمام افعال ان دو قسموں میں محصور ہیں اور ہمیں نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا پابند بنایا گیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی برآمد ہوگا کہ جب ہم ان احکام ربانی پر عمل کررہے ہوں تو معاشرے سے ہر برائی کا قلع قمع ہوسکتا ہے اور نیکی کا بول بالا ہوسکتا ہے یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو ان اوامر کا پابند بنایا ہے اور جو یہ کام بالکل نہیں کرتا اس کے متعلق سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمادیا ہے کہ وہ ایمان سے خالی ہے اور جو شخص کم ازکم برائی کو دل سے برا جانتے ہوئے اور اس سے نفرت کرتے ہوئے برائی کی جگہ سے دور نہیں ہوجاتا اس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کو اجاگر فرماتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا بہترین

جہاد ہے" اس طرح رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جہاد قرار دیا ہے۔

ثابت ہوا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی جہاد کی اقسام میں سے بہترین قسم ہے۔

قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ چیز مزید واضح ہوجاتی ہے کہ امر و نہی میں قوت پیدا کرنے کے لئے رب ذوالجلال نے ترغیب و ترہیب کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری فرمایا ہے اور اس کے لئے ایسے اسالیب وانداز اختیار کئے گئے ہیں کہ عقل انسانی ششدر و حیران رہ جاتی ہے۔

جیسے فرمایا۔ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَهٗ ہلاک ہو منکر انسان وہ کتنا احسان فراموش ہے مِنْ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَ کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ایک بوند سے اسے پیدا کیا پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی۔ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ، اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ، وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔

قسم ہے زمانے کی یقیناً ہر انسان خسارے میں ہے سوا ان خوش نصیبوں کے جو ایمان لے آئے اور نیک عمل کرتے رہے نیز ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ، اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔

بے شک ہم نے انسان کو پیدا کیا بہترین صورت پر پھر ہم نے لوٹا دیا اس کو پست ترین حالات کی طرف سوا ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَکَنُوْدٌ۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر گذار ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ۔ بے شک ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں زندگی گذارنے کے لئے پیدا کیا ہے

إِنَّ الْإِنسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا إِلَّا الْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ

بے شک انسان بہت لالچی پیدا ہوا ہے جب اسے تکلیف پہنچے تو سخت گھبرا جانے والا اور جب اسے دولت ملے تو حد درجہ بخیل سوا ان نمازیوں کے جو اپنی نماز پر پابندی کرتے ہیں

مَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ

پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن سُلَالَةٍ مِّن طِينٍ، ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ، ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا

اور بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو مٹی کے جوہر سے پھر ہم نے رکھا اسے پانی کی بوند بنا کر ایک محفوظ مقام میں پھر ہم نے بنا دیا نطفہ کو خون کا لوتھڑا پھر ہم نے بنا دیا اس لوتھڑے کو گوشت کی بوٹی پھر ہم نے پیدا کر دیں اس بوٹی سے ہڈیاں پھر ہم نے پہنا دیا ان ہڈیوں کو گوشت

أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى، أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ،

کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ (ابتداء میں) منی کا ایک قطرہ نہ تھا جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے۔

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا، إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا، إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا،

بے شک گذرا ہے انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا بلاشبہ ہم نے ہی انسان کو پیدا فرمایا ایک مخلوط نطفہ سے تاکہ ہم اسے آزمائیں پس (اس غرض سے) ہم نے بنا دیا ہے اس کو سننے والا دیکھنے والا ہم نے اسے دکھایا ہے (اپنا) راستہ اب چاہے شکر گذار بنے چاہے احسان

فراموش

يَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ، اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ، فِیْ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ،

اے انسان کس چیز نے تمہیں دھوکے میں رکھا اپنے رب کریم کے بارے میں جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرے (اعضاء کو) درست کیا پھر تیرے (عناصر) کو معتدل بنایا (الغرض) جس شکل میں چاہا تجھے ترتیب دے دیا

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ، خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ، يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ، اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ،

سو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے اسے پیدا کیا گیا ہے اچھلتے پانی سے جو (مرد و زن کی) پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے بے شک وہ اس کو پھر واپس لانے پر قادر ہے

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ، وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ،

وہ ذات جس نے پیدا کیا ہے موت اور حیات کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے اور وہی دائمی عزت والا بہت بخشنے والا ہے

آمر و ناہی مطلق نے انسان کو اپنی اصلیت اور کمزوریاں یاد دلاکر اس کو حقیقت کے قریب کرنے اور تکبر و نخوت سے دور کرنے احکام الٰہی کو تسلیم کرنے اور ان پر عمل کرنے کا ہر طرح سے اور ہر انداز میں پابند بنانے کا اہتمام فرمایا تاکہ وہ صحیح طور پر سوچ کر حقیقت آشنا بن جائے اور شر شیطان سے بچ جائے دوزخ کا ایندھن نہ بنے اور راہ راست پر چل کر انعام الٰہی کا مستحق بن جائے۔ خواہ ترغیب و ترہیب کا یہ انداز بہت موثر اور دلنشیں ہے لیکن اس سمجھنے کے لئے علم اور مطالعہ کی ضرورت ہے جو شخص پڑھ نہ سکتا ہو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اوامر و نواہی کی اشاعت اور ان پر عملدرآمد کو یقینی بنانے کے لئے امر و نہی کو ہر

مسلمان پر فرض فرمادیا ہے اور اس مقصد کے یقینی حصول کے لئے اپنے بندوں پر اس کام کو لازم کر کے ان کو بھی آمر و ناھی بنادیا ہے خواہ انسانوں کا آمر و ناھی ہونا بطور خلیفہ ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اوامر و نواھی پر مشتمل کتاب اللہ کی خلافت اور ان کے احکام کی بجا آوری کو یقینی بنانے کی وہ جدوجہد ہوگی جس میں عام انسان بھی شامل ہو کر سعادت دارین کا حقدار بن سکتا ہے اور ان کا تارک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور امر ربی سے پہلوتہی کے باعث گناہ گار اور سزا کا مستوجب ہو سکتا ہے۔

یہ قانون احتساب جس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے طور پر مسلمانوں پر فرض کیا گیا اس کی ہمہ گیریت عموم اور وسعت ایسی ہے کہ ہر انسان دوسرے کے لئے آمر و ناھی ہے زندگی میں ایسے لمحات کم آتے ہیں جب کسی انسان کو دوسرا انسان نہ دیکھ رہا ہو یا اس کے احوال کو نہ جانتا ہو اور علیحدگی میں وہ کوئی فعل بد کرے اکثر و بیشتر یہی ہوتا ہے کہ ہر فاعل کا شریک فعل یا اسے دیکھنے والا کوئی نہ کوئی تو ایسا ہوتا ہے جو اسے دیکھ رہا ہوتا ہے جب ہر شخص آمر و ناھی ہے تو اسے ضرور کہیں نہ کہیں سے رکاوٹ درپیش ہوگی یا اسے نیک کام پر آمادہ کیا جائے گا۔ اس طرح یہ بات بالکل کھل کر سامنے آرہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر امر و نہی کا فریضہ عائد کر کے ہر شخص کو ایک تو اپنی ذات میں ان اعمال کا خیال رکھنے اور ان پر عمل کرنے کا یوں پابند بنادیا ہے کہ امر و نہی سے پہلے وہ اپنی ذات پر نگاہ دوڑائے گا اور ذاتی افعال کا جائزہ لے گا اس کا ضمیر اس کو امر و نہی سے پہلے اپنی ذات میں ان افعال کی پابندی پر مجبور کرے گا۔ کہ دوسرے شخص کو کہنے سے پہلے خود تو اس کا پابند بنوں۔ اس طرح اس کو ذات کی اصلاح کا موقعہ مل جائے گا ذات کے بعد اس کو اپنے گھر اور ماحول میں اصلاح کا شوق پیدا ہوگا یوں وہ بتدریج دائرہ کار میں وسعت پیدا کرے گا۔ یہ وہ افعال ہیں جو ایسا کام کرنے کے لازمی نتیجہ کے طور پر رونما ہوتے ہیں اور لوگوں پر اس کے امر و نہی کا کیا اور کتنا اثر ہوتا ہے لیکن کم از کم اسی وجہ سے وہ اپنی ذات اور گھر تک تو اوامر و نواھی کا پابند بن جائے گا کیا یہی فائدہ کم ہے۔

معمولی غور کرنے سے بھی قانون امر و نہی کی بے پناہ افادیت کا اندازہ

ہوسکتا ہے لیکن افسوس ہے کہ آج مسلمانوں نے قوانین الٰہی اور احکام الٰہی کی پرواہ چھوڑدی ہے ۔ صرف زبانی اور نمائشی اسلام باقی ہے منافقت کے سیلاب میں آج کا مسلمان یوں گھر چکا ہے کہ اسے حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔

امر و نہی کا حکم اپنے اندر بے شمار حکمتیں رکھتا ہے ۔ اسلام کی سربلندی اور احکام ربی کی پاسداری قرآن و سنت کی عظمت اور دین کی قوت قانون امر و نہی کی محتاج ہے ۔ جب بھی امر و نہی پر مسلمان احکام ربی کے مطابق عمل کر رہے ہوں گے دین قوی اور شریعت کی گرفت مضبوط ہوگی نیکی کا بول بالا ہوگا اور برائی منہ چھپاتی پھرے گی ۔

لیکن اگر لوگوں نے یہی انداز اختیار کیا جو آج کل جاری ہے کہ اپنی خیر مناؤ دوسروں کے فعل سے کیا غرض ۔ ہماری اپنی قبر اس کی اپنی قبر۔ ہم نے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے دوسروں نے اپنے اعمال کا جواب دینا ہے درحقیقت یہ اسلام کو کمزور کرنے کی بدترین سازش ہے اور اس میں آج کی بہت بڑی بڑی دینی جماعتیں بھی شامل ہیں جن کی تعلیمات یہی ہیں کہ ہر جگہ کمزور ایمان کا مظاہرہ کیا جائے ۔

ملک میں برائی پھیل رہی ہے اور اسلام کا مذاق اڑایا جارہا ہے اسلام سے روگردانی کی جارہی ہے اور اسلام کی بنیادیں اکھاڑی جارہی ہیں ۔

علی الاعلان فسق و فجور جاری ہے اور قرآن پاک کی نصوص کا انکار کیا جارہا ہے شرعی نظام مانگنے والوں پر گولیاں برسائی جارہی ہیں اور حکومتی ادارے ایسے مجاہدین اسلام کو شرپسند قرار دے رہے ہیں غیر مسلم اقلیتیں اسلام کے قطعی اور قرآنی قوانین کو بدلنے کے لئے اسمبلیوں کے سامنے بھوک ہڑتالیں کررہی ہیں نہ انہیں کوئی روکنے والا ہے اور نہ ہی ان سے کوئی پوچھنے والا کہ یہ ملک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا ہے آئیں کفار کو یہ جرات کس نے دی کہ وہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ سزا کو بدلنے کا مطالبہ کررہے ہیں یہ ہمارا ذاتی مسئلہ ہے گستاخ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کی سزا شریعت میں قتل ہے اور اس سزا پر نہ کسی مسلمان کو اعتراض ہے اور نہ اعتراض کی جرات و

اجازت تو کافر کو اس میں دخل اندازی کا کیا حق ہے لیکن کیا کیا جائے غیرت ایمانی سے محروم ارباب اقتدار کو تکلیف تو کیا پہنچتی بلکہ انہوں نے تو ایسے لوگوں کو کھلی چھٹی دے رکھی ہے الٹا حکومت ان کا تحفظ بھی کر رہی ہے۔ دینی جماعتیں بھی خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔

کبائر بر سر عام ہو رہے ہیں اسلام کے قطعی احکام کی نہ صرف تکذیب کی جا رہی ہے بلکہ اسمبلیوں اخبارات اور ٹی وی میں اللہ کے دین سے غداری کی تشہیر کی جا رہی ہے۔ اسلامی احکام کے خلاف جلسے اور جلوس کئے جا رہے ہیں لیکن اتنی بڑی دینی جماعتوں نے لاحول ولا قوۃ پڑھ لینا ہی ان کا آخری علاج دریافت کیا ہے۔

خدارا ذرا سوچ کر بتایئے کہ اگر یہی کردار صحابہ کرام کا بھی ہوتا تو آج اسلام نام کا کوئی مذہب دنیا میں موجود ہوتا؟

باطل اپنے عقیدہ باطل کے باوجود قربانی کے باعث دنیا میں ایک جابر و قاھر قوت کے طور پر اپنا لوہا منوا چکا ہے۔ اور ہم "لاحول" پڑھنے پر ہی اکتفا کئے ہوئے ہیں۔ ملک میں نام نہاد مسلمان جس طرح اسلام کی بنیادیں کھوکھلی کر رہے ہیں اور جس طرح اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے درپے ہیں اگر ان کو یوں ہی کھلی چھٹی دیئے رکھنے اور لاحول سے اصلاح احوال کرنے کا طریقہ جاری رہا تو بہت جلد دنیا میں اسلام کا نام لینے والا کوئی نہیں ہوگا ایسی جماعتوں کے افراد اپنے رہنماؤں سے کیوں نہیں پوچھتے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیوں فرض کئے ہیں۔

اور کیوں نہیں پوچھتے کہ ہم تو اعلیٰ مسلمان کیا! خیر امت اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتے۔

آخر امت مظلوم پر ایسے قائدین کیوں ظلم ڈھا رہے ہیں

مجاہد۔ غازی اور شہید

کے لفظوں کی سیاہی کیوں چاٹی جا رہی ہے

بدر و حنین - احد و خندق - خیبر و تبوک کیا کسی ایسی نامردی اور بزدلی کے مظاہرے تھے؟

وقت بڑی تیزی سے بدل رہا ہے خدا کے لئے سمجھئے - حالات کے تیور دیکھئے - گمراہی و ضلالت - کفر و زندقہ کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھئے - ان کی سازشوں اور ان کے ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرتے ہوئے خاک میں ملا دیجئے دنیا کو اسلام کی عظمتوں کا گہوارہ بنا دیجئے -

جب دنیا میں ہر مسلمان احکام الٰہی کے تحت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مصمم ارادہ کر کے اس کی انجام دہی کو یقینی بنادے تو پھر فسق و فجور کفر و شرک - مداہنت و منافقت کو ختم ہوتے دیر نہیں لگے گی -

اپنی مالی کمزوری کو بہانہ بنا کر آج کے مسلمان خاموش رہنے میں عافیت سمجھ رہے ہیں اور ہر قربانی سے جی چراتے ہیں اور مالی بدحالی کا رونا رو کر کفر و شرک بداعمالی و بدکرداری کا مقابلہ کرنے سے گریز کرتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید ان کے گھر اتنے محفوظ ہیں کہ وہاں تک دشمن کی رسائی نہیں ہے کیا ان کے گھر غرناطہ 'قسطنطنیہ' بغداد' بخارا' تاشقند کے قلعوں سے زیادہ مضبوط ہیں کیا ان کے گھروندے متحدہ ہندوستان سے زیادہ محفوظ ہیں؟

جب ظلم اور بدی کے سیلاب آتے ہیں تو سب سے پہلے عافیت پسند طبقہ خس و خاشاک کی طرح جلتا ہے - اور ان کی حالت

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن - کی طرح ہوتی ہے

ایسے خود ساختہ بے ضرر لوگوں کو گھروں میں ہی ہاتھ پاؤں باندھے بغیرتہ تیغ کر دیا جاتا ہے اور ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی عزتوں کے چیتھڑے اڑا دیئے جاتے ہیں -

وقت کا تقاضا ہے کہ ہم بحیثیت قوم مسلم گمراہی اور بدی کے سامنے سینہ سپر ہو جائیں اور سیسہ پلائی دیوار بن جائیں -

اب بھی وقت ہے کہ دین کے دشمنوں اور غداروں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے ورنہ جس طرح بتدریج بدی اپنے پنجے گاڑ رہی ہے اس کو اگر کسی

مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑا تو بہت جلد یہ ملک مکمل طور پر استعماری چھاؤنی کی صورت اختیار کر جائے گا۔ اور پھر آج خاموشی اور کنارہ کشی میں عافیت سمجھنے والے ظلم کے لئے تختہ مشق ثابت ہوں گے چھوٹی بدی کو روکنا آسان ہے لیکن جب بدی بڑھ کر بڑی ہوجاتی ہے تو پھر اس کے سامنے بند باندھنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔

آج صرف اسلامی تعلیمات کے فروغ کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر زبان کی حد تک بھی عمل کیا جائے تو معاشرہ صحیح ہوسکتا ہے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد قوت کے ساتھ بھی بدی کو روکنے کا امکان نہیں رہے گا دین اخلاص کا متقاضی ہے اپنی ذات پر اکتفا کرلینے والے دین کی حقیقت کو نہیں سمجھے خود پرستی اور ذات کے حصار میں رہنے کا نام دینداری نہیں دینداری کا اولین تقاضا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ اخلاص ہے جو لوگ اپنے گرد و پیش کا مطالعہ نہیں کرتے اپنی سوسائٹی کی اصلاح نہیں کرتے حق کا ساتھ نہیں دیتے اور باطل کی سرکوبی نہیں کرتے اکیلے وہ دنیا میں کوئی قابل قدر کام نہیں کرسکتے

جاگو اور اٹھو اور دنیا میں اسلام کی عظمت کے تحفظ کا فریضہ انجام دو تاکہ دنیا میں ایک باعزت قوم کی طرح زندگی گذار سکو

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق جیسے بیان کیا جاچکا ہے کہ یہ اسلامی قانون و نظام کے تحفظ کی وہ ذمہ داری ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے براہ راست مسلمانوں پر لازم کردیا ہے جہاں کہیں شریعت مطہرہ پر مسلمان عمل نہ کررہے ہوں دیکھنے والے پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ان کو احکام شرع پر عمل کرنے کا حکم دے۔

یونہی اگر کہیں برائی ہورہی ہو شریعت مطہرہ کے احکام کو پامال کیا جارہا ہو تو دیکھنے والے مسلمان پر لازم ہوجاتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایسے برے کام سے روکے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شرعی حکم کیا ہے کن حالات میں اور

کس حد تک ان کی بجا آوری فرض ہے ان تفصیلات کے لئے انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بحث کی جائے گی۔

اس کتاب کو یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ ہر مسئلہ پر پہلے قرآنی دلائل ذکر کئے جائیں گے اس کے بعد ان آیات کی تفسیر میں مفسرین کرام کی تحقیقات ضبط تحریر میں لائی جائیں گی اس کے بعد اس سلسلہ کی احادیث مبارکہ نقل کی جائیں گی اس کے بعد ائمہ محدثین کی تحقیقات اور آخر میں علماء امت کی آراء پیش کی جائیں گی۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احکام ربانی

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴)

ضرور ہونی چاہیئے تم میں جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ (آل عمران آیت ۱۱۰)

ہو تم بہترین امت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں (کی ہدایت و بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر

يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ، (آل عمران آیت ۱۱۴)

ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں اور یہ لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔

اِنَّ الَّذِینَ یَکفُرُونَ بِاٰیَاتِ اللّٰهِ وَ یَقتُلُونَ النَّبِیِّینَ بِغَیرِ حَقٍّ وَّ یَقتُلُونَ الَّذِینَ یَامُرُونَ بِالقِسطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرهُم بِعَذَابٍ اَلِیمٍ، اُولٰئِکَ الَّذِینَ حَبِطَت اَعمَالُهُم فِی الدُّنیَا وَ الاٰخِرَةِ وَمَا لَهُم مِن نّٰصِرِینَ، (آل عمران)

بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں دردناک عذاب کی۔ وہ بدنصیب اکارت گئے جنکے اعمال دنیا و آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار

وَتَرٰی کَثِیرًا مِّنهُم یُسَارِعُونَ فِی الاِثمِ وَ العُدوَانِ وَ اَکلِهِمُ السُّحتَ لَبِئسَ مَا کَانُوا یَعمَلُونَ، لَولَا یَنهٰهُمُ الرَّبّٰنِیُّونَ وَالاَحبَارُ عَن قَولِهِمُ الاِثمَ وَاَکلِهِمُ السُّحتَ، لَبِئسَ مَا کَانُوا یَصنَعُونَ، (سورہ مائدہ ۶۲-۶۳)

اور آپ دیکھتے ہیں بہتوں کو ان میں سے کہ بڑے تیز رفتار ہیں گناہ اور زیادتی کرنے میں اور حرام خوری میں بے شک یہ بہت ہی برے کام کرتے رہے ہیں کیوں نہیں منع کرتے ان کو ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بے شک بہت برے ہیں وہ کرتوت جو وہ کیا کرتے تھے

لُعِنَ الَّذِینَ کَفَرُوا مِن بَنِیٓ اِسرَائِیلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیسَی ابنِ مَریَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوا وَّ کَانُوا یَعتَدُونَ، کَانُوا لَا یَتَنَاهَونَ عَن مُّنکَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئسَ مَا کَانُوا یَفعَلُونَ، (مائدہ ۷۸-۷۹)

لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی زبان پر یہ بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے اور زیادتیاں کیا کرتے تھے نہ منع کیا کرتے تھے ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے بہت برا تھا جو وہ کیا کرتے تھے

اَلمُنَافِقُونَ وَ المُنَافِقَاتُ بَعضُهُم مِّن بَعضٍ یَامُرُونَ بِالمُنکَرِ وَ یَنهَونَ عَنِ المَعرُوفِ وَ یَقبِضُونَ اَیدِیَهُم نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِیَهُم اِنَّ المُنَافِقِینَ هُمُ الفَاسِقُونَ، وَالمُؤمِنُونَ وَالمُؤمِنَاتُ بَعضُهُم اَولِیَاءُ بَعضٍ یَامُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ یَنهَونَ

عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُقِيمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ يُطِيعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (سورہ توبہ ۷۱)

منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک جیسے ہیں حکم دیتے ہیں برائی کا اور روکتے ہیں نیکی سے اور بند رکھتے ہیں اپنے ہاتھ (حقیقت یہ ہے کہ) انہوں نے بھلا دیا ہے اللہ کو تو اس نے بھی فراموش کر دیا ہے انہیں بے شک منافق ہی نافرمان ہیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ حکم کرتے ہیں نیکی کا اور روکتے ہیں برائی سے اور صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوۃ اور اطاعت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا اللہ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔

اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، سورہ توبہ آیت ۱۱۲)

توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے حمد و ثنا کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم کرنے والے برائی سے منع کرنے والے اللہ کی (مقرر کردہ) حدوں کی حفاظت کرنے والے (اے محبوب) مومنوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ، (سورہ لقمان آیت ۱۷)

میرے پیارے بیٹے نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکتے رہو اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (مائدہ آیت ۱۰۵)

اے ایمان والو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے نہ نقصان پہنچا سکے گا تمہیں جو گمراہ ہوا جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو اللہ ہی کی طرف لوٹ کے جانا ہے تم سب

CS CamScanner

نے پھر وہ آگاہ کرے گا تمہیں جو تم (اس دنیا میں) کیا کرتے تھے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ ، وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ، (سورہ حج آیت ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے۔ اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام

فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْھَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ ، فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُھُوْا عَنْہُ قُلْنَا لَھُمْ کُوْنُوْا قِرَدَۃً خٰسِئِیْنَ ، (سورہ اعراف آیت ۱۶۵-۱۶۶)

تو جب انہوں نے بھلا دیا ان سب باتوں کو جن کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی۔ تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے۔ اور ظالموں کو بہت برے عذاب میں پکڑ لیا۔ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب وہ انتہائی سرکشی اختیار کرکے وہی کرتے رہے جس سے ان کو روکا گیا تھا۔ ہم نے ان سے کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت پر پہلی قرآنی دلیل

وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴)

ترجمہ :۔ ضرور ہونی چاہئے تم میں جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں

قانون امر و نہی کی ضرورت پر عقلی دلائل

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق آیات اور ان کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ وہ آیات قرآنی ہیں جن میں امر بالمعروف اور نہی عن

المنکر صراحت کے ساتھ موجود ہے ورنہ ایسی آیات جن میں لفظی صراحت تو نہیں لیکن معنی و مفہوم کے اعتبار سے وہ آیات بھی جزوی یا کلی طور پر اسی مقصد کی تائید کرتی ہیں بے شمار ہیں۔

میرا مقصد اس تحریر اور کوشش سے مسلمانوں پر عائد ہونے والے ایک ایسے فرض کو ظاہر کرنا ہے جو اخفاء کے پردوں تلے مستور ہو چکا ہے۔

علماء امت اس کی اہمیت کو معلوم نہیں کن مصلحتوں کے پیش نظر واضح نہیں کرتے اور اس کی زبردست اہمیت کے باوجود اسے نظر انداز کرنے کا رویہ کیوں اختیار کر رکھا ہے میری اس تحریر اور کوشش کا صرف ایک ہی مقصد ہے کہ یہ مسئلہ عامتہ المسلمین کو سمجھ آجائے۔ کیونکہ جب تک مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہوں گے۔ اسلامی ریاست کے قیام اور اسلامی نظام کے نفاذ کا کوئی خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔

دنیا میں جتنے قوانین نظریات دساتیر معرض وجود میں آئے ہیں ان کی کامیابی کا دارو مدار ان کے پیروکاروں کا مرہون منت ہوتا ہے۔ کوئی قانون و دستور کتنا ہی اعلیٰ کیوں نہ ترتیب دیا گیا ہو۔ اس کا صانع و موجد فرد یا جماعت کیوں نہ ہو انسان یا انسان سے بڑھ کر صلاحیتوں کے مالک کیوں نہ ہوں اس وقت تک وہ قانون و دستور کاغذ کی زیب و زینت ہی رہے گا۔ جب تک اسے ماننے والوں کی ایک جماعت اسے روشناس نہیں کراتی اور اس کی تائید میں سرگرم عمل نہیں ہو جاتی۔ جس قانون نظام نظریہ یا دین کو سرفروش موئیدین کی جماعت مل جاتی ہے پھر اسے دنیا میں کوئی پھیلنے اور پھلنے پھولنے سے روک نہیں سکتا۔

یہی صورت حال آپ کو ہنود و مجوس کے ادیان میں نظر آئے گی۔ ہنود و نصاریٰ بھی سواد ارض پر نہ صرف اپنے باطل ادیان کو باقی رکھے ہوئے ہیں بلکہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں۔ اور اب تو انہوں نے اسلام جیسے عظیم مذہب کے پرستاروں پر دائرہ حیات تنگ کر دیا ہے۔ اور اخلاق و شائستگی کے الفاظ سے

CamScanner

ناواقف ہونے کے باوجود وہ شرافت کے لائسنس جاری کرنے کی پوزیشن میں آگئے ہیں اور وہ مسلمان جن کے دین و مذہب نے شرافت و شائستگی سے دنیا بھر کے انسانوں کو متعارف کرایا اپنی نالائقی مذہب سے دوری اور قربانی کے جذبات سے محرومی کے باعث آج شرافت کا لائسنس حاصل کرنے کے لئے ان کے آگے دست سوال پھیلائے ہوئے ہیں۔ کاش آج کے نام نہاد مسلمانوں کو اپنے دین کی صداقت اور بلندی کا علم ہوتا اور مشاہیر اسلام کے کارناموں سے وہ باخبر ہوتے اور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا رہتے تو یہ ذلت و نکبت انہیں نہ دیکھنا پڑتی۔

اسود عنسی۔ مسیلمہ کذاب اور قادیانی جیسے افراد جن کو سلیم العقل بھی تسلیم کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں وہ بھی مویدین کی تائید و بل بوتے پر اپنے اپنے وقت میں شورش و فساد فی الارض کا باعث بن گئے۔

مذکورہ مثالوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ کسی بھی دین مذہب نظریہ دستور قانون کی کامیابی میں اس کے ذاتی قبائح و محاسن کے علاوہ اس کے مویدین کے کردار اور عمل کا بڑا دخل ہوتا ہے یونہی حکومتوں کا طریقہ کار ہوتا ہے کہ وہ اپنے مجوزہ قوانین پر عملدرآمد کرانے کے لئے قانون نافذ کرنے والی ایجنسیاں بناتے ہیں جن پر اربوں روپے سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ قانون پر عمل کرانا ان ہی اداروں کا کام ہوتا ہے کیونکہ کوئی حکومت کتنا ہی اعلیٰ قانون بنالے اس وقت تک اس کا کوئی فائدہ منظر عام یا عملی زندگی میں رونما نہ ہوگا۔ جس وقت تک اس پر عمل نہ کیا جائے۔

از خود تو انسان قانون کے مطابق جزا و سزا اور اس پر عمل کرنے کا کام انجام دے نہیں سکتا کیونکہ فطری طور پر آزادی اور خود روی کا عنصر انسان کی طبیعت میں غالب قوت کے طور پر موجود ہے۔ اگر اسے جزا و سزا یا سوال و جواب کا خوف نہ ہو تو اپنی مرضی سے تو وہ ہر قانون کی دھجیاں بکھیرنا ہی پسند کرتا ہے۔ لہٰذا وہ اپنی پسندیدہ راہ پر چلے گا اور وہ راہ اسے لاقانونیت اور جرائم کے چوک میں لاکھڑا کرے گی۔

اسی لئے یہ ضروری ہے کہ قانون کی نگہداشت کے ذمہ دار افراد موجود ہوں

جو جبر و اکراہ کے ذریعے بھی قانون کے تقدس کو پامالی سے بچائیں اور عوام سے حکومت کے بنائے ہوئے قانون پر عمل کرائیں اس طرح حکومت کے بنائے ہوئے قوانین کے مفادات کو عملی زندگی میں خاطر خواہ نتائج ملنے کی توقع ہو سکتی ہے۔

ان دو طریقوں میں سے پہلا طریقہ کار رضاکارانہ اور جذباتی ہوتا ہے۔ اس کے عوض فوری اور دنیاوی مفاد ضروری نہیں ہوتا جبکہ دوسرا طریقہ خالص دنیاوی ہوتا ہے اس کا فوری معاوضہ لازمی ہوتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ کبھی کبھار دوسرے طبقہ کے لوگ خلوص نیت دیانت داری اور قربانی کے باعث دنیاوی مفاد کے علاوہ زائد مراعات کے بھی مستحق بن جاتے ہیں اس طرح وہ خوش قسمت لوگ ہوتے ہیں لیکن یہ تصور صرف اور صرف خالص دینی اور مذہبی امور میں پایا جاسکتا ہے۔

اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے رب العالمین نے قرآن کریم جیسی بابرکت اور معجز کتاب نازل کرکے اس میں جو احکام اپنے بندوں کو کرنے اور نہ کرنے کے لئے وضع فرمائے ہیں۔ ان کو پابہ عمل کرنے اور ان پر عمل کو یقینی بنانے کے لئے تمام مسلمانوں کو ان کا نگہبان بنادیا۔ اور ہر ایک پر لازم کردیا ہے کہ وہ اپنی طاقت اور صلاحیت کے مطابق ان قوانین کا تحفظ کرے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو فرض کے تارک اور سخت گناہگار ہوں گے۔ یہاں یہ بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ اس فرض کا نام امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) اور نہی عن المنکر (برائی سے روکنا) ہے۔ اس کی شرعی حیثیت میں کچھ اختلاف ہے اور وہ بھی صرف اتنا کہ یہ فرض عین ہے یا فرض کفائی یا واجب ہے۔ وجوب میں تو کسی کو کلام نہیں، یونہی فرض کفائی میں بھی سب کا اتفاق ہے۔ اختلاف صرف فرض عین میں ہے۔ اس سلسلہ کی اصل تحقیق تو مفسرین کی آراء اور دلائل کی روشنی میں ہوگی۔ اور اس کے بعد قارئین خود بھی بہتر فیصلہ کرسکیں گے۔ کیونکہ مفسرین کرام کی گرانقدر تحقیقات کسی مسئلہ کے حل میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں۔

CamScanner

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق مفسرین کی تحقیقات

(وَلۡتَكُن مِّنكُمۡ أُمَّةٌ يَدۡعُونَ إِلَى ٱلۡخَيۡرِ وَيَأۡمُرُونَ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ ٱلۡمُنكَرِۚ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ،)

علامہ فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں ۔ منکم میں دو قول ہیں۔ پہلا یہ کہ من یہاں تبعیض کے لئے استعمال نہیں ہوا۔ اور اس کی دو دلیلیں ہیں۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالٰی نے تمام امت پر واجب کیا ہے جس طرح ارشاد ربی ہے ۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر، دوسری دلیل یہ ہے کہ ہر مکلف (مسلم، عاقل، بالغ) پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔ ہاتھ کے ساتھ یا زبان کے ساتھ یا دل کے ساتھ اور ہر مکلف پر اپنے وجود سے دفع ضرر لازم ہے۔ یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہر مکلف کے لئے ہے۔ تو اب آیت مذکورہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔ ہوجاؤ تم امت جو بلانے والی ہو خیر کی طرف حکم دینے والی ہو نیکی کا۔ روکنے والی ہو برائی سے۔ یوں کلمہ من اس آیت میں تبیین کے لئے ہوگا۔ نہ کہ تبعیض کے لئے جس طرح اللہ تعالٰی کے اس ارشاد میں ہے۔ فاجتنبوا الرجس من الاوثان پس بچو تم بتوں کی نجاست سے ۔ یونہی کہا جاتا ہے کہ فلاں کی اولاد سے گروہ ہے اور امیر کا غلاموں میں سے لشکر ہے۔ یہاں اولاد اور غلمان سے تمام اولاد اور تمام غلام مراد ہیں۔ بعض مراد نہیں ہیں۔ یہی صورت یہاں ولتکن منکم امۃ میں ہے۔ اب من بیانیہ کی صورت میں معنی یوں ہوگا۔ تمہیں ایسی امت ہونا چاہئے کہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے۔

ایک قول یہ ہے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام مسلمانوں پر واجب ہے لیکن جب اس کی انجام دہی کے لئے کچھ لوگ مصروف ہوجاتے ہیں تو باقی سے اس کی ادائیگی ساقط ہوجاتی ہے۔ اس کی مثالیں اللہ تعالٰی کے یہ ارشاد اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا نکلو! ہلکے ہو یا بوجھل اور۔

اِلَّا تَنفِرُوا یُعَذِّبکُم عَذَابًا اَلِیمًا - اگر تم نہیں نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دے گا دردناک عذاب - ان دونوں آیتوں میں حکم عام ہے - لیکن جب کچھ لوگ جہاد کے لئے روانہ ہوگئے تو باقی سے فرض ساقط ہوگیا - کیونکہ ضرورت پوری ہوگئی - اس میں دوسرا قول یہ ہے کہ اس آیت میں من تبعیضیہ ہے لیکن اس قول کے قائلین نے بھی دو صورتیں بیان کی ہیں - ایک یہ کہ کلمہ من کا فائدہ یہ ہے کہ قوم میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں کہ جو دعوت الی الخیر - امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طاقت ہی نہیں رکھتے جیسے - مریض، عاجز اور معذور

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ کام علماء پر فرض ہیں اور اس تخصیص کی دو وجہیں ہیں - اول - یہ آیت تین چیزوں کے حکم پر مشتمل ہے -

۱- دعوت الی الخیر، ۲- امر بالمعروف، ۳- نہی عن المنکر

یہ بات واضح ہے کہ خیر کی دعوت خیر کے علم اور معروف و منکر کے علم کے ساتھ مشروط ہے - کیونکہ بعض اوقات جاہل باطل کی دعوت دے گا اور منکر کا حکم کرے گا اور معروف سے روکے گا فقہی مذاہب سے لاعلمی کے باعث دوسرے آدمی کو ایسے کام یا چیز سے روکے گا - جو منکر کے زمرہ میں نہ آتی ہوگی - کبھی نرمی کے مقام پر سختی کرے گا اور سختی کے مقام پر نرمی کرے گا اور بعض اوقات ایسا انداز اختیار کرے گا کہ منکر کے مرتکب کو ضد پر آمادہ کردے گا اور فائدہ کے بجائے نقصان ہوجائے گا ان وجوہات سے ثابت ہوا کہ یہ کام صرف علماء پر فرض ہے - اور اس میں بھی شک نہیں کہ علماء امت کا بعض ہیں اس آیت کی طرح یہ آیت بھی ہے - فَلَولَا نَفَرَ مِن کُلِّ فِرقَةٍ مِّنهُم طَائِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوا فِی الدِّینِ "تو کیوں نہ نکلے ہر فرقہ سے چند آدمی تاکہ سمجھ حاصل کرسکیں دین میں -"

دوسری وجہ یہ ہے کہ اس پر ہم نے اجماع کیا ہے کہ یہ واجب علی الکفایہ ہے یعنی اگر اسے انجام دینے کے لئے کچھ لوگ مصروف ہوگئے تو باقی سے اس کا وجوب ساقط ہوجاتا ہے - ایسی صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ تم میں سے بعض کو یہ کام سرانجام دینا چاہئے تو یہ درحقیقت بعض پر واجب ہوا سب پر نہ ہوا - واللہ اعلم

چوتھا قول یہ ہے حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد صحابہ کرام ہیں کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیکھتے تھے اور لوگوں کو سکھاتے تھے اس صورت میں تاویل یہ ہوگی کہ تم جمع ہوجاؤ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی حفاظت کرنے والے اور دین سیکھنے والے (تفسیر کبیر ۱۹/۳- تفسیر قرطبی ۱۶۵/۴ تفسیر غرائب القرآن نیشاپوری ۲۷/۴ تفسیر زاد المسیر ۴۳۴/۱)

امام علامہ علاؤ الدین علی بن محمد خازن کی تحقیق

(وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ)

آیت زیر بحث میں لام امر کا ہے یعنی" چاہئے کہ تم میں سے ہو ایک گروہ جو بلائیں خیر کی طرف"، بعض مفسرین نے یہ کہا ہے کہ کلمہ "من" جو منکم میں مذکور ہے یہ تبیین کے لئے ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام امت پر واجب کیا ہے۔

ملاحظہ ہو آیت کریمہ۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ اس حکم کے باعث ہر مکلف پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہوگیا ہاتھ کے ساتھ اس پر عمل کرے گا یا زبان سے یا دل سے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔ تم میں سے جس نے بھی منکر کو دیکھا تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسے ہاتھ سے روک دے اگر اس کی قوت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے براجانے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔ اس تقدیر پر آیت کا معنی یہ ہوگا کہ ہوجاؤ تم ایسی امت جو بلانے والی ہو خیر کی طرف حکم دینے والی ہو نیکی کا اور منع کرنے والی ہو برائی سے اور جن لوگوں نے یہ کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے جب اس کو ادا کرنے کے لئے ایک آدمی بھی اٹھ کھڑا ہو تو باقی لوگوں سے فرض ساقط ہوجائے گا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے

کہ اس آیت میں من تبعیض کا ہے۔ اور یہ اس وجہ سے کہ امت میں ایسے لوگ بھی ہیں جو اس فرض کی ادائیگی کی قوت نہیں رکھتے۔ عجز یا ضعف کے باعث۔ تو یہاں من تبعیضیہ داخل کر کے ایسے لوگوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا۔

اور ایک قول یہ بھی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر علماء اور اہل اقتدار کے ساتھ خاص ہے۔ تو اس صورت میں آیت کا معنی یہ ہو گا کہ چاہئے تمہارے بعض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے ہوں۔

حضرت نعمان بن بشیر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ

قائم فی حدود اللہ اور واقع فی حدود اللہ کی مثال اس قوم کی ہے جنہوں نے ایک کشتی پر قرعہ اندازی کی تو بعض کو اوپر کی منزل ملی اور بعض کو نیچے کی اب پانی لینے کے لئے نیچے والوں کو اوپر جانا پڑتا تو نیچے والوں نے کہا کہ اگر ہم اپنے حصے میں کشتی میں سوارخ کر دیں تو ہمیں پانی لینے اوپر جانا نہیں پڑے گا اس طرح اوپر والے تکلیف سے بچ جائیں گے اور ہمیں پانی مل جائے گا اب اگر باقی لوگ ان کو اس ارادے پر عمل کرنے سے نہ روکیں اور وہ سوراخ کر دیں تو تمام لوگ ہلاک ہوجائیں گے۔ لیکن اگر باقی لوگوں نے ان کو زبردستی روک دیا تو تمام بچ جائیں گے۔"

آیت میں جو لفظ "خیر" استعمال ہوا ہے اس کا معنی یہ ہے ہر وہ چیز جس میں اعمال حسنہ کی وجہ سے رغبت کی جاتی ہو۔ بعض نے کہا کہ یہاں اس سے مراد

اسلام ہے۔ اب معنی "لتکن اد" یعنی ایسی جماعت کا وجود ضروری ہے جو اسلام کی طرف بلائے اور ہر ایسے اچھے کام کی طرف بلائے۔ جو شریعت اور عقل میں اچھا شمار ہوتا ہو۔

بعض نے کہا ہے کہ دعوت الی الخیر۔ فعل کے ضمن میں دو قسمیں ہیں

ایک یہ کہ ایسے فعل کی ترغیب جو مطلوب ہو اور اسی کو امر بالمعروف کہتے ہیں دوسری قسم یہ ہے کہ ایسے فعل کے چھوڑنے کی ترغیب جو مطلوب نہ ہو اور اسی کو نہی عن المنکر کہا جاتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

حضرت علامہ محمد بن علی بن محمد شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے (تولہ - ولتکن) جمہور نے لام کو ساکن پڑھا جبکہ اصل میں لام مکسور ہے۔ منکم میں حرف من تبعیض کا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ من بیان جنس کے لئے ہے پہلا قول راجح ہے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فروض کفایات سے ہیں یہ ایسے اھل علم لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو یہ جانتے ہوں کہ جس کا وہ حکم دے رہے ہیں وہ معروف ہے اور جس سے منع کررہے ہیں وہ منکر ہے۔

امام قطبی ؒ نے فرمایا کہ پہلا زیادہ صحیح ہے۔کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آیت اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ میں اسکی تعیین فرمادی ہے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس آیت کو یوں پڑھا (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ويستعينو ن با الله علی ما اصابهم)

حضرت علامہ ابوبکر بن الانباری فرماتے ہیں کہ آیت میں یستعینو ن باللہ علی ما اصابھم کی زیادتی یہ حضرت ابن زبیر کی تفسیر ہے اور یہ آیت کا حصہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے ناسمجھی میں اسے قرآن کا حصہ قرار دے دیا اور قرآن پاک کے الفاظ کے ساتھ اسے ملا دیا۔

روایت کی گئی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح پڑھا یعنی یہ الفاظ بوقت تلاوت ساتھ شامل کئے لیکن ان کو اپنے مصحف میں نہ لکھا آپ کا مکتوب قرآن میں اضافہ نہ کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قرآن کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس آیت میں دلیل ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے اور ان کا وجوب قرآن و سنت سے ثابت ہے اور یہ شریعت مطہرہ کے بہت بڑے واجبات سے ہے۔ اور شریعت کے اصولوں میں سے بڑا اصول ہے۔ اور شریعت کے ارکان میں سے مضبوط رکن اور اسی کے ساتھ

شریعت کا نظام مکمل ہوتا ہے۔ اور اسی سے شریعت کی چوٹی بلند ہوتی ہے۔

(التفسیر فتح القدیر ۳۶۹/۱)

علامہ ابن جریر طبری رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ اسی آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں (ولتکن منکم) اے مومنو! تم میں سے ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے۔ خیر یعنی اسلام اور وہ قوانین جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے مقرر فرمائے (ویامرون بالمعروف) لوگوں کو حکم دیں حضور علیہ السلام کی تابعداری کا اور اس دین کی اتباع کا جسے لے کر حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے (وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے سے روکیں اور حضور علیہ السلام کو جھٹلانے اور جو حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے (قرآن پاک) کے جھٹلانے سے روکیں ہاتھوں اور جوارح کے ساتھ منکرین کے ساتھ جہاد کریں حتیٰ کہ وہ تمہاری تابعداری اور اطاعت اختیار کرلیں (وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب ہوں گے اور اس کی جنتوں اور نعمتوں میں رہیں گے۔

(تفسیر ابن جریر طبری ۳۸/۴)

علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ نے مذکورہ آیت کے متعلق طویل تحقیق فرمائی ہے جس کا مکمل نقل کرنا تو یہاں بہت مشکل ہے اس لئے چند خصوصی ابحاث کی تشریح تحریر کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فروض کفایات سے ہیں اس کی مخالفت بہت کم لوگوں کے علاوہ کسی نے نہیں کی ان میں سے امامیہ کے شیخ ابو جعفر بھی ہیں انہوں نے کہا کہ یہ فرض عین ہے اس میں اختلاف ہے کہ واجب علی الکفایہ کیا تمام مکلفین پر واجب ہے اور بعض کے کرنے سے باقی سے اس کا وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔ یا یہ واجب ہی بعض پر ہے امام رازی اور ان کے متبعین نے دوسری صورت کو اختیار کیا ہے کیونکہ

بعض افراد سے اس کام کی انجام دہی سے مقصد حاصل ہوجاتا ہے اور اگر تمام مکلفین پر واجب تسلیم کریں تو بعض کا انجام دینا کافی نہ ہوگا کیونکہ مکلف سے واجب کا سقوط غیر کے فعل سے نہیں ہوسکتا۔ جمہور نے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے اور کتاب الام میں امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ موقف واضح طور پر اختیار کیا ہے اور پہلی صورت کے قائلین کا استدلال یہ ہے کہ اگر واجب کفائی متروک ہوجاتا ہے تو تمام مکلفین گناہ گار ہوں گے اس طرح اگر فرض کفائی کا تعلق تمام مکلفین کے ساتھ نہ ہوتا تو انکے گناہ گار ہونے کا کیا جواز ہے بحث کے اختتام پر علامہ آلوسی اپنا مختار ذکر کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ بعض لوگوں کے مکلف ہونے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ من تبعیض کا ہے اور جو تمام لوگوں کے مکلف ہونے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ من تبیین کا ہے۔ اور انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تمام امت پر واجب ہے قرآن کریم کی یہ آیت پیش کی ہے (کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) حالانکہ اس سے بھی دعوت الی الخیر کا فرض عین ہونا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جہاد بالاجماع فروض کفایہ میں سے ہے جبکہ اس کا ثبوت بھی کئی آیات سے ہوتا ہے جن میں مختلف مضامین اور انداز خطاب موجود ہیں اگر اسی انداز اور طرز خطاب سے فرض عین ثابت کیا جاسکتا تو جہاد بھی فرض عین ہوتا۔

علامہ فرماتے ہیں کہ اسی قاعدہ کے تحت اس پر غور و فکر کریں تو اصل صورت سامنے آجائے گی (تفسیر روح المعانی ۲۱/۴)

علامہ آلوسیؒ کے استدلال پر ایک نظر

مناسب یہی معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے استدلال پر کچھ گفتگو کرلی جائے۔ کیونکہ یہی موقعہ و محل اس قیل و قال کے لئے زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ علامہ آلوسیؒ رحمتہ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین و محققین نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض عین کے درجہ سے نکال کر فرض کفایہ اور واجب کفایہ کے درجہ میں رکھنے کی کوشش کی ہے اس سے امت مسلمہ کے لئے آسانی تو یقیناً پیدا ہوتی ہے کہ اگر کوئی ایک شخص بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

CamScanner

کا فریضہ انجام دے دے تو باقی سے اس کی بجاآوری ساقط ہوجاتی ہے۔ لیکن یہاں اس حقیقت کو سراسر نظرانداز کیا گیا ہے کہ نہی عن المنکر کے حدیث پاک میں تین درجے مقرر کردیئے گئے ہیں ان نواھی کی انجام دہی کا سب سے اعلیٰ اور افضل درجہ قوت کے ساتھ ان پر عمل کرانا ہے اور اگر یہ نہ ہوسکے تو زبان کے ساتھ اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل کے ساتھ آخری درجہ ضعیف ترین ایمان کی علامت ہے اور اس کا وقوع صرف نہی عن المنکر میں ہی ہوسکتا ہے اس امر کی حدیث پاک میں صراحت موجود ہے (من رائی منکم منکرا) تو یہ منکر کو محض برا جاننے تک محدود ہے منکر کو ختم کرنے یا بدلنے میں دل کا کوئی کردار نہیں ہوسکتا بلکہ درحقیقت یہ محض تحفظ نفس ہے۔

دورحاضر کے مقتضیات امرونہی کے فرض عین ہونے کے خواہاں ہیں

اب جبکہ یہ ثابت ہوا کہ نہی عن المنکر کی انجام دہی میں سب سے اعلیٰ درجہ قوت کا استعمال ہے تو اس صورت میں فرد اور افراد کی کارکردگی اور قوت میں واضح فرق ہے ایک اور دس افراد کی قوت اجتماع اور ہم آہنگی اور ان کی خواہش کا احترام یا ان کے خوف میں فرق واضح بات ہے۔ ایک آدمی کی بات محض صلائے بے معنی اور صدا بصحراء ثابت ہونے کے امکانات بہت واضح ہیں ایک آدمی تو منت و سماجت کا انداز ہی اختیار کرسکتا ہے اور اگر وہ نہی عن المنکر کے پہلے درجہ پر عمل کرنے کا ارادہ کرے تو اس کی جان جانے یا تذلیل کے روشن امکانات ہیں یوں ایک فرد سے یہ فرض پورا ہونے کی بجائے الٹا نقصان اور تضحیک کا شکار ہونا واضح امر ہے۔ جبکہ ایک گروہ ایک امت ایک جتھہ جو بات کرے گا اس کے مثبت نتائج کی برآمدگی یقین کی سرحدوں کو چھورہی ہوگی مرتکب منکر ان کی قوت سے خوفزدہ ہوکر برائی کو چھوڑنے میں عافیت سمجھے گا اس طرح جنگ و جدال کی نوبت بھی بہت کم آئے گی اور مقصد باسانی اور بغیر کسی نقصان کے حاصل ہونے کے روشن امکانات ہیں کیا ایسے مفسرین جنہوں نے تبعیض کا قول کیا ہے اور کفایت کا انحصار ان کے نزدیک ایک فرد کے عدد تک بھی ممکن ہے تو کیا؟ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قانون امرونہی

کو محض اس لئے سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں کہ اس طرح وہ بہت سے لوگوں کو مشکل کام سے بچا کر امت کے لئے آسانی پیدا کرنے کا اہتمام کرسکیں گے ان کا یہ جذبہ قابل ستائش ہوگا لیکن کم از کم حالات اور مشیت خداوندی سے اس کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا مفسرین کرام حضرت عبداللہ ابن زبیر اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی تفسیر کا خود تذکرہ کرچکے ہیں وہ حضرات آیت میں یستعینون باللہ علی ما اصابھم کا اضافہ فرماتے تھے یونہی سورہ لقمان کی یہ آیت ملاحظہ ہو۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَامُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔

مفسرین صحابہ کی اکثریت امرو نہی کے فرض عین ہونے کی قائل تھی

مذکورہ بالا آیات اور صحابہ مفسرین کے اقوال میں اس تفسیر کی زبردست تائید موجود ہے کہ یہ حکم فرض عین ہے اور اس کے مکلفین تمام افراد امت ہیں ایک دلیل ملاحظہ ہو قرآن پاک میں ارشاد ربی ہے۔ اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ یَامُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَاءُ بَعْضٍ یَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ تا آخر۔ ان آیات میں منافقین اور مومنین کی جو صفات ذکر کی گئیں اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بعض مفسرین کے اقوال کے مطابق منکم میں من یوں تبعیضیہ قرار دیا جائے کہ اس کے مکلفین ہی بعض لوگ ہوں تو مذکورہ بالا آیات میں جو صفات منافقین و مومنین کی بیان کی گئی ہیں ان کا اطلاق بھی بعض پر ہوگا اور معنی یہ ہوگا کہ بعض منافقین ایسے ہیں اور بعض مؤمنین ایسے ہیں یعنی تمام منافقین و تمام مومنین ایسے نہیں ہیں جن کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے اس طرح قرآن پاک کی ان آیات کا معنی و مفہوم بدل جائے گا اور اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ یہ قاعدہ نامکمل اور ناقص ہوجائے گا اس طرح مومنین و منافقین کی یہ تعریف جامع قرار نہیں پائے گی جو سراسر غلط ہے۔

CamScanner

اس کے علاوہ مفسرین کرام نے دعوت الی الخیر۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جہاد کے ضمن میں لاکر اور جہاد کے حکم میں رکھ کر جہاد کے حکم یعنی فرض کفایہ کا دعوی کیا ہے۔

اس میں کوئی شک و ارتیاب نہیں کہ یہ امور بذات خود جہاد ہیں اور احادیث مبارکہ میں امر بالمعروف اور نہی عَنِ الْمُنْکَرِ کو بہترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ائمہ مفسرین نے جہاد کی ایک ہی قسم کا یہاں تذکرہ فرمایا ہے جس کا حکم فرض کفایہ کا ہے۔

اور وہ کفایت بھی ایک فرد تک عام کر دی ہے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ فرض کفایہ کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ اگر ایک آدمی بھی اجتماع کثیر میں سے وہ کام سرانجام دے دیتا ہے تو باقی تمام سے فرض ساقط ہو جاتا ہے۔

فرض کی مختلف اقسام ہیں اور ان کے مختلف تقاضے ہیں۔

کفایت کے لفظی معنی سے بھی یہ حقیقت واضح ہو رہی ہے کہ ضرورت پوری ہونے کو کفایت کہتے ہیں۔

جہاد میں اگر عساکر کفر کی تعداد ہزاروں میں ہے تو وہاں کفایت تب ہی ہوسکے گی کہ ان کے مقابلے میں اسی تعداد یا اس کے کم و بیش مسلمان بھی میدان جہاد میں پہنچیں۔ کفایت کا یہ کونسا قاعدہ اور اصول ہے کہ دشمن تو دس ہزار کی تعداد میں ہوں لیکن ہمارا قانون کفایت دس افراد بھی مقابلے میں نہ لاسکے۔ چھینک کا جواب اور چیز ہے میدان جہاد اور چیز ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اور تقاضا ہے نماز جنازہ اور چیز ہے جیسے چھینک کا جواب یا سلام کا جواب ایک آدمی اجتماع میں سے دے دیتا ہے تو وہ سب کی طرف سے کافی ہے۔ لیکن نماز جنازہ کے لئے بھی انبوہ کثیر سے اگر ایک آدمی چل دیتا ہے تو کیا نماز جنازہ ہوگی اور کیسے میت کی منتقلی ہوگی کیا ایک آدمی جب جنازے کے لئے موجود ہو اور ہزار آدمی بیٹھے ہوں اور قاعدہ کفایت پر عمل کر رہے ہوں تو میت کی توہین ہوگی یا عزت اخوت اسلامی کا مظاہرہ اور اس کے اعداء اسلام پر کیا اثرات مرتب ہوں گے لہذا اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جنازہ کے لئے اکثر افراد کو جانا چاہئے تاکہ نماز جنازہ اچھے طریقے سے ہو اور حدیث

پاک کے مطابق میت کے لئے دعا کرنے والے اور اچھی گواہی دینے والے زیادہ ہوں تاکہ میت کا بھی فائدہ ہوسکے اور اخوت اسلامی کا بہترین مظاہرہ بھی ہو اب جبکہ یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ کفایت کا فیصلہ ضرورت کی بنیاد پر ہی ممکن ہے تو فرض کفائی کی ادائیگی کے لئے اس فرض کو ادا کرنے کے لئے وہی کفایت ہوگی جن کی اس کے لئے ضرورت ہوگی لہٰذا فرض کفایہ کو صحیح سمجھنے کے لئے فرض کی نوعیت کا لحاظ ضروری قرار پاگیا۔

اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک آدمی کے انجام دینے سے نہ انجام پاسکتا ہے اور نہ ہی مفسرین کی مقرر کردہ کفایت اس کے لئے کافی ہے یہ فرض تب ہی انجام پائے گا کہ امت کا ہر فرد جو اس کام کی صلاحیت رکھتا ہے مصروف عمل ہو تب ہی معاشرے میں کوئی اچھی تبدیلی رونما ہوسکتی ہے۔

جہاد میں بھی کفایت کی صورت اس وقت ہوتی ہے جب حالات تسلی بخش اور عساکر اسلام۔ اسلامی ممالک کی سرحدوں کو وسعت دینے اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے برسر پیکار ہوں۔ لیکن ملکی دفاع اور نفیر عام کی صورت میں جہاد فرض عین ہوجاتا ہے ائمہ مفسرین نے قیاس کے وقت مقیس علیہ کی تمام اقسام کو ملحوظ خاطر نہیں رکھا اور صرف ایک قسم کا ذکر فرماکر اسی کا حکم ذکر فرمادیا ہے یہاں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت چونکہ کم پیش آتی ہے۔

اس لئے اس قسم کا ذکر کیاگیا جو اکثر پیش آتی ہے۔ لیکن تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ خیال بھی غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی حربی تاریخ اکثر دفاعی نظر آتی ہے۔ مسلمانوں کو بے شمار دفاعی جنگیں لڑنا پڑی ہیں اور بالخصوص رواں دور میں تو مسلمان تقریباً تمام جنگیں دفاعی لڑکر اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لئے سرگرداں ہیں لہٰذا ائمہ مفسرین کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے فرض کفایہ یا واجب کفایہ کا قول ہر حالت میں قرین قیاس نہیں ہوگا۔

کیونکہ امت مسلمہ کو تو دفاعی اور فرض عین سے واسطہ ہے۔ ایک حقیقت ایسی بھی ہے جس نے ائمہ مفسرین کی اکثریت کو اس قول کا قائل بنایا اور وہ ہیں زمانہ کے حالات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت جتنی آج

CS CamScanner

درپیش ہے شاید مفسرین کرام جنکی اکثریت ساتویں صدی تک گزری ہے اس وقت گناہ بدی بے راہ روی کے مواقع اسباب اور دواعی یہ نہ ہوں جس طرح کہ آج قدم قدم پر شیطان مختلف انداز میں انسانیت کے لئے تباہی و بربادی کے سازو ساماں کرچکا ہے۔ بدی کو حکومتوں کی سرپرستی حاصل ہے۔ غضب تو یہ ہے کہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار دینے میں ارباب اقتدار پیش پیش ہیں زنا اور شراب کے لائسنس جاری ہوتے ہیں۔ سود اور رشوت نہ صرف عام ہوچکی ہے بلکہ جواز اور استحقاق کی سرحدوں میں داخل ہوگئی ہے۔

احکام الٰہی پر عمل متروک ہوچکا ہے کاروبار حکومت میں اسلام کا کوئی دخل نہیں رہا گھر گھر سینما چل رہے ہیں۔ صوم صلوٰۃ اور دینی علوم سے آگاہی برائے نام رہ گئی ہے ایسے حالات میں حفاظتی قوانین میں نرمی اور امت مسلمہ کو بلاجواز سہولتیں فراہم کرکے دین کے سلسلہ میں کاہل و مداہن بنادینا نہ ان کے مفاد میں ہوگا اور نہ ہی اسلام کے مفاد میں۔

ائمہ مفسرین کی کوششوں اور اسلام کے فروغ کے لئے ان کی انتھک محنتوں کا ہمیں صرف اعتراف ہی نہیں بلکہ میری حیثیت ان کے علمی مقام اور ان کی شخصیات کے سامنے ایک ذرہ سے بھی کم ہے۔ میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں کہ میں ان کا رد کررہا ہوں یا یہ جسارت کرسکتا ہوں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حالات اور ضلالت و گمراہی کے بڑھتے پھیلتے ہوئے اندھیروں اور اسلامی قوانین کی مظلومیت کو دیکھ کر ایک مسلمان کی حیثیت سے اپنے اندر زخم محسوس کرتا ہوں اسی کرب نے مجھے ان تحریروں پر مجبور کیا ہے اللہ تعالیٰ میری کوششوں کو بارآور فرمائے اور میری خطاؤں سے درگذر فرمائے۔

ائمہ مفسرین کو دور حاضر کا کیا اندازہ ہوگا کیا وہ سوچ سکتے ہوں گے کہ ملک مسلمانوں کا ہوگا جس میں رہتے تمام مسلمان ہوں گے حاکم و محکوم مسلمان ہوں گے لیکن ملک میں رائج قانون اللہ کا نہیں بندوں کا ہوگا صرف بندوں کا ہی نہیں بلکہ کفار کا قرآن کو پڑھتے بھی ہوں گے اور احکام الٰہی کو سنتے بھی ہوں گے لیکن نہ ان پر عمل کریں گے اور نہ ہی ملک میں انہیں نافذ کریں گے بلکہ بعض بدبخت سیاہ باطن تو انہیں فرسودہ اور دقیانوسی تک کہہ دینے کی جرات کریں گے۔

لیکن "خیرامت" کا کوئی فرد بھی اس قابل نہ ہوگا کہ ان کی گستاخ زبان کو ہمیشہ کے لئے بند کردے۔

عدل میں جھوٹ بنیادی عنصر کے طور پر شامل ہوگا۔ اور ایسے کذابوں (جن کے باطن کی طرح لباس بھی تاریک و سیاہ ہوتے ہیں) کے علاوہ نظام عدل سماعت مقدمہ کی مدعی کی زبان سے طاقت بھی نہیں رکھے گا۔ کیا یہ خرابیاں اور ایسی بے شمار دیگر خرابیاں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض عین بنانے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں کفار سے ملکی دفاع کی خاطر جہاد فرض عین بن جاتا ہے۔ تو شیاطین سے ایمان کے دفاع کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض عین قرار نہیں پاسکے گا۔

قطعہ زمین اور وہ بھی ایسا جو فانی اور دنیاوی ہو اس کی اہمیت تو اتنی ہو لیکن ایمان جسکا تعلق باقی اور اخروی زندگی سے ہے انسانی اخلاق و معیار سے ہے اس کی اتنی بھی اہمیت نہیں کہ گناہ سرکشی ایمان فروشی بے غیرتی اسلام سے غداری کا طوفان ہمارے گھروں میں گھس چکا ہے۔ لیکن . . .

حکیمان امت ابھی تک کسی اور انہونی کے منتظر ہیں۔ آج کے دور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف فرض عین ہی نہیں بلکہ ام الفرائض ہے۔

کتنے فرض اور کتنے واجب ہیں جن کے قیام کا انحصار امر بالمعروف پر اور کتنے حرام اور کتنے مکروہ اور ناجائز کام ہیں جن سے اجتناب نہی عن المنکر پر منحصر ہے ۔ اس امر و نہی میں جتنی قوت بڑھے گی چمنستان اسلام میں اتنی سرسبزی اور شادابی پیدا ہوگی اور ان کی خوشبوؤں سے دبستان ایمان مہکے گا زمین پر خالق و مالک کا قانون نافذ ہوگا تو رحمت خداوندی موجزن ہوگی دنیا میں مومن بے خوف ہوگا اور آخرت میں بے حزن۔

شیخ اکبر عارف باللہ علامہ محی الدین ابن عربی کی تحقیق

(ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر) یعنی تم مخاطبین آیت میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو علماء ہوں عامل ہوں عارف ہوں دین کے معاملات میں مضبوط ہوں جیسے شیوخ طریقت ہوتے ہیں (یدعون الی الخیر) کیونکہ جس

شخص کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہ ہو وہ خیر کو کیا جانے گا اور وہ بحسب نوع معرفت حق تعالیٰ جس کا حصول انسان کے لئے بحسب مقام و مرتبہ ممکن ہے۔ معرفت حق تعالیٰ یا حق تعالیٰ تک پہنچنے کے علاوہ وہ چیز بھی جس کے ذریعہ حق تعالیٰ تک پہنچنا ممکن ہو۔ یا کمال مخصوص ہو گا ہر شخص کے ساتھ اس کی مخصوص استعداد کے مطابق اب یہاں جس خیر کی دعوت کا ذکر ہے یا تو اس سے ذات باری تعالیٰ مراد ہے یا اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ مراد ہے۔

المعروف : دین میں ہر امر واجب یا مستحب کو کہتے ہیں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

المنکر : حرام اور مکروہ کو کہتے ہیں جن کا ارتکاب اللہ تعالیٰ سے انسان کو دور کر دے اور اس کا فاعل گناہ گار کوتاہی کرنے والا اور مذموم ہو جاتا ہے۔ جو شخص خود موحد نہ ہو اور دین میں پختگی نہ رکھتا ہو تو اس کے لئے دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کوئی جواز نہیں کیونکہ غیر موحد کبھی غیر اللہ کی اطاعت کی دعوت بھی دے سکتا ہے یونہی غیر مستقیم فی الدین خواہ وہ موحد تو ہو گا لیکن دین میں پختگی نہ ہونے کے باعث کسی ایسے فعل کی دعوت دے گا جو اس کے خیال میں تو معروف ہو گا لیکن حقیقت میں وہ منکر ہو گا یوں ہی وہ کبھی ایسے فعل سے منع کرے گا جو اس کے خیال میں منکر ہو گا لیکن حقیقت میں وہ معروف ہو گا (تفسیر ابن عربی ۱/۲۰۵)

رئیس المفسرین علامہ سید محمود آلوسی رح کی تحقیق

علامہ آلوسی کی تحقیق کا ایک حصہ پہلے تحریر کیا جا چکا ہے جس پر بحث نے طوالت اختیار کر لی تھی اسلئے بقیہ حصہ یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔ علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ امام احمد اور امام ابویعلی نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضرت درہ بنت ابولہب فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ لوگوں میں بہتر کون ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "زیادہ حکم دینے والا اچھائی کا اور زیادہ روکنے والا برائی سے اور زیادہ ڈرنے والا اللہ سے اور زیادہ صلہ رحمی کرنے والا"

روایت کی ہے حضرت حسن نے کہ جس نے حکم دیا معروف کا اور منع کیا

منکر سے تو وہ خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اور خلیفہ ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خلیفہ ہے اللہ کی کتاب کا اور روایت کی گئی کہ تحقیق تم حکم دو گے نیکی کا اور روکو گے تم برائی سے یا ضرور اللہ تعالیٰ تم پر مسلط فرمائے گا ظالم بادشاہ جو تمہارے بزرگوں کی عزت نہیں کرے گا اور تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا اور دعا مانگیں گے تمہارے برگزیدہ لوگ تو ان کی دعا قبول نہیں ہوگی وہ اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کریں گے تو ان کی امداد نہیں کی جائے گی اور امر بالمعروف واجب ہوتا ہے اور مستحب بھی ہوتا ہے مطابق مامور بہ کے یعنی جس چیز کا امر کیا جارہا ہے شرعاً اس کا جو حکم ہے وہی حکم امر کا ہوگا اور نہی عن المنکر بھی اسی طرح ہے۔

(تفسیر روح المعانی ۲۲/۴)

علامہ زمخشری کی تحقیق

چونکہ اب تک کئی مفسرین کی تحقیق ضبط تحریر میں آچکی ہے اور اکثر مفسرین کرام کی تحقیق ایک جیسی ہی ہے۔ اس لئے اب صرف چیدہ چیدہ مقامات تحریر کئے جائیں گے یا جن مقامات میں کسی مفسر کو انفرادیت حاصل ہوگی وہی نقل ہوگی۔

علامہ جار اللہ محمود بن عمر زمخشری نے اپنی تفسیر میں زیر تحقیق آیت کی تفسیر یوں کی ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ افضل جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور جس شخص نے فاسقوں بدکاروں سے دشمنی کی اور اللہ کی رضا کے لئے غصہ کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے غصہ فرماتا ہے یعنی اس کے دشمن پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوتا ہے۔

حضرت حذیفہ سے روایت ہے فرماتے ہیں

لوگوں پر ایک ایسا وقت آئے گا جب انہیں مردار گدھا ایسے مومن سے زیادہ پسند ہوگا جو مومن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے گا۔

CamScanner

یعنی یہ کام کرنے والا مومن لوگوں کو ناپسند ہوگا ۔ حضرت نعمان ثوری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں جب کوئی آدمی ہمسایوں میں محبوب ہو اور بھائی بھی اس کی تعریف کرتے ہوں تو جان لو کہ وہ مداھن ہے یعنی منافق ۔

نہی عن المنکر کے واجب ہونے کی شرطیں

فان قلت شروط الوجوب ۔ علامہ شرائط وجوب بیان کرتے ہیں کہ نہی عن المنکر کے لئے شرائط کیا ہیں ۔ جب یہ گمان غالب ہوجائے کہ یہ شخص گناہ کرنے والا ہے جیسے کہ کسی شرابی کو دیکھے کہ وہ شراب پینے کا ارادہ کرچکا ہے شراب نوشی کے آلات تیار ہوچکے ہیں تو اب اگر دیکھنے والے کا گمان غالب یہی ہے کہ میرے روکنے سے کوئی عظیم فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ نہیں ہے تو ایسی صورت میں اسے اس وقت شرابی کو روکنا چاہئے ۔

علامہ یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ کسی شخص کو منکر سے کیسے روکا جائے فرمایا کہ ابتداء نرمی اور آسان طریقہ سے کرنی چاہئے اور اگر اس سے مقصد حاصل نہ ہو تو درجہ بدرجہ سختی کرنی چاہئے کیونکہ مقصد تو منکر کو روکنا ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ۔

فاصلحوا بینھما دو مسلمان بھائی اگر لڑائی پر آمادہ ہوں تو ان کے درمیان صلح کراؤ پھر فرمایا کہ اگر ان میں سے کوئی ایک صلح پر آمادہ نہیں ہوتا فقاتلوا پھر اس کے ساتھ لڑو یہاں ابتداء صلح کرانے سے کی گئی ہے یعنی فتنہ کو نرم طریقہ سے ختم کرانے کی کوشش کی جائے اور اگر نرمی سے مقصد حاصل نہ ہوتا ہو تو پھر درجہ بدرجہ سختی کا اور آخر کار انتہائی سخت حکم دیا گیا ہے ۔

کسی منکر کو ختم کرنے کے لئے اگر لڑائی کی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ امام یا اس کے خلفاء کا کام ہے اور اس کام کے لئے وہ موزوں ہیں کیونکہ ملکی سیاست کو وہ بہتر جانتے ہیں ۔

نیز ان میں اس کام کی صلاحیت بھی ہے اور قوت بھی۔ کن لوگوں کو امر و نہی کی جاسکتی ہے ہر مکلف اور غیر مکلف جب وہ کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو اسے منع کیا جائے گا جیسے بچے یا دیوانے! بچوں کو حرام چیزوں سے روکا جائے گا تاکہ وہ ان کا دوبارہ ارتکاب نہ کریں جیسے بچوں کو نماز کی تاکید کی جاتی ہے تاکہ وہ نماز کے عادی بن جائیں۔

گناہ سے رکنا اور روکنا دونوں واجب ہیں

مرتکب منکر یعنی جو کوئی خود ناجائز کام کرتا ہے اسے دوسرے شخص کو وہی کام کرتے دیکھ کر منع کرنے کی اجازت ہے یا نہیں۔

جواب یہ ہے کہ گناہ کا مرتکب دوسرے کو گناہ کرتے ہوئے دیکھے تو ضرور منع کرے کیونکہ گناہ سے رکنا اور روکنا دونوں بذات خود واجب ہیں۔ گناہ گار جو گناہ کا ارتکاب کرکے واجب کا تارک بنا ہے اب اگر وہ نہی عن المنکر نہیں کرتا تو دوسرے واجب کا تارک بنتا ہے ایک واجب کا ترک دوسرے واجب کے ترک کو مستلزم نہیں۔ اسلئے نہی عن المنکر سے باز رہ کر وہ دوسرے گناہ کا ارتکاب نہ کرے بلکہ ضرور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے۔ سلف نے فرمایا ہے کہ "مروا بالخیر و ان لم تفعلوا" نیکی کا حکم دو خواہ تم اسے خود نہیں کرتے (تفسیر کشاف ۳۹۶/۱)

علامہ ابی حیان اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔

اس امر کا تعلق ان سے ہے جن سے اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے اور وہ اوس اور خزرج ہیں یہ جمہور کا موقف ہے۔ حالانکہ درحقیقت یہ امر لوس اور

خزرج کے لئے خاص ہے اور تمام مومنین اور ان کے تابعین جو قیامت تک آنے والے ہیں سب کے لئے عام ہے تو یہ خطاب خاص ہے لیکن اس کا حکم عام ہے یعنی اس کا حکم تمام مومنین کے لئے ہے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خطاب عام ہو اور اسمیں اوس و خزرج بھی داخل ہوں ۔ فرماتے ہیں کہ منکم میں من تبعیض کا ہے۔ ضحاک اور طبری فرماتے ہیں دعاء الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسے شخص کے کرنے کے کام نہیں جو خیر۔ معروف اور منکر کا علم نہ رکھتا ہو۔ کیونکہ علم کے بغیر اس امر کی انجام دہی اور قیام کیسے ممکن ہے ۔کیونکہ جاہل تو کبھی منکر کا حکم دے گا اور معروف سے منع کرے گا اور یوں ہی دوسرے آدمی کے مذہب سے لاعلمی کے باعث اسے منکر کا حکم دے گا۔

کیونکہ بعض چیزیں ایک مذہب میں معروف ہوتی ہیں اور دوسرے مذہب میں منکر اب دوسرے شخص کے مذہب سے لاعلمی کے باعث وہ اسے منکر کا حکم دے گا یوں وہ معروف سے نہی اور منکر کے امر کا مرتکب بن جائے گا کبھی سختی کے موقعہ میں نرمی کرے گا اور نرمی کے مقام پر سختی کرے گا ان وجوہات کی بناء پر من تبعیض کا ہوگا۔ اور اس حکم کا تعلق امت کے بعض افراد سے ہوگا جو اس کی انجام دہی کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

زجاج فرماتے ہیں کہ من بیان جنس کے لئے ہے اس کی تائید میں انہوں نے قرآن پاک اور کلام عرب سے کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس حکم کا تعلق تمام امت سے ہوگا۔ اور تمام امت پر فرض ہے کہ وہ تمام انسانوں کو دعوت خیر دیں کفار کو اسلام کی دعوت دیں اور گناہ گار مسلمانوں کو فرمانبرداری کی۔ اس طرح یہ امر فرض کے حکم میں ہوگا۔

جمہور کہتے ہیں کہ یہ فرض کفایہ ہے جب اسے ادا کرنے کے لئے کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوں تو باقی سے یہ فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

فرض امر و نہی کے سقوط کے اسباب میں محققین کا اختلاف

علماء کی ایک جماعت نے کہا کہ یہ فرض عین ہے اور ہر مسلمان پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے جب بھی وہ اس کی انجام دہی پر قادر ہو اسے اس فرض کو ادا کرنا لازم ہے۔ اس میں اختلاف ہے کہ وجوب کن حالات میں ساقط ہوتا ہے۔ علماء کے ایک طبقہ نے تو کہا ہے کہ جان کے اتلاف کے خوف سے یا دیگر نقصانات پہنچنے کے اندیشہ کی وجہ سے وجوب ساقط نہیں ہوتا۔

جان و مال کے نقصان کے باوجود مکلف کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا ہوگا اس مقصد کے لئے اگر اس کی جان جانے یا مال تباہ ہونے کا احتمال ہے تو تب بھی ان کی پرواہ کئے بغیر اس کو یہ کام کرنا ہوگا۔

ایک طبقہ نے کہا ہے کہ جب مار پٹائی یا قید یا ذلت اس وجوب کی ادائیگی کے نتیجہ میں یقینی ہو تو فرض ساقط ہوجائے گا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مستحب کے حکم میں آجائیں گے امر اور نہی قرآن پاک میں مطلق ذکر کئے گئے ہیں۔ لیکن حدیث پاک نے ان کو مقید کردیا ہے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کے ساتھ ان کی تفسیر ہوئی ہے۔ من رائی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان علماء امت سلف و خلف میں سے کسی نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کا انکار نہیں کیا مگر حشویہ فرقہ کے ایک گروہ اور جہال اھلحدیث نے باغی فرقہ کے ساتھ لڑائی کا انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلحہ کے ساتھ کرنے کا بھی انکار کیا ہے۔ باوجود اس کے کہ انہوں نے سنا اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو (قاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللہ) اور ان کا یہ خیال بھی ہے کہ ظالم کو ظلم و ستم اور ایسے شخص کے قتل سے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کیا ہے نہیں روکا جاسکتا۔ اور سلطان کے علاوہ لوگوں کو بھی نہی عن المنکر صرف زبان یا ہاتھ سے یوں کی جاسکتی ہے جس میں اسلحہ کا استعمال نہ ہو

(تفسیر بحرالمحیط ۳/۲۰۔ تفسیر ابی السعود ۲/۶۷)

امام علامہ جلال الدین السیوطی رحؒ کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں (یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ) خیر سے مراد اسلام ہے یعنی بلاتے ہیں اسلام کی طرف (وَیَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَ اُولٰئِکَ) یعنی بلانے والے۔ حکم دینے والے۔ اور روکنے والے۔ (ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) وہی کامیاب و کامران ہیں اور من تبعیض کے لئے ہے کیونکہ جن افعال کا ذکر کیا گیا ہے وہ فرض کفایہ ہیں۔ تمام امت پر لازم نہیں ہیں اور نہ ہی ہر ایک کے لائق ہیں۔ جس طرح جاہل یعنی جاہل کو دعوت الی الخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زیب نہیں دیتا اور ایک قول یہ بھی ہے کہ من زائدہ ہے اور اس صورت میں معنی یہ ہو گا۔ تاکہ ہو جاؤ تم ایسی امت جو خیر کی دعوت دیتی ہے اور معروف کا حکم دیتی ہے اور منکر سے روکتی ہے (تفسیر در منثور ۶۲/۱ تفسیر جلالین ۵۷)

علامہ احمد بن محمد الصاوی رحؒ کی تحقیق

(قولہ الاسلام) علامہ صاوی فرماتے ہیں کہ خیر کی تفسیر علامہ سیوطی نے اسلام کی ہے یہ اسلئے کہ اسلام تمام امور کا مجموعہ ہے اور اس لئے بھی کہ بعد میں یامرون بالمعروف مذکور ہے (قولہ بالمعروف) معروف سے مراد وہ امور ہیں جن کا مطالبہ شارع علیہ السلام نے کیا ہو واجب کے طور پر جیسے پانچ نمازیں والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ۔ صلہ رحمی یا شارع علیہ السلام نے اس کا مطالبہ مستحب کی بناء پر کیا ہو۔ جیسے نوافل نفلی صدقے وغیرہ (وقولہ عن المنکر) منکر سے مراد وہ امور ہیں جن کے کرنے سے شارع علیہ السلام نے ان کے حرام ہونے کی بناء پر منع فرمایا جیسے زنا، قتل، چوری یا مکروہ ہونے کی بنا پر (تفسیر صاوی ۱۶۱/۱) (الفتوحات الالھیہ ۳۰۱/۱)

CS CamScanner

علامہ شاہ عبد العظیمی کی تحقیق

علامہ نے خیر کے متعلق تین اقوال بیان کئے ہیں (یدعون الی الخیر) لوگوں کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں مراد دعوت اسلام ہے۔ یا مسلمانوں کا ایک دوسرے سے الفت و محبت پیدا کرنا۔ بعض کے نزدیک داعی الی الخیر موذن ہیں جو مخلوق کو اللہ کی عبادت کے لئے بلاتے ہیں (تفسیر اثنا عشری ۱۹۸/۲)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ (ھم المفلحون) کی تفسیریوں بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے اعمال کی اور اپنے متبعین کے اعمال کے اجر و ثواب کے باعث کامیاب و کامران ہوئے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ فلاح کا معنی کامیابی اور مقصد حاصل کرلینا ہے۔ فلاح دنیوی یہ ہے کہ نیک بختی کو پالینا جس سے زندگی خوشحال ہوجائے اور فلاح اخروی۔ چار چیزیں ہیں ایسی بقاء جو فنا نہ ہو۔ عزت جو ذلت سے محفوظ ہو۔ ایسی دولت جو فقر سے محفوظ ہو۔ ایسا علم جس میں جہالت کے دخل کا کوئی شائبہ نہ ہو۔ (تفسیر قاسمی ۴/۶۷۱)

علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی تحقیق

زیر تحقیق آیت کریمہ کے الفاظ کی علامہ ابوبکر نے یوں تشریح کی ہے

(الامة) افراد بشر یا ان کے علاوہ اجناس جنہیں جنس یا لغت یا دین کا رابطہ مربوط کئے ہوئے ہو اور ان کے معاملات ایک ہوں۔ اس آیت میں امت سے مراد مجاہدین ہیں اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انجام دینے والے مراد ہیں (الخیر) خیر سے مراد اسلام ہے اور ہر وہ چیز مراد ہے جو انسان کو نفع

دیتی ہو دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی میں ایمان اور عمل صالح کے سلسلے میں (المعروف) معروف ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو شریعت نے بیان کیا ہو اور فرد یا جماعت کی بھلائی کے لئے اسے کرنے کا حکم دیا ہو۔

(المنکر) یہ معروف کی ضد ہے ہر اس چیز کو منکر کہتے ہیں جس سے شریعت نے ضرر اور خرابی کے باعث ہر فرد جماعت کو منع کیا ہو

(ایسر التفاسیر ۱/ ۲۹۷)

سید الفقہاء علامہ الشیخ احمد ملا جیون رحمہ اللہ کی تحقیق

وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ)

علامہ فرماتے ہیں کہ یہ بات علماء کی طے شدہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہیں ان امور کی فرضیت پر دلالت کرنے والی آیات اور احادیث بے حد و حساب ہیں میں نے اس آیت کریمہ کو اس مسئلہ کی مکمل تفصیلی تشریح کرنے کے لئے اس لئے منتخب کیا ہے کہ قرآن پاک میں اس سلسلہ کی آیات میں سے یہ پہلی آیت ہے اور واضح بھی ہے۔ یعنی قرآن پاک میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے اس کے علاوہ اس میں صیغہ امر بعینہ موجود ہے۔ تو ان کی فرضیت اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد "ولتکن" سے ثابت ہوتی ہے کیونکہ یہ امر ہے اور امر وجوب کے لئے ہوتا ہے جب تک کہ کوئی عارض اس کو اپنے حکم سے دوسرے حکم میں منتقل نہ کردے۔ اب فرض کا کفایہ ہونا منکم سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ من یہاں تبعیض کے لئے ہے اور من کا تبعیض کے لئے ہونا مختار ہے۔ ویسے من کا بیانیہ ہونا بھی جائز ہے۔ صاحب مدارک وغیرہ کا یہی قول ہے وہ من کو بیانیہ قرار دیتے ہیں لیکن من تبعیض کا ہے کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فروض کفایہ سے ہیں پھر فرمایا کہ من تبیین کا بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں عبارت یوں ہوگی (ای وکونوا امۃ تامرون) جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

CamScanner

خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اب آیت کا معنی یہ ہوگا۔ ہونا چاہئے تمہارے بعض میں سے ایک گروہ جو بلائیں لوگوں کو خیر کی طرف یعنی اچھے کاموں کی طرف۔ جو شریعت کے موافق ہوں اور حکم دیں نیک کاموں کا۔ معروف کی تشریح یوں بیان فرماتے ہیں وہ چیز جسے شارع علیہ السلام نے پسند فرمایا ہو اور عقل بھی اسے پسند کرے اچھا سمجھے وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ منکر کی تشریح یوں فرماتے ہیں ہر وہ چیز جس کو شارع علیہ السلام نے قبیح سمجھا ہو اور عقل بھی اسے برا جانے۔ معروف وہ ہے جو کتاب و سنت کے موافق ہو اور منکر وہ ہے جو کتاب و سنت کے مخالف ہو یا معروف طاعت یعنی فرمانبرداری کو کہتے ہیں اور منکر گناہ گاری کو کہتے ہیں۔ دعاء الی الخیر عام ہے اور امر و نہی خاص ہیں کفایت کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ مجلس میں سے اگر ایک آدمی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں مصروف ہوجاتا ہے تو باقی تمام اہل مجلس سے فرض ساقط ہوجائے گا لیکن مجلس میں اگر ایک آدمی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے میں مشغول نہیں ہوتا تو تمام اہل مجلس گناہ گار اور فرض کے تارک ہوں گے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے سلام کا جواب ہوتا ہے کہ مجلس میں سے اگر ایک آدمی بھی سلام کا جواب دے دے یا چھینک کا جواب دے دے تو وہ تمام مجلس کی طرف سے کافی ہوگا اور کوئی بھی گناہ گار نہ ہوگا لیکن نماز جنازہ بھی فرض کفائی تو ہے لیکن اس کی صورت مختلف ہے اس میں افراد کی تعداد محلہ یا شہر کی وسعت اور آبادی کے مطابق ہوگی (کیونکہ جنازہ تو ایک فرد سے انجام بھی نہیں پاتا۔ مولف)

هكذا فی تفسیرات الاحمدیہ ۱۴۱ تفسیر روح البیان ۲/ ۳ ۷۔ تفسیر جواہر طنطاوی ۲/ ۱۴۰۔ تفسیر تنویر المقیاس ۵۶۔ کشف الاسرار ۲/ ۲۲۳۔ تفسیر تبصیر الرحمٰن ۱/ ۱۲۲۔ تفسیر الثعالبی ۱/ ۲۹۷۔ تفسیر بیضاوی ۵۳۔ تفسیر المراغی ۲/ ۲۱۔ تفسیر مظہری ۲/ ۱۱۴۔ تفسیر المنار ۲/ ۲۵۔ تفسیر برہان ۱/ ۷ ۲۳۔ معارف القرآن ۲/ ۱۳۲۔ ترجمان القرآن ۱/ ۳۶۹۔ صفوۃ التفاسیر ۱/ ۲۲۱۔ تفسیر سراج منیر ۱/ ۲۳۷۔ فی ظلال القرآن ۱/ ۴۴۴۔ تفسیر محرر الوجیز ۱/ ۴۸۵۔ الدر المصنون ۳/ ۳۳۹۔ الاساس فی التفسیر ۲/ ۸۴۱

حجۃ الاسلام امام ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص رحؒ کی تحقیق

علامہ نے اپنی مشہور کتاب احکام القران میں (باب فرض الامر بالمعروف والنھی عن المنکر) کے عنوان کے تحت زیر تحقیق آیت کریمہ کی بے مثال تشریح کی ہے فرماتے ہیں۔

قال اللہ تعالیٰ (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) یہ آیت دو معنوں پر مشتمل ہے ایک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا واجب ہونا اور دوسرا انکا فرض کفائی ہونا۔ یعنی یہ ہر شخص پر فرض نہیں ہے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے بلکہ جب کوئی دوسرا شخص یہ کام کر رہا ہو تو اس وقت یہ کسی اور پر فرض نہیں ہوتا (ولتکن منکم امۃ) اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ یہ تقاضا کرتی ہے بعض کا، بعض کو چھوڑ کر۔ تو یہ بات دلیل ہے اس کی کہ یہ فرض کفایہ ہے جب بعض لوگ یہ فرض ادا کرنا شروع کر دیں تو باقی سے اس کی فرضیت ساقط ہو جائے گی۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ ہر شخص پر فرض ہے اور کوئی بھی مکلف ایسا نہ ہو گا جو اس کی فرضیت سے باہر ہو وہ (وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ) میں مخرج کلام کو مخرج خصوص کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ دیتے ہیں کہ آیت یغفرلکم من ذنوبکم میں بھی من ہے وہاں بھی بعضیت کا قول کیا جائے تو معنی صحیح نہیں ہو گا بلکہ وہاں یغفرلکم ذنوبکم ہو گا۔ اور معنی ہو گا کہ تمہارے تمام گناہ بخش دیں گے۔ اور اس قول اول کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ جب کچھ لوگ اسے ادا کرنا شروع کر دیں تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے جیسے جہاد مردوں کو غسل دینا ان کو کفن دینا اور ان پر نماز جنازہ پڑھنا اور انہیں دفن کرنا۔ اگر یہ فرض کفایہ نہ ہوتے تو یہ کام کچھ لوگوں کے کرنے سے باقی سے ساقط نہ ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا قرآن پاک میں کئی اور مقامات پر بھی ذکر فرمایا جیسے ارشاد ربی ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) یوں ہی حضرت

CamScanner

لقمان کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا (یَا بُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَ امُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ اصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) اور فرمایا (وَ اِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوْا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ) اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ)

مذکورہ بالا آیات اور ایسی اور آیات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کا تقاضا کرتی ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے کئی درجے ہیں۔اول یہ کہ برائی کو ہاتھ سے یعنی قوت سے روکے بشرطیکہ ہاتھ کے ساتھ روکنے کی طاقت رکھتا ہو اور اگر ہاتھ سے روکنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے اور ایسا کرنے سے اسے اپنی جان ضائع ہونے کا خوف ہے تو اسے زبان کے ساتھ روکنا چاہئے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا اور اسے زبان کے ساتھ روکنے سے بھی جان جانے کا خطرہ ہو تو اسے دل سے برا جاننا چاہئے جیسے کہ حدیث بیان کی ہے عبداللہ بن جعفر بن احمد بن فارس نے فرماتے ہیں کہ ہمیں حدیث پاک سنائی یونس بن حبیب نے وہ فرماتے ہیں مجھے قیس بن مسلم نے خبر دی وہ فرماتے ہیں کہ میں نے طارق بن شہاب سے سنی وہ فرماتے ہیں کہ مروان نے نماز سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا تو ایک شخص کھڑا ہوگیا اور کہا کہ تم نے سنت کی مخالفت کی ہے خطبہ نماز کے بعد دیا جاتا ہے۔

مروان نے کہا فلاں کے باپ یہ طریقہ متروک ہوچکا ہے شعبہ نے کہا کہ مروان بلند آواز آدمی تھا پھر ابوسعید خدری کھڑے ہوگئے اور فرمایا کہ یہ کون آدمی تھا اس نے اپنا فرض پورا کر دیا فرمایا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں جو کوئی برا کام دیکھے تو اسے ہاتھ کے ساتھ روکے اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل کے ساتھ روکے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔ حضرت ابی سعید خدری سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرمارہے تھے تم میں سے جس نے دیکھا ناجائز کام کو اور وہ اسے ہاتھ سے

روکنے کی طاقت رکھتا ہے تو اسے ہاتھ سے روکنا چاہئے اگر وہ اس کی قوت نہیں رکھتا تو اسے زبان سے روکنا چاہئے اور اگر اس کی بھی قوت نہیں رکھتا تو دل سے برا جاننا چاہئے اور یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ برائی کو روکنے کے تین طریقے ہیں طاقت کے مطابق ان پر عمل کیا جائے اگر ہاتھ سے روکنے کی قوت نہیں رکھتا تو زبان سے روکا جائے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل ہی سے برا جاننے سے زیادہ کچھ نہ کیا جائے حضرت عبداللہ بن جریر البجلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی قوم میں اگر گناہ کئے جاتے ہیں اور قوم کے افراد گناہ کرنے والوں سے تعداد میں زیادہ اور قوی ہیں اس کے باوجود اگر وہ گناہ ختم نہیں کراتے تو اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل فرمائے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا نقص جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص دوسرے کو ملتا تو کہتا کہ اللہ سے ڈر اور چھوڑ دے وہ برا کام جو تو کرتا ہے یہ تیرے لئے جائز نہیں پھر جب دوسرے دن وہ اسے ملتا تو اسی شخص کے ساتھ کھاتا پیتا اور بیٹھتا اور وہ گناہ اس کے لئے رکاوٹ نہ بنتا جب بنی اسرائیل نے اس طرح کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آپس میں ٹکرا دیا پھر فرمایا (لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ تا فاسقون)

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا تم ضرور حکم دو نیکی کا اور ضرور روکو برائی سے ضرور روکو ہاتھ ظالم کا اور ضرور ان کو حق پر چلاؤ اور ان کو فرمانبردار بناؤ۔

حضرت ابن مسعود سے ایسی ہی ایک اور روایت ہے لیکن اس میں کچھ عبارت زیادہ ہے اور وہ یہ کہ ضرور مارے گا اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کو بعض پر ضرور پھر تم پر لعنت کرے گا جیسے کہ بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی۔ پس خبر دی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہی عن المنکر کی شرائط

CS CamScanner

میں سے ہے کہ گناہ کرنے والے کو اس فعل بد سے روکو' پھر اگر وہ باز نہیں آتا۔ تو اس کے ساتھ بیٹھنا چھوڑ دو ۔ اور اس کے ساتھ کھانا پینا چھوڑ دو ۔ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تشریح ہے (تریٰ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یَتَوَلَّوْنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا) گناہ پر قائم لوگوں کے ساتھ ان کا کھانا پینا اور ان کے ساتھ بیٹھنا نہی عن المنکر کا ترک ہے۔ ایسا کرنے والا نہی عن المنکر کا تارک ہوگا۔ یعنی یہ ضروری ہے جس کو برائی سے روکے اگر وہ نہیں رکتا اور برائی پر بدستور قائم ہے تو اس کے ساتھ تعلق نہ رکھا جائے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا یا بیٹھنا' اٹھنا ناجائز ہے۔ اگر نہی عن المنکر کرنے والا شخص عاصی سے قطع تعلق نہیں کرتا تو وہ نہی عن المنکر کا تارک ہے۔ گویا اس نے نہی عن المنکر نہیں کی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے۔ (کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ بنی اسرائیل کے کچھ لوگ زبان سے نہی عن المنکر کرتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ) وہ منکر سے نہ روکتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ منکر کے مرتکب کے ساتھ تعلق رکھنے کے باعث ان کا منع کرنا نہ منع کرنے کے برابر ہوگیا۔ ایسی نہی عن المنکر کا اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی مقام اور حقیقت نہیں۔ نہی عن المنکر کے بعد اگر مقصد حاصل نہیں ہوتا تو فرض کی بجا آوری کا تقاضا ہے کہ آمر عاصی کے ساتھ قطع تعلق کرے اور جب تک وہ گناہ سے باز نہیں آجاتا۔ اس کے ساتھ کوئی تعلق نہ رکھے۔ اس کی تائید میں یہ حدیث پاک بھی روایت کی گئی حضرت ابوبکر صدیق نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا کہ :

اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے تو ہو۔ لیکن تم اسے اپنے مقام کی بجائے دیگر مقام میں رکھتے ہو (عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَایَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ) بلاشک ہم نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ فرماتے تھے۔ بے شک جب لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ نہ پکڑیں (بقوت اسے نہ روکیں) تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب میں مبتلا کردے۔

حضرت ابو ثعلبہ سے پوچھا گیا کہ آپ اس آیت (عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ) کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بخدا میں نے اس آیت کے متعلق خبریں

رکھنے والی ذات یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ تم معروف کا حکم دو ۔ اور برائی سے روکو۔ حتی کہ جب تم دیکھو کہ بخل کی فرمانبرداری کی جائے خواہشات نفس کا اتباع کیا جائے۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جائے اور ہر عقل والا اپنی رائے پر فخر کرنا شروع کر دے تو پھر تم کو اپنے وجود کا تحفظ لازمی ہے اور عوام کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ اس کے بعد صبر کے دن ہیں ۔ ان میں صبر یوں مشکل ہو گا جیسے انگاروں کی مٹھی بھر لینا۔ ان دنوں میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کرنے والے کو ۵۰ ایسے آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا جو عمل کر رہے ہیں اس کے عمل جیسا (ہر عامل کو پچاس آدمیوں کا ثواب ملے گا اور وہ بھی ایسا ثواب جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکو کرنے والے کے لئے مخصوص ہو گا) راوی فرماتے ہیں کہ مجھے ایک اور واسطہ سے یہ روایت پہنچی عرض کی گئی کہ یا رسول اللہ ؐ پچاس آدمیوں کے مطابق اسے جو اجر ملے گا وہ پچاس آدمی عامل کے ہمعصروں میں سے ہوں گے ۔ تو حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تمہارے پچاس آدمیوں کے مطابق ایسے شخص کو اجر و ثواب ملے گا ۔ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دو صورتیں ہیں ایک وہ جس میں منکر کو روکنا اور اس کا ازالہ ممکن ہو۔ اس صورت میں یہ ہر اس شخص پر فرض ہو گا جس کو منکر کو روکنے اور ختم کرنے کی طاقت حاصل ہو ایسے شخص پر فرض ہو گا کہ وہ قوت استعمال کر کے منکر کو ختم کر دے قوت کے ساتھ بدی کو بھی روکنے کی کئی اقسام ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ بدی کو روکنا ممکن نہ ہو مگر تلوار کے ساتھ اور منکر کے فاعل پر حملہ کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو تو لازم ہے کہ وہ اسلحہ کے ساتھ اس پر حملہ آور ہو اس کی مثال یہ ہے کہ جس طرح کسی شخص نے اس کو قتل کرنے یا کسی اور کو قتل کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے یا اس کا مال چھیننا چاہتا ہے۔ یا کسی عورت کے ساتھ زنا کرنا چاہتا ہے یا ایسے ہی اقدامات کا ارادہ رکھتا ہے تو ان تمام صورتوں میں اگر بدی سے روکنے والے کو یقین ہے کہ وہ زبانی منع کرنے سے باز نہیں آئے گا۔ اور اسلحہ کے بغیر لڑنے سے بھی وہ باز نہیں آئے گا ۔ تو اس صورت میں اس پر لازم ہے کہ وہ ایسے فاعل منکر کو قتل کر دے اس کی دلیل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے من رائی منکم منکر فلیغیرہ بیدہ

جب ہاتھ کے ساتھ منکر روکنے اور ختم کرنے کی امید نہ رہے اور ایک ہی راستہ باقی رہ جائے کہ برائی پر قائم شخص کو قتل کر دیا جائے تو اس پر فرض ہے کہ وہ اسے قتل کر دے لیکن اگر برائی سے روکنے والے کا ظن غالب یہی ہے کہ اگر فاعل منکر کو قوت سے روکا گیا یا اسلحہ کے استعمال کے بغیر بھی اس کو منکر سے روکا جاسکتا ہے تو ایسی صورت میں اس کا قتل جائز نہیں ہے اگر نہی عن المنکر کرنے والے کا ظن غالب یہی ہے کہ اگر اس نے طاقت کے ساتھ برائی کو ختم کرنے کی کوشش کی یا زبانی طور پر کہا تو فاعل منکر انکار کر دے گا برائی سے باز نہیں آئے گا۔ اور اس کے بعد کوئی اور طریقہ بھی برائی سے اسے باز رکھنے کا باقی نہیں ہے ایک ہی راستہ باقی ہے اور وہ ہے اس کا قتل اب کسی دھمکی یا ڈرانے کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ برائی سے روکنے والے پر اس کا قتل لازم ہے۔ اب اسے بلاتاخیر قتل کر کے اس کے بوجھ سے زمین کو آزاد کرادینا چاہئے۔ ابن رستم نے امام محمد سے بیان کیا کہ ایک شخص نے دوسرے شخص کا سامان چھین لیا تو نہی عن المنکر کرنے والے کو اس کا قتل جائز ہے تاکہ اس سے سامان لے کر مالک کو دے سکے یونہی امام اعظم ابو حنیفہ نے چور کے متعلق فرمایا ہے کہ جب چور نے کسی کا سامان چوری کر لیا۔ تو جائز ہے تیرے لئے کہ اس کا پیچھا کرے اور اگر وہ سامان واپس نہیں کرتا تو اسے قتل کر دے۔

امام محمد اور امام ابو حنیفہ نے اس چور کے متعلق جو گھروں کو نقب لگاتا ہے فرمایا کہ اسے قتل کرنا تیرے لئے جائز ہے اور ایسے شخص کے متعلق فرمایا جو تیرا دانت اکھیڑنا چاہتا ہے اور جگہ بھی ایسی ہے جہاں تیرا کوئی مددگار بھی موجود نہیں ہے تو اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ یہ تمام صورتیں جو ذکر کی گئی ہیں ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ حکم (فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ) اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ لڑائی کا حکم دیا ہے اور یہ حکم ان پر اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تابعداری اختیار نہیں کرتے اور بغاوت اور ناجائز کام جو انہوں نے شروع کر رکھے ہیں انہیں نہیں چھوڑتے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (من رائی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ) بھی اس حکم کی تائید کرتا ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے طاقت کے ساتھ

برائی کو بدلنے اور روکنے کا حکم دیا ہے۔ طاقت کے ساتھ جس طرح بھی ممکن ہو برائی کو روکا جائے اور اگر کسی اور طریقہ سے برائی کو روکنا ممکن نہیں رہا سوائے قتل کے تو نہی عن المنکر کرنے والے پر فاعل منکر کو قتل کرنا لازم ہے۔ تاکہ اسے قتل کر کے برائی کو ختم کر دے۔

فاعل منکر اگر منکر سے باز نہیں آتا تو اسے قتل کر دیا جائے

علامہ فرماتے ہیں کہ ہم نے یہی حکم دیا ہے بھتہ اور جبری ٹیکس لینے والوں کے متعلق وہ جو لوگوں کے مال سے بھتہ اور ٹیکس لیتے ہیں ان کا قتل جائز ہے۔

اور مسلمانوں پر ان کو قتل کرنا واجب ہے لوگوں کو چاہئے کہ ہر شخص ان میں سے جتنے کو قتل کر سکتا ہے کرے انہیں پہلے خوف دلانے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ ایسے کام میں مشغول ہیں جس کی ممانعت کو وہ جانتے ہیں اور اس کے باوجود وہ اسے چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔ اب جس شخص نے پہلے ان کو زبانی منع کرنا ضروری سمجھا اور انہیں منع کیا تو اب اس کے لئے انتظار ضروری ہو گیا کہ وہ دیکھ لے کہ اس کی نصیحت نے ان پر کیا اثر کیا اگر پھر اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ اسکی نصیحت پر عمل نہیں کر رہے تو پھر اس کے لئے ان کا قتل جائز ہو گا۔ یونہی ان کے باوجود ان کا چھوڑنا یعنی ان کا قتل نہ کرنا بھی جائز ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ نہی عن المنکر کرنے والا اگر یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اگر ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ اس صورت میں اس کا ان کو قتل نہ کرنا تو جائز ہے۔ لیکن ان سے بچنا اور ان پر سختی کرنا جہاں تک ممکن ہو اور ان سے علیحدگی اختیار کرنا اس پر لازم ہو گا اور یہی حکم تمام ایسے لوگوں کا ہے جو تباہ کن گناہوں میں مبتلا ہیں اور ان گناہوں پر اصرار کرتے ہیں اور وہ گناہ علی الاعلان کرتے ہیں تو ایسے شخص کا حکم وہی ہے جو علامہ نے بیان کیا کہ ان سے بچنا ان پر سختی کرنا اور ان سے دور رہنا جہاں تک ممکن ہو واجب ہے اور جس گناہ کا وہ ارتکاب کر رہے ہیں اس کو ختم کرنا طاقت سے اور اگر اس کی قوت نہیں ہے تو زبان سے روکے اور نہیں تو برا کہے اور یہ اسی صورت میں واجب ہے جب اسے امید ہو کہ زبان سے منع کرنے سے وہ گناہ سے رک جائیں گے اور اس فعل بد کو چھوڑ دیں گے اور اگر اسے اس کی امید نہ ہو اور اسے گمان غالب یہی ہے کہ وہ نہ مانیں گے کیونکہ انہیں علم ہے کہ وہ ناجائز کام میں مصروف ہیں اور اس علم کے باوجود وہ

بدی کو نہیں چھوڑتے اب اس شخص کو خاموش رہنے کی کوشش کرنی چاہیے یعنی اس کے ساتھ بول چال ختم کر دے اور ان سے دور رہے اور ان سے قطع تعلق کا اظہار کرے۔

کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (فلیغیرہ بلسانہ فان لم یستطع فلیغیرہ بقلبہ) تو اسے زبان سے بدلنے کی کوشش کرے اور اگر اس کی قوت نہیں رکھتا تو اسے دل کے ساتھ بدل دے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم۔ فان لم یستطع اس سے یہ بات سمجھ آرہی ہے کہ اگر وہ لوگ گناہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے تو اس شخص پر لازم ہے کہ وہ دل سے برا جانے۔ اور وہ برا جاننا ظاہر ہو یا خفیہ کیونکہ ان لم یستطع سے معلوم ہو رہا ہے کہ زبان سے اس بدی کا ازالہ ممکن نہ ہو تو اس حال میں اس کے لئے سکوت جائز ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے متعلق. عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ) حکم دو تم نیکی کا اور روکو برائی سے جب تک تمہاری بات تسلیم کی جاتی ہے اور جب تمہاری بات تسلیم نہ کی جائے تو پھر تم پر اپنے نفس کی نگہداشت ضروری ہے۔

حضرت ابی ثعلبہ خشنی کی حدیث جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکم دو تم نیکی کا اور روکو تم برائی سے اس وقت تک جبکہ تم دیکھو۔ بخیل سردار بن جائیں۔ خواہشات کی پیروی ہونے لگے۔ ذلیل لوگ باعزت ہو جائیں۔ ہر صاحب رائے اپنی رائے پر فخر کرنے لگے تو تم پر اپنے نفس کی ذمہ داری باقی رہ گئی اور عوام کے معاملات کو چھوڑ دو یعنی اللہ تعالیٰ زیادہ جانتا ہے جب وہ نصیحت قبول نہ کریں اور خواہشات کی پیروی میں لگ جائیں اور اپنی رائے کی پیروی شروع کر دیں ان کے ان تمام چیزوں کے چھوڑ دینے کے بعد اب تمہارے لئے راستہ کھلا ہے اب ان کو چھوڑ کر صرف اپنے نفس کی حفاظت کرو اور عوام کے معاملہ کو چھوڑ دو اس صورت میں ترک نکیر تمہارے لئے جائز ہو گی۔ اب تم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسے لوگوں کے حق میں فرض نہ رہا۔

حضرت عکرمہ سے روایت کی گئی ہے کہ سیدنا ابن عباس نے ان کو کہا کہ میری اس معاملہ میں مدد کرو تاکہ مجھے معلوم ہو کہ ان لوگوں کے ساتھ گیا ہوا جو اصحاب سبت کو وعظ کرنے سے رک گئے تھے۔ حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ یہ میں آپ کو بتا سکتا ہوں آپ دوسری آیت پڑھیں (اَنجَینَا الَّذِینَ ینھَونَ عَنِ السُّوٓءِ) نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو منع کرتے تھے برائی سے۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے مجھے فرمایا کہ آپ نے صحیح سمجھا ہے اور مجھے حلہ پہنایا۔

حضرت ابن عباس نے اس سے اس بات پر استدلال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ہلاک کیا جنہوں نے خود برے کام کئے اور برائی سے کسی کو نہ روکا۔ جن لوگوں نے بدکاروں کو گناہ سے نہ روکا ان کو اللہ تعالیٰ نے بدکاروں میں شمار کردیا اور اسی عذاب کا شکار بنادیا اس سے یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ جو لوگ بدی کو دیکھ کر خاموش رہتے ہیں اور اسے روکنے کی موثر کوشش نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ ان کو اسی برے کام کرنے والوں میں شمار کرکے ان کو بھی وہی عذاب دیتا ہے۔ جو برے کام کرنے والوں کو دیتا ہے۔

گناہ سے نہ روکنے والا عذاب میں گناہ گار کے برابر ہوگا

علامہ فرماتے ہیں کہ ہماری تحقیق یہی ہے اس وجہ سے وہ لوگ گناہ گاروں کے ساتھ شامل عذاب کئے گئے کہ وہ برے کام کرنے والوں کے برے کام کرنے سے راضی تھے۔ اور انہوں نے مرتکب گناہ کو دل سے برا نہ جانا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام علیھم السلام کے قتل کو حضور علیہ السلام کے زمانہ کے یہودیوں کے ذمے لگاتے ہوئے ان سے قاتل کا خطاب فرمایا۔ حالانکہ یہ تو بہت بعد آنے والے لوگ تھے تو معلوم ہوا کیونکہ یہ یہود اپنے بزرگوں کے انعال پر راضی تھے اور ان سے محبت رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی قتل انبیاء کا مرتکب ٹھہرایا۔

CamScanner

آیت کریمہ (قَدْ جَآءَ کُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ) یونہی دوسری آیت (فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ) ان آیات میں قتل انبیاء کی اضافت حضور علیہ السلام کے دور میں موجود یہودیوں کی طرف کی گئی ہے۔ حالانکہ انبیاء سابقین کو نہ انہوں نے دیکھا تھا اور نہ ہی قتل کیا تھا اس کے باوجود ان کی طرف قتل کی نسبت محض اس لئے کی گئی ہے کہ یہ بھی قاتلین کے فعل پر راضی تھے اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو اصحاب سبت کے ساتھ ملا دیا جنہوں نے اصحاب سبت کو گناہ سے نہ روکا اور یہ ان کے فعل بد پر راضی تھے اور ان کے ساتھ محبت اور تعلق رکھتے تھے اگر کوئی شخص کسی کے فعل بد کو ناپسند کرتا ہے اور دل سے اسے برا جانتا ہے لیکن اسے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو وہ اس فعل بد کرنے والے کی وعید میں داخل نہ ہوگا بلکہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْ

حضرت ابراہیم الصائغ کی نہی عن المنکر کرنے کے باعث شہادت

حضرت ابن مبارک نے فرمایا کہ جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ابراہیم صائغ کے قتل پر پہنچے تو آپ اس قدر روئے کہ ہم نے سمجھا کہ آپ بھی شدت غم سے فوت ہوجائیں گے۔ میں علیحدگی میں آپ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا بخدا ابراہیم بڑا عقلمند آدمی تھا۔ اور میں اس پر ہمیشہ اسی بات کا خوف رکھتا تھا۔ میں نے عرض کی اس کا سبب کیا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ میرے پاس آتا تھا اور مجھ سے سوال کرتا تھا اور وہ اللہ کی اطاعت میں اپنے وجود کو بہت زیادہ مصروف رکھتا تھا وہ انتہائی پرہیز گار تھا۔ اور میں جب اس کو کوئی چیز پیش کرتا تو وہ مجھ سے اس کے متعلق سوال کرتا اور وہ اسے لینا پسند نہ کرتا اور نہ ہی اسے چکھتا بعض اوقات وہ کھانے پر راضی ہوجاتا تو کھالیتا

حضرت امام اعظم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض قرار دیا

ابراہیم صائغ نے مجھ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق

سوالات کئے حتیٰ کہ ہم دونوں اس بات پر متفق ہوگئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کی طرف سے "فرض" ہے۔ پس ابراہیم نے مجھے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے کی بیعت کروں۔ لیکن میں نے انکار کیا پس دنیا اس کے اور میرے درمیان تاریک ہوگئی۔

اس نے کہا کہ کس وجہ سے تو نے مجھے اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ایک حق کی طرف بلایا پھر تو مجھے خود ہی روک رہا ہے۔ تو میں نے اسے کہا کہ اگر یہ کام اکیلا آدمی کرنا شروع کردے تو وہ قتل کردیا جاتا ہے اور وہ لوگوں کے لئے کوئی معاملہ درست نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر اس کام کے لئے اسے مددگار نیک لوگ اور ایسا قائد مل جائے جو اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کرنے والا ہو اور مصمم ارادہ رکھتا ہو تو پھر اس کام کا شروع کرنا صحیح ہے امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ جب بھی میرے پاس آتا تھا تو مجھ سے اس بات کا تقاضا کرتا تھا۔ ایسا تقاضا جیسے نمک، کا قرض خواہ تقاضا کرتا ہے۔ تو میں اسے کہتا کہ یہ کام ایک آدمی کے کرنے کا نہیں اسے انبیاء بھی کرنے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ حتیٰ کہ ان پر لازم کردیا جاتا تھا آسمان سے اور یہ فریضہ دیگر فرائض جیسا نہیں کیونکہ باقی تمام فرائض ایسے ہیں جنہیں آدمی اکیلا ادا کرتا ہے۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اگر کسی اکیلے آدمی نے کرنا شروع کیا تو اس نے گویا اپنے خون کو ضائع کردیا اور پیش کیا اس نے اپنے آپ کو قتل کے لئے۔ تو مجھے اس بات کا خوف ہے کہ اس نے اپنے قتل میں اعانت کی یعنی قتل ہونے کے اسباب خود پیدا کئے۔ کیونکہ جب کوئی شخص کسی کے قتل کرنے کا ارادہ کرے تو اسے قتل ہونے پر جرات نہیں کرنی چاہئے کہ اپنے آپ کو قتل کے لئے پیش کردے بلکہ اس کو انتظار کرنا چاہئے اور قتل ہونے سے بچنا چاہئے۔ ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کیا تھا (اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ - قَالَ اِنِّيْ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ)

پھر وہ مرو چلا گیا جہاں امیر ابومسلم کا دارالخلافہ تھا تو اس نے ابومسلم سے سخت گفتگو کی تو ابومسلم نے اسے گرفتار کرلیا یہ خبر پاکر خراسان کے علماء اور عابد لوگ ابومسلم کے پاس جمع ہوگئے اور ابراہیم کو چھڑالیا تو دوبارہ نہی عن المنکر

کے سلسلہ میں ابراہیم نے ابومسلم سے سخت کلامی کی تو ابومسلم نے انہیں جھڑکا ابراہیم نے پھر سخت کلامی کی۔ پھر حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ میں کوئی چیز اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے تجھ سے جہاد کرنے سے بہتر نہیں جانتا۔ اور ضرور میں اپنی زبان کے ذریعے تیرے ساتھ جہاد کروں گا۔ کیونکہ مجھ میں تیرے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرنے کی قوت نہیں ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ مجھے اس حالت میں دیکھے گا کہ میں تجھے ناپسند کرتا ہوں گا۔ تو اس نے آپ کو قتل کرادیا امام ابوبکر رازی ؒ فرماتے ہیں کہ آیات و احادیث جنکا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں ان سے جب فرضیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجود ثابت ہوچکا ہے اور ہم یہ بھی واضح کرچکے ہیں کہ یہ فرض کفائی ہے جب اس کو اداکرنے کے لئے کچھ لوگ مصروف ہوجائیں گے تو باقی سے اس کی فرضیت ساقط ہوجائے گی۔ تو یہ بھی واجب ہے کہ اس کی فرضیت اور لزوم کے لئے نیک و بد کی تمیز نہ کی جائے۔ کیونکہ کسی انسان نے اگر کچھ فرض ترک کررکھے ہیں تو اس وجہ سے باقی فرض اس سے ساقط نہیں ہوں گے بلکہ باقی فرض بھی اس پر فرض رہیں گے اور ہرایک کا ترک ایک علیحدہ گناہ ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ کسی کا نماز چھوڑ دینا اس سے روزے کے فرض کو ساقط نہیں کرتا یونہی تمام عبادات یعنی ایک فرض کے ترک سے دوسرے کا ترک لازم نہیں آتا ہرفرض اپنے مقام پر جداگانہ اور مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا جب تک کوئی شخص تمام معروف کام نہیں کرتا اور تمام برائیوں سے باز نہیں آتا تو فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس سے ساقط نہیں ہوتا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ افراد نے اکٹھے ہوکر حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ میں آپ کا ارشاد گرامی کیا ہے کہ اگر ہم معروف کو کرنا شروع کردیں۔ حتی کہ کوئی معروف ایسا باقی نہ رہے جس پر ہم عمل نہ کرلیں اور یوں ہم منکر سے بچنا شروع کردیں حتی کہ کوئی ایسا منکر باقی نہ رہے جس سے ہم اپنے آپ کو محفوظ نہ کرلیں۔ (یعنی تمام نیک کام ہم کررہے ہوں اور تمام برے کاموں سے بچے ہوئے ہوں) تو ایسی صورت میں کیا اس بات کی گنجائش ہے کہ ہم امر

CamScanner

بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کریں (یہ فرض ہم سے ساقط ہو جائے) حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حکم دو تم نیکی کا خواہ اس پر تم پورا عمل نہیں کرسکتے ۔ اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کو اور فرضوں کے برابر قرار دیا۔ جیسے ان کو قائم کرنا لازم ہے باوجود واجبات میں کمی کوتاہی کے بھی یونہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر مکمل عمل نہ کرسکنے کے باوجود لوگوں کو انکا حکم دینا اور پابند بنانا ضروری ہے۔

علامہ فرماتے ہیں کہ علماء وفقہاء امت اگلوں پچھلوں میں سے کسی نے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کا انکار نہیں کیا۔ صرف حشویہ گروہ کے لوگوں اور اہل حدیث کے جاہلوں نے باغی گروہ سے جنگ کا انکار کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام میں اسلحہ کے استعمال کی مخالفت کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہا جب اس میں اسلحہ اٹھانے کی ضرورت پیش آئے۔

اور باغی گروہ سے لڑائی کرنے کو ناجائز کہا باوجود اس کے کہ انہوں نے اس سلسلہ میں یہ آیت سن رکھی تھی ۔ فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ

تقاضائے لفظ قاتلوا وجوب قتال ہے وہ سیف سے ہو یا بغیر سیف کے ہو۔ ان لوگوں نے یہ گمان کیا کہ سلطان سے ظلم و جور اور ایسے شخص کا قتل جو اس پر اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے ۔ اس کی بازپرس یا اس پر مواخذہ جائز نہیں ۔ اور غیر سلطان سے بھی اگر ایسے افعال صادر ہوتے ہیں ۔ تو اس کو بھی زبان یا ہاتھ سے زجر کی جاسکتی ہے اسلحہ کا استعمال جائز نہیں ان خیالات کے باعث وہ امت کے لئے شر بن گئے۔

قانون امر و نہی میں عظمت اسلام کا راز پنہاں ہے

اسلام کے مخالفین واعداء کے مزے بن گئے لوگ باغیوں سے لڑائی چھوڑ کر گھروں میں بیٹھ گئے سلاطین سے بازپرس چھوڑ دی گئی ۔ انہوں نے ظلم کے نئے

CS CamScanner

باب رقم کرنا شروع کر دیئے۔ ان حالات نے بدکاروں کو غلبہ عطا کر دیا۔ بلکہ بات ان سے آگے نکل کر مجوس اور اعداء اسلام کے غلبہ تک جا پہنچی۔ حتی کہ سرحدیں پامال ہوگئیں اور ظلم عام ہوگیا اور شہر تباہ ہوگئے اور دین و دنیا ہاتھوں سے نکل گئے۔ بے دینی ظاہر ہوگئی اور زیادتی غلبہ پاگئی اور مذہب ثنویہ خرمیہ اور مزدکیہ ظاہر ہوگئے۔ ان تمام خرابیوں کا ظہور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دینے کے باعث ہوا اور اس لئے بھی کہ ظالم سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنے کو ممنوع قرار دے دیا گیا۔

امر و نہی کرنے کے باعث قتل ہونے والا سید الشہداء ہے

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے "افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر او امیر جائر" افضل جہاد جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ سلطان جائر اور امیر جائر کے الفاظ استعمال فرمائے۔ راوی فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ حسن بن رشید فرماتے تھے کہ میں نے امام اعظم ابوحنیفہ سے سنا کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابراہیم الصائغ کو حضرت عکرمہ کی یہ روایت جو انہوں نے سیدنا ابن عباس سے روایت کی سنائی "عن ابن عباس قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و رجل قام الی امام جائر فامرہ و نہاہ فقتلہ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شہیدوں کے سردار حضرت حمزہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ شخص بھی جو ظالم بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو ظالم بادشاہ نے اسے قتل کر دیا ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ (وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ) اور اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کا ارادہ نہیں رکھتا۔ اس فرمان الٰہی کا تقاضا ارادہ ظلم کی نفی ہے ہر وجہ سے۔ نہ

اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم کرنا چاہتا ہے اور نہ ہی بعض بندوں کا بعض پر ظلم پسند فرماتا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں برابر ہیں نوعیت میں اگر بندوں میں سے کسی کا کسی اور پر ظلم جائز ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا بندوں پر ظلم کرنا بھی جائز ہوتا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ عقل بھی اس میں فرق نہیں کرتی کہ کوئی شخص خود کسی پر ظلم کرے یا کسی کے ذریعے دوسرے پر ظلم کرائے تو یہ دونوں باتیں قباحت میں برابر ہیں۔ لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ظلم کے ایسے دونوں ارادوں کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے۔ اللہ کے فرمان کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔ میں (منکم) کے متعلق کہا گیا ہے کہ اس کے کئی معانی ہیں۔

حسن فرماتے ہیں کہ خیر امت کے بارے میں پہلی کتابوں میں خوشخبری گزر چکی ہے۔ ہم ان میں سے آخری ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والے ہیں۔

بہز بن حکیم اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں انہوں نے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کے متعلق فرمایا تم ستر امتوں کو مکمل کرنے والے ہو اور تم ان سب میں بہتر ہو۔ اور اللہ کے ہاں عزت والے ہو۔ اب اس کا معنی یوں ہو گا کہ "تم بہترین امت ہو"۔ اس بات کی خبر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ان کی کتابوں میں دی ہے جو ان کی طرف نازل ہوئیں۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ کان کا دخول اور امت کا خروج بمنزلہ الا کے ہے بمقدار اس کے دخول کے۔ اور یہ تاکید وقوع امر کے لئے ہے کیونکہ یہ بمنزلہ ماقد کان فی الحقیقۃ کے ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا اور كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا - اس کا حقیقی معنی اس کا وقوع ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ بمعنی حدثتم خیر امۃ ہے۔ خیر امت بمعنی حال ہو گا۔ یعنی تمہاری ابتداء ہی یوں اور اس حال میں ہوئی ہے کہ تم خیر امت تھے۔ اور اب بھی خیر امت ہی ہو۔

یہ آیت اجماع امت کی حجیت پر بھی دلالت کرتی ہے۔ اس کی کئی وجوہ

ہیں۔ ایک یہ کہ خیر امت کا خطاب حقوق اللہ اور فرائض کی پاسبانی کے پیش نظر دیا گیا ہے۔ پھر یہ گمراہی پر کیوں جمع ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ان کا امر بالمعروف کرنا گویا اللہ کے حکم کی بجاآوری ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ منکر سے روکتے ہیں۔ منکر وہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہو۔ اس پر وہ اپنی تعریف نہیں چاہتے بلکہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ کی رضا کی خاطر کرتے ہیں۔ ان باتوں سے معلوم ہوا کہ امت جس کو برا جانے وہ منکر ہے اور جسے اچھا جانے یا جس کا حکم دے وہ معروف ہے اور وہی اللہ کا حکم ہے۔

اس صورت میں یہ حقیقت پنہاں ہے کہ جس پر اجماع نہ ہوسکے وہ ضلال ہے۔ اور جس پر اجماع ہوجائے وہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے (لن یضروکم الا اذی) اس آیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صحت پر دلیل ہے۔ اس آیت میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہود کے متعلق خبر دی ہے اور وہ مومنوں کے دشمن تھے اور وہ مدینہ پاک کے قرب و جوار میں رہتے تھے بنو نضیر بنی قینقاع اور خیبر کے یہودی ان کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ تمہیں نقصان نہ پہنچاسکیں گے مگر زبانی طور پر اور جب بھی وہ تمہارے ساتھ لڑیں گے تو لڑائی سے فرار اختیار کریں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی اسی طرح ہوا اور کسی میدان میں مسلمانوں کے سامنے جم کر نہ لڑسکے یہ اطلاع علم غیب سے تھی۔ مزید تفصیل کے لئے احکام القرآن الجصاص ۲/۳۲۱ ملاحظہ فرمائیں (احکام القرآن للجصاص ۲/ ۳۱۶ تا ۳۲۱

علامہ محی الدین شیخ زادہ کی تحقیق کا خلاصہ

علامہ شیخ زادہ نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر شیخ زادہ علی البیضاوی میں زیر تحقیق آیت کی تفسیر انتہائی بسط و تفصیل سے فرمائی ہے جس کا خلاصہ قارئین کے افادہ کے لئے تحریر کیا جاتا ہے (قولہ تعالی وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ الآیہ) علامہ اس آیت کا پہلی آیت سے ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پہلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے دو عیب بیان فرمائے ایک ان کا ذاتی

کفر جس طرح فرمایا یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لِمَ تَکْفُرُوْنَ دوسرا ان کا لوگوں کو کفر میں ڈالنے کی مذموم کوشش کرنا۔ جس طرح فرمایا یَا اَھْلَ الْکِتَابِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ مَنْ آمَنَ) اس کے بعد خطاب کا رخ ہٹا کر مومنین کی طرف کیا گیا اور انہیں کفار کی فرمانبرداری سے ڈرایا گیا پھر مومنین کو مجامع خیر اور اصول بر کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں پہلے تقوی اور ایمانداری کا حکم دیا "اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ - وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا" یہ احکام تکمیل ذات کے لئے تھے اس کے بعد دوسرا حکم دوسرے لوگوں کے ایماندار اور فرمانبردار بنانے کی کوشش کے لئے دیا فرمایا "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر" فرماتے ہیں منکم متعلق ہے تکن کے اور یہ تبعیضیہ ہے اور من کا بیانیہ ہونا بھی جائز ہے۔

(ووجهه ارتباط هذه الاية بما قبلها) علامہ اس آیت کا ماقبل آیت سے ربط بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو حکم دیا ہے کہ تم ہوجاؤ حکم دینے والے معروف کا اور روکنے والے منکر کے یہ کام اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچتا جب تک معروف کا حکم دینے والا اسے ظالموں اور متغلبین پر نافذ کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ اور یہ قدرت اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک اہل حق و اہل دین کے درمیان الفت و محبت کا رشتہ استوار نہ ہو۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو تفرقہ بازی سے ڈرایا ہے کیونکہ یہ اس فرض کی انجام دہی میں نقص کا سبب ہے۔

(شیخ زادہ علی البیضاوی ا ص ٦٥٧)

علامہ ابی بکر محمد بن عبد اللہ المعروف بابن العربی کی تحقیق

(وَلْتَکُنْ مِّنْکُمْ اُمَّةٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ)

علامہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں چھ مسائل ہیں۔

پہلا مسئلہ :۔ (امتہ) علماء لغت نے اس لفظ کے پندرہ معانی ذکر کئے ہیں اور کچھ نے چالیس تک معانی ذکر کئے ان میں سے ''امت'' کا معنی ''جماعت'' بھی ہے اور ان معانی میں ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ امت کا اطلاق ایسے ایک آدمی پر بھی ہوتا ہے۔جو داعی الی الحق یعنی حق کی طرف بلانے والا ہو۔

دوسرا مسئلہ :۔ یہ آیت اور اس کے بعد کی آیت یعنی ''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس'' یہ دونوں آیتیں دلیل ہیں اس بات کی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہیں۔کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دین کی امداد ہوتی ہے۔اس سے مخالفین پر حجت قائم کی جاتی ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس صورت میں فرض عین ہوجاتا ہے جب کوئی شخص اپنے متعلق یہ جانتا ہو کہ اس میں فکر کی صلاحیت ہے اور جھگڑے مباحثے میں ماہر ہے یا اس کے یہی اوصاف لوگ جانتے ہوں تو اس صورت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اس پر فرض عین ہے۔

تیسرا مسئلہ :۔ (وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ) یہ دلیل ہے اس بات کی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اور ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اسے وہ انجام دے۔اس میں کسی شخص کا عادل ہونا شرط نہیں ہے بدعتیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے عدالت کی شرط عائد کی ہے یعنی جو شخص عادل نہیں وہ اس فرض کو انجام دینے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

علامہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اصول کی کتابوں میں یہ وضاحت کی ہے کہ طاعت کی شرطیں محض دلائل کے ساتھ ہی ثابت ہوسکتی ہیں۔

ہر شخص پر فرض ہے کہ فی نفسہ وہ اطاعت کرے اور اس پر یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص طاعات کو نہیں جانتا اس کو سمجھائے کہ دین میں طاعت اور معصیت کا کیا فرق ہے اور طاعات کونسی ہیں اور معاصی کونسے ہیں اور ہروہ چیز جس کے کرنے سے اس پر گناہ لازم آتا ہو اس سے اس کو منع کرے۔

چوتھا مسئلہ :۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترتیب میں۔

حدیث پاک ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان" علامہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک میں آقا و مولی صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب انداز اختیار فرمایا ہے جو کام آخر میں کرنے کا ہے اس کو پہلے بیان فرمایا۔ یعنی ہاتھ کے ساتھ روکنا حالانکہ ہوتا یوں ہے کہ پہلے زبانی کلامی فاعل منکر کو منع کیا جاتا ہے اور جب وہ اس طرح نہ مانے تو ہاتھ (قوت) کے استعمال کی تب ضرورت پیش آتی ہے ۔یعنی یہ کہ حائل ہو منکر اور اطاعت گزاروں کے درمیان یوں کہ منکر کے مرتکب سے منکر کو علیحدہ کرنے کی کوشش کرے اور اس میں جذب ہونے سے روکے ۔ اور اگر اس کام پر قادر نہیں ہوتا لڑائی اور اسلحہ کے استعمال کے بغیر تو اسے چھوڑ دے کیونکہ یہ کام سلطان کا ہے ۔کیونکہ عوام میں اسلحہ کا استعمال کبھی بڑے فتنہ کا سبب بن جاتا ہے اور ایسے فساد تک پہنچادیتا ہے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بڑھ کر ہوتا ہے ۔

ہاں اگر کوئی بہت بڑا منکر ہے تو اسے ختم کرنے کے لئے اسلحہ کا استعمال جائز ہے ۔ مثلاً کوئی شخص اپنے دشمن کو قتل کرنا چاہتا ہے دیکھنے والا اس چیز پر قادر ہے کہ وہ اسلحہ کے استعمال کے ذریعہ دوسرے شخص کو بچاسکتا ہے تو اس صورت میں اس شخص پر لازم ہے کہ وہ اسلحہ کا استعمال کرکے دوسرے شخص کو قتل ہونے سے بچالے ۔

اسلحہ کے استعمال سے قتل کا ارادہ کرنے والا بھی قتل ہوسکتا ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قتل کا ارادہ کرنے والا چونکہ منکر کا ارتکاب کرنے والا ہے اس لئے منکر سے منع کرنے والے پر شرعاً لازم ہے کہ وہ منکر کو دفع کرنے کے لئے ایسا اقدام کرے خواہ اس میں وہ ظالم جو ارادہ قتل کرچکا تھا مرجاتا ہے تو کوئی حرج نہیں ۔ (ذلک اضعف الایمان)

منکر کو ختم کرنے میں اس کے بعد کوئی اور درجہ نہیں (کم سے کم درجہ یہی ہے) (احکام القرآن ابن عربی ۲۹۶/۱)

علامہ ابن حزم اندلسی ظاہری کی تحقیق

(وفرض علینا تغیر کل منکر) یعنی ہم پر ہر منکر کو بدلنا فرض ہے (احکام فی اصول الاحکام ۲/۳ ۷ ۲)

امام جلیل ابی الفداء اسماعیل بن کثیر رح الدمشقی کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ) تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو مقرر ہو دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے قیام کے لئے (واولئک ھم المفلحون) اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت سے مراد خاص صحابہ رضی اللہ عنھم اور خاص راویان حدیث ہیں۔ یعنی مجاہد اور علماء۔

حضرت ابوجعفر باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی تلاوت کی پھر فرمایا۔ خیر سے مراد قرآن و حدیث کا اتباع ہے۔ یہ یاد رہے کہ ہر انسان پر تبلیغ حق فرض ہے۔ لیکن تاہم ایک جماعت تو خاص اسی مقصد میں مشغول رہنی چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے ہاتھ سے دفع کردے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ کرسکتا ہو تو اپنے دل سے اسے متغیر کردے یہ ضعیف ایمان ہے۔ ایک اور روایت میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں (صحیح مسلم) مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور اچھائی کا حکم کرو گے اور تم ضرور برائی سے روکو گے ورنہ عنقریب اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا۔ پھر گو تم دعائیں کرو لیکن قبول نہ ہوں گی

CS CamScanner

اس مضمون کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جو کسی اور مقام پر ذکر کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

پھر ارشاد ہوتا ہے (وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ) اللہ تبارک و تعالیٰ نے منع فرمایا اس امت کو کہ نہ ہو جاؤ تم پہلی امتوں کی طرح جیسے انہوں نے افتراق اور اختلاف کیا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دیا (تفسیر ابن کثیر ۱/۴۱۸)

صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین رح مراد آبادی کی تحقیق

اس آیت سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت اور اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نیکیوں کا حکم کرنا اور بدیوں سے روکنا بہترین جہاد ہے (خزائن العرفان علیٰ کنز الایمان ۷۵)

علامہ شہاب رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

(قولہ من للتبعیض الخ) علامہ فرماتے ہیں کہ فرض کفایہ خارج میں واقع ہوتا ہے بعض سے۔ اسی لئے من تبعیضیہ لایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حکم بغیر تعین کے صرف بعض پر لاگو ہوتا ہے بلکہ مختار یہ ہے کہ یہ سب پر واجب ہوتا ہے (جس طرح کہ ہم اس کی تصریح کریں گے) اور بعض کے کرلینے سے یہ واجب سب پر سے ساقط ہوجاتا ہے۔ اگر اس واجب کو مکمل طور پر چھوڑ دیا گیا اور کسی نے بھی ادا نہ کیا تو تمام گناہ گار ہوں گے اس کے علاوہ مکلفین پر وجوب کا کوئی اور معنی نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ تبعیض سے مراد بعض پر واجب ہونا مراد ہے تو بعض گناہ گار ہوں گے جن کا

کوئی تعین اور علم نہ ہوگا اور یہ غیر معمولی بات ہے

(حاشیتہ الشہاب علی تفسیر البیضاوی ۳/ ۵۳)

علامہ ابی جعفر محمد بن الحسن طوسی کی تحقیق

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں واجب ہیں۔ اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اکثر متکلمین کہتے ہیں کہ یہ دونوں فرض کفایہ ہیں۔ اور کچھ متکلمین کہتے ہیں کہ یہ دونوں فرض عین ہیں۔ اور یہی صحیح ہے۔ جس طرح کہ ہم بیان کرچکے ہیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سوال کرتا ہے کہ منکر کو روکنے کے لئے اسلحہ اٹھانے کی اجازت ہے تو اس کا جواب یہ ہے ہاں یہ اسی صورت میں جائز ہے جب اس کی ضرورت پیش آجائے اور اس کے علاوہ چارہ کار نہ رہے۔ جب وعظ اور ڈرانے دھمکانے سے مقصد حاصل نہ ہو۔ اور ہاتھ کے ساتھ بھی برائی نہ روکی جاسکے تو پھر اسلحہ استعمال کرنا واجب ہے۔ کیونکہ مقصد برائی کو روکنا ہے اور جب تک برائی کو ختم نہیں کردیا جاتا۔ فرض کی ادائیگی بدستور باقی رہے گی۔ کیونکہ فریضہ جب تک امکان باقی ہو۔ ساقط نہیں ہوتا اور وہ زوال منکر ہے جس کے لئے جہاد لازم ہے۔ اگر محض لڑائی کا ارادہ ہو تو اسلحہ اٹھانا جائز نہ ہوگا برائی کو ختم کرنے کی غرض ہو تو تب اسلحہ اٹھانا اس پر واجب ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے اکثر اصحاب یہ کہتے ہیں کہ برائی کو روکنے کی اس قسم پر عمل کرنا بادشاہ کی اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ جنہوں نے ہماری رائے سے اختلاف کیا۔ وہ بھی دفاع نفس کے لئے بادشاہ کی اجازت کے قائل نہیں ہیں۔

خلجی فرماتے ہیں کہ جب امام یا محتسب نہ ہو تو سب لوگوں کے لئے برائی کو روکنے کے لئے اسلحہ اٹھانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ تو سب کے لئے جائز ہے۔ اور اگر امام یا محتسب ہوں تو پھر ضرورت کے وقت ہی اسلحہ کا استعمال جائز ہے (التبیان فی تفسیر القرآن ج ۲ ص ۵۴۸)

آیت زیر بحث کے تقاضے اور ہمارا عمل

آیت کریمہ (وَلْتَکُنْ مِّنکُمْ اُمَّۃٌ یَّدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) کے متعلق مفسرین کرام کی تحقیق متعدد کتب تفاسیر کے حوالوں کے ساتھ نقل کی گئی ہے اور پوری کوشش کی گئی ہے کہ مفہوم آسان الفاظ میں نذر قارئین کیا جائے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ استفادہ کر سکیں۔ مذکورہ آیت قرآن پاک میں اس سلسلہ کی پہلی آیت ہے۔ اس لئے سنت الٰہی کے مطابق اس میں ترغیب کا پہلو غالب ہے اور حکم میں کافی نرمی ہے۔

مفسرین کرام نے بھی وہی انداز اپنایا۔ اور مسئلہ کو سمجھانے کے لئے ترغیب کا پہلو غالب رہا۔ اس آیت کے بعد متعدد آیات اس مضمون کی باقی ہیں۔ ہر ایک کے موقعہ و محل بحث پر اس کے متعلق گفتگو زیادہ بہتر رہے گی۔ لیکن اتنا عرض کر دینا بے محل نہ ہو گا کہ اس کے بعد آنے والی آیات میں درجہ بدرجہ مذکورہ احکام کے متعلق سخت اور پھر انتہائی سخت احکام موجود ہیں۔ مشیت الٰہی کا تقاضا ہے کہ مسلمان ایک وحدت بن کر رہیں۔ ان میں فرقہ پرستی اور گروہ بندی نہ ہو۔ ان کی آپس میں الفت و محبت ہو اور ایسی الفت و محبت جو محض رضائے الٰہی کی بنیاد پر قائم ہو۔ وہ ایک دوسرے سے تعلق اسلام کے ناطے سے رکھتے ہوں۔ ان کی محبت کا معیار نیکی اور پرہیز گاری اور خشیت الٰہی ہو۔ جو جتنا صالح اور اپنے رب کا جتنا زیادہ مطیع و فرمانبردار ہو۔ اس سے محبت اسی نسبت سے گہری اور پختہ ہو۔ جب اس بنیاد پر قائم ہونے والی محبت و الفت کے رشتوں میں منسلک لوگوں کا ایک گروہ وجود پذیر ہو جائے گا۔ تو ان کی اولین کوشش یہی ہو گی کہ ہمارے باہمی تعلق کا جو محرک ہے اسے قوی سے قوی تر ہونا چاہئے۔ اور وہ الحب لِلّٰہ والبغض لِلّٰہ ہے جس کو پورے معاشرے پر اپنی گرفت مضبوط کرنی چاہئے۔ دنیا میں ہر انسان ہمارے محبوب معبود کا عابد اور پرستار ہونا چاہئے۔ ہمارے خالق و مالک کی نافرمانی کرنے والا سواد ارض پر کوئی نہیں ہونا چاہئے۔ دنیا میں کہیں بھی ہمارے رب کی نافرمانی

نہیں ہونی چاہئے۔ ہر انسان کو اپنے خالق و مالک کا فرمانبردار اور اس کے احکام کی تعمیل میں پوری طرح مشغول ہونا چاہئے۔

اسی گروہ کے افراد جب ان جذبات سے سرشار ہوکر دنیا کے سامنے ابدی اور لازوال تعلیمات کا مجموعہ لے کر انہیں حق کی طرف بلائیں گے انہیں شریف اور شرافت کا دین اور دیانت کا عبد اور عبادت کا امین اور امانت کا سبق دیں گے اور درندگی اور وحشت سے بدی اور بدکاری سے بددیانتی و خیانت سے بدمعاشی و بدزبانی سے لوگوں کو نفرت دلائیں گے۔ اور پاکی و پاکبازی کا علم بلند کریں گے۔ تو سعید روحیں پروانہ وار ان کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اٹھ پڑیں گی۔ یہ دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف کا حسین مظاہرہ ہوگا۔ اور جن پر دعوت خیر کا اثر نہ ہوگا۔ ان کو نہی عن المنکر سے واسطہ پڑے گا۔ پھر طاعت کا انداز کچھ اور ہوگا۔

پھر ہر سرکش کی سرکشی کو اور ہر فرعون کی فرعونیت کو اشجع الناس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شجاعت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور یہ سب خصوصاً آج کے حالات میں تب ہی ممکن ہے کہ اسلام کے وفاشعار سپاہی جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب علیہ السلام کی محبت موجزن ہے۔ جو سمجھتے ہیں کہ ہماری زندگی کا بہترین مقصد اسلام کی سرفرازی ہے۔ انہیں ایک جماعت یا گروہ کی صورت اختیار کرنی پڑے گی۔ تب ہی وہ آج کی ضلالت و گمراہی کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی سب سے اہم قسم پورے معاشرہ کی پاکیزگی ہے۔ انفرادی اور جزوی طور پر بھی اس کے اثرات یقینی برآمد ہوتے ہیں۔ اور اس انداز سے بھی اس کام کو جاری رہنا چاہئے۔ لیکن جب تک معاشرے سے برائی کا قلع قمع نہیں کیا جائے گا۔ مطلوبہ نتائج کا برآمد ہونا مشکل ہوگا۔ بلاخوف تردید اس حقیقت کو واضح کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ آج کے دور میں اور خصوصاً ہمارے ملک میں جہاں گناہوں کی سرپرستی حکومت اور کارپردازان حکومت کررہے ہیں۔ وہاں تو اپنے آپ کو مومن کہلانے والوں پر یہ فرائض مزید سخت ہوجاتے ہیں کہ وہ صالحین کی قوت کو نظم و ضبط اور باہمی ربط و تعلق سے یوں مضبوط کریں، کہ یا تو وہ اسلام کو اقتدار میں لے آئیں۔ اور اگر یہ مشکل ہو تو کم از کم اتنی قوت تو پیدا کرلیں کہ ہر

بر سراقتدار حکومت ان کی خواہش کا احترام کرنے پر مجبور ہو۔ اور اس طرح وہ اسلامی احکام کی بالادستی اور منکرات کو ختم کرنے پر حکومت کو مجبور کرنے کی پوزیشن میں ہوں۔ یہ تو تھی وہ منشاء الٰہی جس کا قدرت ہم سے تقاضا کرتی ہے۔ لیکن جب ہم اپنے پس و پیش کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو عوام اور عامتہ المسلمین کی بات تو کسی شمار میں بھی نہیں، اہل حل و عقد علماء اور مشائخ ان فرائض کی انجام دہی سے یوں بے نیاز ہوچکے ہیں۔ جیسے ایسا کوئی فرض ہم پر عائد ہی نہیں ہوتا، آج از خود یہ فیصلہ کرلینا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق اب ہم ایام صبر میں داخل ہوچکے ہیں۔ اور اب ہم سے یہ فریضہ ساقط ہوچکا ہے۔ قطعاً صحیح نہیں ہوگا۔ ابھی تک وہ حالات نہیں ہیں جن کی بنیاد پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کے سقوط کا فیصلہ کرلیا جائے بلکہ حقیقت میں تو علماء و مشائخ کی بے عملی نے عامتہ المسلمین کو بھی دین کے سلسلہ میں بے حس کردیا ہے۔ کیا آپ بتاسکتے ہیں کہ آج تک کتنے علماء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوئے جام شہادت نوش کرگئے۔ کیا کسی نے دین کے لئے معمولی سی تکلیف بھی گوارہ کی ہے۔ اور وہ مشائخ جن کی تجوریوں میں دراہم کی بجائے دنانیر چھنکتے ہیں، ان کی تجوریاں بھرنے اور ان کی شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کے لئے اگر انہیں مریدین لاکھوں روپے فراہم کرسکتے ہیں۔ تو کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ان کی آواز پر کوئی مرید کان نہیں دھرتا۔ اگر واقعی ان کے ایسے مریدین ہی ہیں تو انہیں مریدین سے دامن چھڑا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سرخرو ہوجانا چاہئے۔ لیکن سانحہ یہ ہے جس کو آپ بھی جانتے ہیں کہ اس ملک کی بھاری اکثریت آج بھی مشائخ سے تعلق رکھتی ہے لیکن مشائخ میں ایک تو وہ نام نہاد اور خود ساختہ مشائخ ہیں جنہوں نے محض ایجنٹوں کے سہارے اس پاکیزہ کام کو حصول منفعت اور جلب زر کا ذریعہ بنایا ہوا ہے ظاہری شان و شوکت اور جھوٹے دعوے غیب کی خبریں اور کالے علم کا سہارا لے کر محض لوگوں کی جیبیں خالی کرتے ہیں۔ ان کا ظاہر و باطن بالکل متضاد ہوتا ہے۔ سبز و سیاہ جبے اور عمامے سجائے گلوں میں تسبیحوں کا ہار ڈالے، اللہ O کی ضربیں لگاتے۔ ایسے بہروپے آج کل آپ کو ہزاروں کی تعداد میں مل سکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لالچ و ہوس کی وجہ سے خلق خدا پر ظلم کرتے اور حرام کھاتے اور لوگوں کو گمراہ کرتے

ہیں۔ ایسے لوگوں کا دین و مذہب صرف روپیہ ہے۔ وہ انتہائی ظالم اور بدباطن لوگ ہیں۔ اور ان کے اعمال کسی شیطان سے کم نہیں ہیں۔ دین سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں ہوتا۔ جن بھوت کا سہارا لے کر لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا ان کا پسندیدہ مشغلہ ہوتا ہے۔

دوسرے نمبر کے وہ لوگ ہیں جن کے آباؤ اجداد واقعی طور پر ولی اللہ تھے۔ان کے آستانوں پر آج بھی ہزاروں لوگ آتے ہیں۔ اور فیض پاتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان محبوب بندوں کی اولادیں جن کی اکثریت علوم دین سے ناواقف اور عمل سے بے بہرہ ہے۔ بعض تو ضلالت و گمراہی کی حدوں میں دور تک جا چکے ہیں۔ اسراف و تبذیر ان کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔ اور بے عملی ان کا شعار ہے۔ ان کی شکل و صورت ان کی سیرت سے بدتر ہوتی ہے۔ لیکن افسوس کہ اس معاشرے میں انہیں صاحبزادہ، پیرزادہ، مخدوم زادہ، جن پیر مکھن پیر کے القابات سے یاد کر کے ان کی بدعملی کا انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ جس کے باعث وہ سدھرنے کی بجائے بگڑ جاتے ہیں اور روز بروز حرام کاریوں میں وہ آگے بڑھتے رہتے ہیں۔

اور قرآن پاک کی اس آیت کا مصداق بن چکے ہیں۔ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔

اور بعض آج بھی اپنے آباء کے نقش قدم پر یوں چلتے ہیں کہ انمیں بھی اکثریت کا یہ حال ہے کہ شکل و صورت اور علم و عمل میں تو وہ اپنے آباء کے حقیقی وارث معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی اکثریت بھی جذبہ قربانی سے تہی دست اور ہر پھسلن پر پھسلتی نظر آتی ہے۔ سیم و زر کی چمک ان کی آنکھوں کو بھی خیرہ کر دیتی ہے۔ عیش و آرام میں یوں مبتلا ہیں کہ دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے اکثر و بیشتر وہ اسلامی اصولوں کی پاسداری نہیں کرتے۔ الا ماشاء اللہ

علماء امت

کاش کہ وہ اپنی اپنی چار چار اینٹ کی مسجد کی بجائے امت صاحب لولاک

میں عشق حبیب کبریا پیدا کرتے امت کو اکٹھا ہونے دیتے 'فرقے اور گروہ بناکر فروعی اختلاف کے چکر میں پوری ملت بیضاء کو تباہ نہ کرتے تو آج اسلام پر اس قدر ضعف اور بے ہمتی کے آثار ہویدا نہ ہوتے گلشن اسلام یوں خزاں زدہ نہ ہوتا۔ اسلام کا جسم یوں لاغر و ناتواں نہ ہوتا۔ عصمت اسلام یوں بے سہارا نہ ہوتی لیکن کون سمجھائے ان حکیمان امت کو جس کے پیچھے چند لوگوں نے اقتداء کرلی وہی اپنے آپ کو وقت کا امام سمجھنے بیٹھ جاتا ہے۔ بے عملی اور نمائش ہم پر یوں تسلط جما چکی ہے کہ ہر پیشگوئی ہر وعید ہم پر چپی آرہی ہے۔ ہر بات میں ہمارا معذرت خواہانہ رویہ ہوتا ہے۔ باوجود علم و فضل کے ہم خود ہی ان احکام پر عمل نہیں کرتے۔ عوام سے کہیں زیادہ لالچ اور ہوس ہم میں موجود ہے۔

اور جب کبھی کوئی ایسی بات کرتا ہے تو ہمارے دوست اور بزرگ یوں برہم ہوجاتے ہیں جیسے واقعی کلام الٰہی کے خلاف کوئی بات ہوگئی۔ کسی نے قرآن کو زمین پر دے مارا کسی نے بیت اللہ پر سنگ باری کردی کسی نے غلاف کعبہ پھاڑ ڈالا اسلام کا جسد انور مجروح ہوگیا۔

اے حکیمان امت۔ خدارا اپنے آپ کو پہچانئے انانیت کے سرابوں سے نکل کر حقیقت آشنا بنئے واقعی اگر ہماری قدرو قیمت اور عظمت قوم کے دلوں میں موجود ہے تو پھر باوجود علم و فہم کے ہم منافقانہ زندگی کیوں گذار رہے ہیں۔ مداہنت ہمارا وطیرہ کیوں بن چکی ہے؟

ہم کس سے شرماتے ہیں اور کس سے ڈرتے ہیں کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا (علی ای وجہ کان) جیسے بھی ہو بہرحال و بہرصورت اور بلاتاخیر ایک منٹ کے اسلامی نظام نافذ کر دیا گیا کا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ ہماری آواز تو مسجد میں بھی پوری طرح نہیں سنی جاتی کہاں ایوان صدر اور کہاں وزیر اعظم ہاؤس۔

ہماری بھاری اکثریت کو تو ان محلات کی زیارت بھی نصیب نہیں اور جب کبھی کسی کو ان کی زیارت کی دعوت مل جاتی ہے تو وہ یوں پھولے نہیں سماتا جیسے اسے دیدار الٰہی ہوتا ہے۔

CamScanner

جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کا احترام اور ان کی خوشنودی کا حصول علماء کا وطیرہ بن چکا ہے اگر یہی حالات جاری رہے اور انہوں نے اپنی روش نہ بدلی تو کیا حالات میں تبدیلی کا امکان ہے۔ جب علماء عزت کا معیار مال و دولت کو قرار دے چکے ہیں تو علم و تقویٰ کے باعث عزت کے تصور کو کون مستحکم کرے گا۔ کیا علماء کے لئے بھی حضور علیہ السلام کے احکام کوئی جاذبیت نہیں رکھتے اور اتباع و اطاعت کے سارے دعوے زبانی اور دکھاوے کے لئے ہیں۔

آخر وہ کیا مجبوری ہے جس کے باعث ہم لِمَ تقولون مالا تفعلون کا مصداق بنے ہوئے ہیں فتویٰ فروشی اور دین فروشی ہمارا کردار ہے چند سکوں کے لالچ میں ہم فتوے بیچتے ہیں ہر فاسق و فاجر کے معاون بنتے ہیں۔ اور امراء کے آلہ کار کی حیثیت سے شرعی احکام کو توڑ موڑ کر پیش کرتے ہیں ہمارا ذاتی عمل بھی عجیب ہے کہ اکثر علماء کے گھروں میں فیشن اور ٹی وی داخل ہوچکے ہیں علماء اپنی اولادوں کو علم دین کی بجائے سکول کالج پڑھاتے ہیں کیا یہی چیز ہی ہماری دین سے بیزاری کی اہم ترین دلیل نہیں ہے۔

آیت زیر تحقیق کے متعلق تین قول سامنے آئے ہیں

۱۔ واجب، ۲۔ فرض کفائی، ۳۔ فرض عین

جیسے پہلے وضاحت آچکی ہے کہ واجب میں کسی کو اختلاف نہیں۔ لیکن فرض کفائی اور فرض عین میں اختلاف ہے۔ فرض کفائی کا قول جن حضرات نے کیا ہے ان کے سامنے امت کے لئے آسانی پیدا کرنا اور جہال کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کا اہل نہ ہونا وغیرہ ایسے امور ہیں جن کے باعث اس فرض کو فرض کفائی کے درجہ میں رکھنا ہی زیادہ موزوں ہے اور اس کی دلیل بھی آیت میں من تبعیض کے قرار دینے سے مل جاتی ہے۔ اور یہ قول

اس لئے بھی زیادہ قوی نظر آتا ہے کہ امت کے ضعیف و ناتواں ۔ معذور افراد پر اس کا اطلاق نہ ہوگا یوں ہی جہال اور کاہل لوگ بھی اس کی تکلیف سے محفوظ رہیں گے چند آدمیوں کے اس میں مشغول ہوجانے سے باقی جم غفیر سے یہ فرض ساقط ہوجائے گا۔

آخری قول فرض عین کا ہے اور اس کے قائلین کے دلائل بھی ذکر کئے جاچکے ہیں۔ فرض عین کی صورت میں ہر فرد امت اس کا مکلف ہوگا اور علیحدہ علیحدہ ہر کسی پر اس کی ادائیگی فرض ہوگی جیسے بھی جس فرد میں اس فرض کی ادائیگی کی صلاحیت پیدا ہو اور وہ اسے ادا کرنے کا اہل ہوجائے تو اسے یہ فرض ادا کرنا لازم ہوجاتا ہے اس میں عورتیں بھی شامل ہوں گی۔

کیونکہ وہ امت میں شامل بلکہ نصف امت ہیں ان کو کسی طرح مستثنیٰ قرار نہیں دیا جاسکتا شرعی احکام کو ملحوظ رکھتے ہوئے جس طرح وہ دیگر فرائض ادا کرتی ہیں اسی طرح ان کو یہ فرض بھی ادا کرنا ہوگا۔ معذور، ضعیف، بیمار لوگوں کے لئے جس طرح دیگر فرائض میں آسانی موجود ہے اسی طرح اس فرض میں بھی ہوگی۔

فرض عین کے قائلین کے دلائل زیادہ وزنی اور حالات کے تقاضوں کے مطابق ہیں اور فرض کفائی کے قائلین کے مقابل اس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے بھی کافی تقویت ملتی ہے جس میں حضور علیہ السلام نے فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ادائیگی کے لئے تین طریقے بیان فرمادیئے ہیں۔ تاکہ ان تین طریقوں سے کسی پر بھی عمل کرلینے والا فرض کا تارک نہ ہو۔

قوی باصلاحیت اور شجاع لوگوں کے لئے برائی کو طاقت سے روکنے کا حکم زیادہ موزوں ہے جبکہ فاعل منکر اگر کوئی بہت بڑا اور جابر و قاہر ہے تو اس کے سامنے زبان سے کہہ دینا بھی افضل جہاد ہے اور آخر میں دل سے برا جاننا تو یہ ہر مسلمان کی ایمانی ضرورت اور ضمیر کی آواز ہوتی ہے خلاف شرع افعال پر وہ کوئی بڑا ہنگامہ نہ بھی کرے تو دل ہی دل میں تو برا جانتا ہی ہے اور یہ حال تقریباً ہر مسلمان کا ہے خواہ یہ ضعیف ترین ایمان کا فعل اور ضعیف آدمی کے ضعف کا ثبوت ہے۔

CamScanner

لیکن پھر بھی ایمان کی علامت ہے اور فرض کی ادائیگی کی آخری اور انتہائی کمزور قسم اس طرح کوئی بھی مکلف حتی کہ ضعیف و معذور لوگ بھی ان تین اقسام میں سے کسی پر عمل کرکے فرض ادا کرسکتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ منشاء ایزدی بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کا تقاضا کرتی ہے اسے واجب یا فرض کفائی میں لانے والے حضرات نے محض تکلف کیا ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی دوسری قرآنی دلیل

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ہو تم بہترین امت جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کی (ہدایت و بھلائی) کے لئے تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے۔

علامہ ابوالفداء حافظ ابن کثیر رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ تعالٰی خبر دے رہا ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے بہتر ہے صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ تم اوروں کے حق میں سب سے بہتر ہو تم لوگوں کی گردنوں میں طوق ڈال کر لاتے ہو اور اسلام کی طرف جھکاتے ہو۔ حضرت ابن عباس مجاہد عطیہ عوفی، عکرمہ، عطاء، اور ربیع بن انس رضی اللہ عنھم فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ اور سب سے زیادہ لوگوں کو نفع پہنچانے والے ہو۔ ابولہب کی بیٹی حضرت درہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ ایک مرتبہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ اس وقت ممبر پر جلوہ افروز تھے۔ حضور کونسا شخص بہتر ہے؟

آپ نے فرمایا سب لوگوں سے بہتر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ قاری

قرآن ہو۔ سب سے زیادہ پرہیزگار ہو سب سے زیادہ اچھائیوں کا حکم کرنے والا ہو۔ سب سے زیادہ برائیوں سے روکنے والا ہو۔ سب سے زیادہ رشتے ناطے ملانے والا ہو (مسند احمد)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ وہ صحابہ ہیں جنہوں نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی صحیح بات یہ ہے کہ یہ آیت ساری امت کو شامل ہے۔ ہاں بے شک یہ حدیث پاک ہے کہ سب سے بہتر میرا زمانہ ہے پھر اس کے بعد اس سے ملا ہوا زمانہ' پھر اس کے بعد والا۔ ایک اور روایت میں ہے۔ وَكَذَالِكَ جَعَلْنَا كُمْ اُمَّةً وَّسَطًا الآیہ (البقرہ ۱۴۳) ہم نے تمہیں بہتر امت بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ تم نے پہلی امتوں کی تعداد کو ستر تک پہنچا دیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک تم ان سب سے بہتر اور زیادہ بزرگ ہو۔ یہ مشہور حدیث ہے۔ امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے حسن کہا ہے۔ اس امت کی افضلیت کی ایک بڑی دلیل اس امت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت ہے۔ آپ تمام مخلوق کے سردار تمام رسولوں سے زیادہ اکرام و عزت والے ہیں۔ آپ کی شرع اتنی کامل و اتنی پوری ہے۔ کہ ایسی شریعت کسی نبی کی نہیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ ان فضائل کی حامل امت بھی سب امتوں سے اعلیٰ و افضل ہے۔ اس شریعت کا تھوڑا سا عمل بھی اور امتوں کے زیادہ عمل سے بہتر و افضل ہے۔ حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ میں وہ نعمتیں دیا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہیں حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مدد رعب سے کی گئی ہے۔ مجھے زمین کی کنجیاں دی گئی ہیں میرا نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا ہے۔ میرے لئے مٹی پاک کی گئی ہے۔ میری امت سب امتوں سے بہتر بنائی گئی ہے (مسند احمد) اس حدیث کی سند حسن ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کرنے والا ہوں۔ جو راحت پر حمد و شکر کریں گے۔ اور مصیبتوں پر طلب ثواب اور صبر کریں گے۔ حالانکہ انہیں حلم و علم نہ ہو گا۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم نے تعجب سے پوچھا کہ بغیر بردباری اور دور اندیشی اور پختہ علم کے یہ کیسے ممکن ہے۔

رب العالمین نے فرمایا میں انہیں اپنا حلم اور علم عطا فرماؤں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہاں پر بعض وہ احادیث بھی بیان کردوں۔ جن کا یہاں ذکر مناسب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری امت میں سے ستر ہزار شخص بغیر حساب و کتاب کے جنت میں جائیں گے۔ جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوں گے۔ سب متفق و متحد ہوں گے۔ میں نے اپنے رب سے عرض کی کہ خدایا اس تعداد میں اور اضافہ فرما۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار اور بھی حضرت صدیق اکبرؓ یہ حدیث بیان کرکے فرمایا کرتے تھے کہ پھر تو اس تعداد میں گاؤں اور دیہاتوں والے بلکہ بادیہ نشیں بھی آجائیں گے۔ (مسند احمد) (تفسیر ابن کثیر ۱/۴۲۰)

علامہ امام فخر الدین رازی کی تحقیق

(کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تومنون باللہ ولو آمن اھل الکتاب لکان خیرالھم منھم المومنون و اکثرھم الفاسقون ط لن یضروکم الا اذی و ان یقاتلوکم یولوکم الادبار ثم لا ینصرون ط

علامہ رازی فرماتے ہیں کہ آیت کی اس ترتیب میں دو وجہیں ہیں۔ اول جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا مومنوں کو بعض چیزوں کے کرنے کا۔ اور بعض سے منع فرمایا۔ اور اس چیز سے ڈرایا کہ وہ اہل کتاب کی طرح سرکش اور گناہگار نہ بن جائیں اس کے بعد بیان فرمایا۔ ثواب اطاعت کرنے والوں کا اور عذاب کافروں کا۔

ان تمام آیات کا مقصد مومنین اور مکلفین کو برانگیختہ کرنا ہے۔ فرمانبرداری اور عبادت پر۔ اور انہیں منع کرنا مقصود ہے۔ سرکشی اور گناہ کرنے سے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوسرے انداز میں مومنین کو برانگیختہ فرمایا'

فرمانبرداری اور عبادت پر فرمایا کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اور اس کا معنی یہ ہے کہ لوح محفوظ میں یہ تحریر ہے کہ تم سب امتوں سے بہتر اور افضل امت ہو۔ اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ تم اس فضیلت کو اپنے اوپر باطل نہ کرو اور اس بہترین صفت کو اپنے آپ سے جدا نہ کرو۔ اور تم پر جو شرعی احکام لازم ہوتے ہیں ۔ ان میں تم مطیع اور فرمانبردار رہو۔

آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں (الاحتمال الرابع) چوتھا احتمال یہ ہے کہ کان بمعنی صار ہو۔ پس اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد (کنتم خیر امۃ) کا معنی یہ ہو گا۔ ہو تم بہترین امت جسے لوگوں کے لئے ظاہر کیا گیا ہے تاکہ تم حکم دو نیکی کا اور روکو تم برائی سے ۔ یعنی ہوگئے تم بہترین امت۔

بسبب اس کے کہ تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے ۔ اور ایمان رکھتے ہو اللہ پر۔

(اُخرِجَتْ لِلنَّاسِ) علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں بھی دو قول ہیں ۔ اول اس کا معنی یہ ہو گا کہ تم ان امتوں میں سے بہترین امت ہو جو امت کی حیثیت سے مختلف زمانوں میں ظاہر ہوچکی ہیں ۔ اب اخرجت للناس کا معنی ہو گا۔ یعنی تم ایسی امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کے لئے حتیٰ کہ اس کی اوروں سے تمیز ہوگئی اور پہچان لی گئی ' اور اس امت اور دیگر امتوں کے درمیان فرق واضح ہوگیا۔

تَامُرُونَ بِالْمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ یہ کلام وہ ہے جس کا پہلے ذکر ہوچکا ہے اور اب یہاں اس کے ذکر سے خیریت کا سبب بیان کرنا مقصود ہے کہ یہ امت کیوں بہترین امت ہے ۔ اس کی علت اور سبب کیا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ زید سخی ہے لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے اور کپڑے پہناتا ہے اور لوگوں کی بھلائی میں ہر وقت مصروف رہتا ہے ۔ یعنی زید کے کریم ہونے کے اسباب یہ ہیں کہ وہ کھانا کھلاتا ہے اور کپڑے پہناتا ہے ۔ اور لوگوں کی امداد کرتا ہے اس کلام کی تحقیق یہ ہے کہ اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہے کہ حکم کا ذکر جو اپنے مناسب وصف کے ساتھ ملا ہوا ہو۔ تو یہ دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ وہ حکم معلل ہو گا۔ اسی وصف

کے ساتھ اب جہاں پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد وصف خیریت ثابت ہوگا۔ اسی امت کے لئے پھر ذکر فرمایا۔ بعد اس حکم کے اور ان طاعات کے اور وہ طاعات امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ایمان باللہ ہیں۔ پس واجب ہو گیا اس وصف خیریت کا معلل ہونا۔ ان عبادات کے ساتھ یعنی وصف خیریت کے اسباب و علل یہ تین چیزیں ہیں یہ ہونگی تو وصف خیریت کا حکم کیا جاسکے گا اور اگر یہ نہ ہوں گی تو وصف خیریت کا حکم نہیں دیا جاسکے گا۔ یہاں پر کئی سوالات ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر اور ایمان باللہ یہ کیوں تقاضا کرتی ہیں کہ یہ امت ان صفات کے باعث تمام امتوں سے بہتر ہو۔ حالانکہ یہ صفات تو تمام امتوں میں پائی جاتی تھیں۔

جواب :۔ حضرت قفال فرماتے ہیں کہ پہلی امتوں پر اس امت کو یہ فضیلت اس لئے حاصل ہوئی ہے کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت سخت طریقہ سے کرتی ہے۔ اور وہ سخت طریقہ جہاد (لڑائی) ہے۔ کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کبھی دل کے ساتھ ہوتا ہے۔ کبھی زبان کے ساتھ اور کبھی ہاتھ کے ساتھ، ان میں سے زیادہ قوی وہ ہے۔ جو جہاد کے ساتھ ہو۔ کیونکہ قتل کی وجہ سے اپنے وجود کو خطرے میں ڈالنا ہوتا ہے۔ (لڑائی یا اسلحہ کا استعمال، کسی کو قتل کرنا آسان کام نہیں۔ بسا اوقات کسی کو قتل کرنے کی کوشش کرنے والا خود قتل ہوجاتا ہے) دین حق میں سب سے بڑا "معروف" توحید و نبوت پر ایمان ہے۔ منکرات میں سے سب سے بڑا منکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر ہے۔ تو جہاد دین میں اٹھانے والا ہوگا۔ بہت بڑے نقصان دینے والی چیز کو اس غرض کی بنیاد پر کہ دوسرا آدمی بڑے منافع تک پہنچ سکے۔ اور اسے چھٹکارا حاصل ہو۔ بڑی نقصان دینے والی چیز سے جہاد کفر کو دفع کرتا ہے۔ جو بہت بڑی نقصان والی چیز ہے اور جہاد بڑے منافع تک پہنچاتا ہے۔ وہ نقصان دینے والی چیز کفر ہے۔ اور فائدہ دینے والی چیز اسلام ہے۔ اس طرح ثابت ہوا کہ جہاد اعظم عبادات میں سے ہے۔ اور جب جہاد کا معاملہ ہماری شریعت میں تمام شریعتوں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ تو بلاشبہ یہ سبب بن گیا۔ اس امت کی فضیلت کا تمام امتوں پر اور یہ معنی ہے۔ اس روایت کا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہ جنہوں نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ کہ کنتم خیر امة

اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ هُمْ - تم بہترین امت ہو جو ظاہر کی گئی ہے لوگوں کے لئے حکم دیتے ہو تم لوگوں کو اس چیز کا کہ وہ شہادت دیں - کہ نہیں ہے - کوئی معبود برحق مگر اللہ اور عمل کریں - اس پر جو نازل کی ہے - اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان احکام کو تسلیم کرانے کے لئے جہاد کریں -

لا الہ الا اللہ سب سے بڑا معروف ہے - اور اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا سب سے بڑا منکر ہے -

فائدہ :- حضرت نقال فرماتے ہیں کہ کوئی انصاف پسند آدمی دین کے معاملہ میں لڑائی کا انکار نہیں کرتا - کیونکہ اکثر لوگ اپنے دینوں سے محبت کرتے ہیں - اور الفت و عادت کی وجہ سے جو دلائل ان پر وارد ہوتے ہیں - ان کی پرواہ نہیں کرتے - جب کسی کو دین میں قتل کے خوف سے داخل ہونے پر مجبور کر دیا جائے اور وہ قتل کے خوف سے دین میں داخل ہوجائے تو پھر آہستہ آہستہ اس دین باطل کی محبت اس کے دل میں کم ہوتی جائے گی - اور لازماً اس کے دل میں سچے دین کی محبت قوی ہوتی جائے گی - یہاں تک کہ وہ دل و جان سے دین حق میں داخل ہوجائے گا - اور دائمی عذاب کے استحقاق سے بچ کر دائمی ثواب کا حقدار بن جائے گا -

دوسرا سوال :- اس آیت کی ترکیب پر سوال ہوتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو آیت میں ایمان باللہ پر کیوں مقدم کیا گیا ہے - حالانکہ ایمان باللہ تو سب سے ضروری ہے ضروری تھا کہ اس کو تمام طاعات سے پہلے ذکر کیا جاتا -

جواب :- ایمان باللہ تمام امتوں کے درمیان امر مشترک ہے ' جب یہ تمام امتوں کے درمیان مشترک ہے - تو اس سے کسی امت کو دوسری امت پر فضیلت دینا صحیح نہیں تھا ' اس لئے اس امت کی تخصیص میں یہ موثر نہ ہوسکتا تھا - بلکہ یہ خصوصیت حاصل کرنے کے لئے موثر یہ ہے کہ یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بہت قوی ہے - تمام امتوں میں سے اس طرح خیریت کے حصول میں موثر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہوا - اور ایمان باللہ شرط ہے اس موثر کی تاثیر کے لئے اس حکم میں کیونکہ جب تک

ایمان نہ ہو گا۔ طاعات میں سے کوئی چیز نقصان نہیں دے سکتی۔ جو موثر ہو صفت خیریت میں۔ پس ثابت ہوا کہ سبب اس فضیلت کا ان کا آمر بالمعروف اور ناھی عن المنکر ہونا ہے اور ان کا ایمان تو یہ شرط تاثیر ہے۔ موثر اور اثر کاملا ہوا ہونا شرط تاثیر سے زیادہ ضروری ہے۔ اس سبب سے مقدم کیا اللہ تبارک و تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ایمان سے۔ (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۲۷)

امام ابی جعفر محمد بن جریر الطبری رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ

علامہ طبری فرماتے ہیں کہ اس آیت کی تاویل میں اہل تاویل نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا کہ خیر امتہ سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے مکہ پاک سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ہجرت کی مکہ سے مدینہ کی طرف۔ حضرت سدی روایت کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا "انتم" تو اس میں ہم تمام شامل ہوجاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کنتم) تو اس سے خاص صحابہ کرام مراد ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے ان صحابہ رضی اللہ عنہم جیسے اعمال کیے

حضرت قتادہ بیان فرماتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا کہ ایک حج کے موقعہ پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب لوگوں کو بے جا اور برا رویہ کرتے ہوئے دیکھا تو یہ آیت پڑھی (کنتم خیر امة) پھر فرمایا اے لوگو! جو پسند کرتا ہے کہ اس امت میں ہو تو اسے اللہ تعالیٰ کی شرطیں پوری کرنی چاہئیں۔ (یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کئے بغیر کوئی شخص خیر امتہ میں شامل نہیں ہوسکتا)

CamScanner

جن اہل تاویل نے اس آیت کا یہ معنی کیا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ " جب تم ان شرطوں کو پورا کرنے والے ہو جاؤ۔ جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ذ اس وقت اس آیت کی تاویل یہ ہوگی۔ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ تمہیں ظاہر کیا گیا ہے لوگوں کے لئے تمہارے زمانہ میں (یعنی بطور خیر امت اس زمانہ کے لوگوں کے لئے ان شرائط پر عمل کرنے والوں کو ظاہر کیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص خیرامت کی صفت سے موصوف امت میں اس وقت تک شامل نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عائد کردہ شرائط برائے خیر امت کو پورا نہیں کرتا۔) اس معنی کے قائلین کے دلائل حضرت مجاہد سے روایت ہے فرماتے ہیں (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ اس شرط پر کہ تم حکم دو معروف کا اور روکو برائی سے اور ایمان لاؤ اللہ پر۔ حضرت مجاہد کی دوسری روایت ہے۔ فرماتے ہیں (کنتم خیر امۃ) تم لوگوں میں سے بہترین انسان ہو لوگوں کے لئے اس شرط پر کہ تم حکم دو نیکی کا اور روکو برائی سے اور ایمان رکھو اللہ پر۔ فرماتے ہیں کہ اپنے زمانہ کے لوگوں میں بہتر آدمی ہونا مقصود ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ (ولقد اخترنا هم على علم على العالمين)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) تم لوگوں میں سے بہترین ہو لوگوں کے لئے تم انہیں زنجیروں میں جکڑ کر لاتے ہو اور اسلام میں داخل کرتے ہو۔

حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی (خير الناس للناس) لوگوں میں سے بہتر ہو لوگوں کے لئے (تفسیر ابن جریر طبری ج ۴ ص ۴۳)

علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

(كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ علامہ قرطبی فرماتے ہیں۔ کہ (كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ میں

تین مسائل ہیں۔

اول :۔ ترمذی نے روایت کی ہے بہز بن حکیم سے وہ اپنے والد اور دادا سے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے آپ فرمارہے تھے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس) تم مکمل کرنے والے ہو ستر امتوں کے۔ تم ان میں سے بہتر ہو اور عزت والے اللہ تعالیٰ کے ہاں'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگوں میں سے بہتر ہیں۔ لوگوں کے لئے کھینچ لاتے ہیں۔ انہیں زنجیروں سے اسلام کی طرف۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے ہجرت کی مکہ سے مدینہ کی طرف اور حاضر ہوئے غزوہ بدر اور حدیبیہ میں حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا جنہوں نے عمل کئے ان کی طرح تو وہ ان کی مثل ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ وہ لوگ حضور علیہ السلام کی امت ہیں یعنی ان میں سے صالحین اور اہل فضل اور وہی لوگ گواہ ہوں گے لوگوں پر قیامت کے روز جس طرح کہ گذرچکا ہے سورۃ البقرہ میں اور مجاہد نے فرمایا۔(کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ) ان شرائط کی بنیاد پر جو مذکور ہیں۔ آیت میں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی کنتم یعنی تم لوح محفوظ میں خیرامت تھے۔ بعض نے کہا کہ جب سے تم ایمان لے آئے خیرامت ہو گئے بعض نے کہا کہ یہ حضور علیہ السلام اور آپ کی آمد کی بشارت میں فرمایا گیا۔ اب معنی یہ ہوگا۔ ہو تم ان لوگوں کے نزدیک جو تم سے پہلے گذرے ہیں۔ اہل کتاب سے بہتر امت۔ اخفش نے کہا مراد اہل امت ہیں یعنی بہتر اہل دین۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فرمایا کھینچ لاتے ہو لوگوں کو زنجیروں سے اسلام کی طرف۔ نحاس کہتے ہیں اب تقدیر آیت یہ ہوگی (ہو تم لوگوں کے لئے خیرامت) اور تقدیر عبارت حضرت مجاہد کے قول پر یہ ہوگی۔ ہو تم بہترین امت جب تم حکم کرنے والے ہو معروف کا اور روکنے والے ہو منکر سے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی امت خیرامت اس لئے ہوگی کہ ان میں مسلمان اکثر ہیں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان میں ظاہر کرتے ہیں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ حضور علیہ السلام کے صحابہ کے لئے ہے۔

CamScanner

جس طرح کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تمام لوگوں سے بہتر میرا زمانہ ہے یعنی وہ لوگ کہ جن میں، میں بھیجا گیا ہوں۔

دوئم :۔ جب نص قرآنی سے یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ امت تمام امتوں سے بہتر ہے تو روایت کی علماء کرام نے حدیث عمران ابن حصین سے وہ نبی کریم ؐ سے روایت کرتے ہیں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتر لوگوں میں سے میرا زمانہ ہے۔ پھر وہ جو اس کے قریب پھر وہ جو اس کے قریب ہے۔ یہ حدیث پاک دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اول ان لوگوں کا بہتر ہے بعد والوں سے اور بڑے علماء نے بھی یہی کہا ہے اور بلا شک جس شخص نے مجلس پائی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور زیارت کی آپ کی خواہ عمر میں ایک دفعہ کیوں نہ ہو وہ افضل ہے ان سے جو اس کے بعد آئے اور بلا شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی فضیلت کا مقابلہ نہیں کرسکتا کوئی عمل۔

ابو عمرو بن عبدالبر فرماتے ہیں کہ کبھی صحابہ ؓ کے بعد آنے والا صحابہ میں سے بعض میں سے افضل ہوتا ہے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان (خیر الناس قرنی) یہ اپنے عموم پر نہیں ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرن وہ ہے جو جمع کرتا ہے فاضل اور مفضول کو، کیونکہ قرن میں تو منافقین بھی شامل تھے۔ جو ایمان کا اظہار کرتے تھے حالانکہ وہ مومن نہ تھے اور اہل کبائر جن پر یا ان کے بعض پر شرعی حدیں قائم ہوئیں۔ اور کہا گیا ان سے چور شرابی، زانی کے متعلق تم کیا کہتے ہو اور فرمایا حضور علیہ السلام نے متوجہ فرماتے ہوئے جو اس زمانے میں موجود تھے (لاتسبوا اصحابی) میرے صحابہ کو برا بھلا نہ کہو اور حضور نے حضرت خالد بن ولید کو حضرت عمار کے متعلق فرمایا اسے گالی نہ دے جو تجھ سے بہتر ہے۔ اور روایت کی حضرت ابو عمامہ ؓ نے حضور نبی کریم نے فرمایا کہ خوشخبری ہے اس کے لئے کہ جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات دفعہ خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ مسند ابوداؤد الطیالسی میں ہے۔ زید بن اسلم اپنے والد سے اور وہ حضرت عمر ؓ سے روایت کرتے ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ہم حضور علیہ التحیہ والتسلیمات کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم جانتے ہو کونسی مخلوق ایمان میں افضل ہے۔ ہم نے عرض

کی۔ ملائکہ آپ ؐ نے فرمایا یہ ان کا حق ہے۔بلکہ ان کے علاوہ بتاؤ ہم نے عرض کی انبیاء آپ ؐ نے فرمایا کہ یہ ان کا حق ہے۔بلکہ ان کے علاوہ کے متعلق بتاؤ۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایمان کے معاملہ میں وہ لوگ افضل ہیں تمام مخلوق سے جو مردوں کی پشتوں میں ایمان لائے مجھ پر اور انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ۔انہیں ایک ورق ملا تو اس میں جو کچھ لکھا تھا اس پر انہوں نے عمل کرنا شروع کر دیا۔ پس وہ لوگ ایمان کے معاملہ میں تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

صالح بن جبیرابی جمعہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !کیا کوئی ہم سے بھی بہتر ہے۔" آپ نے فرمایا۔ ہاں ایک ایسی قوم جو تمہارے بعد آئیں گے تو پائیں گے کتاب جو دو گتوں (تختیوں) کے درمیان ہوگی۔پس ایمان لے آئیں گے اس پر جو کچھ کہ اس میں لکھا ہو گا۔ اور ایمان لے آئیں گے مجھ پر حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہ ہو گا۔

حضرت ثعلبہ خشنی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک تمہارے آگے ایسے دن ہیں ان میں دین پر صبر کرنے والا یوں ہو گا جیسے انگاروں سے مٹھی بھرنے والا۔ اس وقت عمل کرنے والے کو پچاس ایسے آدمیوں کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ جو اس کی طرح کے عمل میں مصروف ہیں۔ عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منہم) کیا ان پچاس آدمیوں کے برابر ان کا عمل ہو گا جو ان میں سے ہوں۔ تو حضور نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم نے فرمایا"بل منکم" بلکہ تم میں سے جو لوگ اس عمل میں مصروف ہیں۔ ان کے پچاس کے برابر ان کو ثواب دیا جائے گا۔ (یعنی پچاس صحابہ کرام کے برابر)

فرماتے ہیں کہ بعض محدثین نے (بل منکم) کے متعلق سکوت (خاموشی) اختیار کیا ہے۔ اور اس کو ذکر نہیں کیا۔اور سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس قول (کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تاویل میں فرمایا جس نے تمہارے جیسا عمل کیا۔ وہ تمہاری طرح ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ احادیث میں کوئی تعارض نہیں اول خصوص پر ہے۔ اور اس باب کی احادیث

کی توجیہہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو اس لئے فضیلت دی گئی کیونکہ وہ لوگ غریب تھے۔ ایمان میں کفار کی کثرت کے باعث اور کفار کی طرف سے مظالم پر صبر اور دین کو تھامے رکھنے کے باعث۔ اور اس امت کے آخری لوگ جب قائم کریں دین کو اور اس سے وابستہ رہیں اور صبر کریں اپنے رب کی بندگی پر وقت ظاہر ہونے شر اور فسق اور ہرج اور گناہوں کے اور کبائر کے اور جب یہ تمام چیزیں ظاہر ہوں گی تو.اس وقت غرباء ہوں گے اور صاف ستھرے ہوں گے۔ ان کے اعمال جس طرح کہ امت کے پہلے لوگوں کے اعمال تھے۔ اور حضور علیہ السلام کی یہ حدیث پاک بھی اسی حقیقت کو واضح کرتی ہے۔ (بدالاسلام غریبا وسیعو د کما بدافطوبی للغرباء) ظاہر ہوا اسلام غریب اور عنقریب لوٹے گا جس طرح کہ ظاہر ہوا۔ اور خوشخبری ہے غریبوں کے لئے حضرت ابی ثعلبہ کی حدیث بھی اسی حقیقت کی شاہد ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بھی اس حقیقت کو بیان کررہی ہے۔ امتی کلمطرلایدری اولہ خیر او آخرہ) میری امت کی مثال بارش کی ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا اول بہتر ہوگا یا آخیر۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے یوں روایت کی ہے مثل امتی مثل المطر لایدری اولہ خیر عن آخرہ) روایت کی گئی ہے کہ عمربن عبدالعزیز جب خلیفہ بنے تو انہوں نے سالم بن عبداللہ کو لکھا کہ مجھے عمربن خطاب کی سیرت لکھو۔ تاکہ میں اس پر عمل کروں پس سالم نے عمربن عبدالعزیز کو لکھا اگر تو نے سیرت عمر پر عمل کیا تو تو سیدنا عمرؓ بن خطاب سے افضل ہے۔ کیونکہ تیرا زمانہ عمر کے زمانے جیسا نہیں۔ اور تیرے ساتھی عمرؓ کے ساتھیوں جیسے نہیں اور عمربن عبدالعزیز نے فقہائے زمانہ کو یہی کچھ لکھا تو ان تمام نے اس کو سالم و الاجواب لکھا۔ بعض بڑے علماء نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد (خیر الناس قرنی) کا معارضہ کیا ہے۔ حضور علیہ السلام کے اس ارشاد سے لوگوں میں سے بہتر وہ ہے۔ جس کی عمر لمبی ہوئی اور عمل اچھا ہوا۔ اور لوگوں میں سے برا وہ ہے۔ جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس نے برے عمل کئے۔ ابو عمر فرماتے ہیں یہ احادیث تقاضا کرتی ہیں ساتھ تواتر طرق اور حسن کے برابری درمیان اول اس امت کے اور آخر اس امت کے۔ اور وہ روایات جو پہلے گزر چکی ہیں۔ ایمان عمل صالح زمانہ فاسد میں وہ جو اٹھالئے جائیں گے اس میں اہل علم اور اہل دین

CamScanner

اور کثیر ہوجائے گا۔ اس میں فسق اور ہرج اور ذلیل ہوں گے مومن اور عزت ہوگی بدکاروں کی۔ لوٹے گا دین غریب کہ جس طرح ظاہر ہوا غریب اور ہوگا قائم جیسے مٹھی بھرنے والا انگاروں کی پس برابر ہوگی اول اس امت کی آخر کے ساتھ فضیلت عمل میں۔ مگر اہل بدر اور حدیبیہ (کیونکہ ان کے مراتب عظیم ہیں)

سوئم :۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) یہ تعریف ہے اس امت کی جب تک کہ وہ قائم رکھیں ان احکام کو اور متصف ہوں ساتھ اس کے۔ پس جس وقت چھوڑ دیں تغییر کو اور ہمیشہ رہیں منکر پر تو زائل ہوجائے گا ان سے اسم مدح۔ اور لاحق ہوجائے گا۔ انہیں اسم ذم اور ہوگا۔ یہ سبب ان کی ہلاکت کا۔ علامہ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیلی بحث سورت کے اول میں گزرچکی ہے (تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۷۰)

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ کی یہ دوسری آیت تھی جس کی تفسیر کے لئے چند بلند پایہ مفسرین کی تحقیق نقل کی گئی ہے۔ جس سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کا اندازہ کرنا کوئی مشکل نہ رہا۔ پہلی آیت میں فرض کفائی کے متعلق جو ائمہ مفسرین نے زور دیا تھا۔ اس کی وجہ "ولتکن اور منکم" کے الفاظ تھے۔ "من" کو تبعیض کا قرار دینے سے ثابت ہوتا تھا۔ کہ یہ حکم فرض کفائی ہے۔ اور اس سے مقصد کچھ افراد کا اس کی انجام دہی کے لئے مصروف ہونا ہے۔

لیکن اس دوسری آیت میں پوری امت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی فرض قرار دے دی گئی ہے۔ اور اس میں بلا عذر شرعی کسی مکلف کے لئے کوئی نرمی نہ چھوڑی گئی۔ ہر فرد امت پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے اپنی ہمت کے مطابق وہ اسے ادا کرنے کا پابند ہے۔ اور اگر وہ اسے ادا نہیں کرتا تو سخت گنہگار اور فرض کا تارک ہوگا۔ اس آیت کریمہ میں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو خیرامت فرما کر اسے وہ

اعزاز عطا فرمایا۔

جس اعزاز کی قیمت امت کا ہر فرد سو سو دفعہ اپنی جان خالق لایزال کے نام پر قربان کرکے بھی ادا نہیں کرسکتا۔

خیر امت کا اعزاز واقعی ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ پوری نسل انسانی اور ستر امتوں میں اس اعزاز کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حقدار بنایا۔ یعنی اس انعام کا مستحق اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بنایا۔

اس عظیم و حسین خطاب سے نواز کر ایک بڑی ذمہ داری بھی ہم پر ڈال دی۔ اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عظیم بوجھ ہے۔ واقعی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اسی کو ادا نہ کرنے کے باعث بنی اسرائیل کو ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیشہ کی ذلت ان کے حصہ میں آگئی۔ ان کی صورتیں مسخ ہوگئیں۔ راندۂ درگاہ بن گئے۔ انسانی شکل و صورت سے محروم ہوکر دنیا بھر کے ذلیل ترین جانوروں کی شکلیں اختیار کرگئے۔ دنیا و آخرت میں خاسر ہوگئے اور قہر خداوندی کا نشانہ بن گئے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پہلو تہی انسان کی دنیا و آخرت کی تباہی ناکامی و نامرادی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تیسری قرآنی دلیل

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ایمان رکھتے ہیں اللہ پر اور روز آخرت پر اور حکم دیتے ہیں بھلائی کا۔ اور منع کرتے ہیں برائی سے اور جلدی کرتے ہیں نیکیوں میں اور یہ لوگ نیکو کاروں میں سے ہیں۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۰۴)

CamScanner

امام علامہ فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

اہل کتاب میں سے مومنین کی اس آیت میں آٹھ صفات ذکر کی گئی ہیں۔ پانچویں صفت یامرون بالمعروف ہے۔ اور چھٹی صفت ینھون عن المنکر ہے۔علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ ان دو صفات کی تشریح یوں فرماتے ہیں۔کمال کی انتہائی حد تکمل ہوتا ہے اور تکمل سے اوپر انسان کا تکمل ہونا نہیں ہے مگر کمال قوت عملیہ اور کمال قوت نظریہ میں اور اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور تکمل ہونے سے اوپر ہوتا یہ ہے۔ کہ کوئی انسان تکمیل ذات کے بعد تکمیل ناقصین میں مصروف ہو۔ تکمیل غیر دو طریقوں سے ممکن ہے۔ پسندیدہ کی طرف رہنمائی اور وہ امر بالمعروف ہے۔ یا غیرپسندیدہ چیز سے منع کرنا اور وہ نہی عن المنکر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما نے اس کی تفصیل یوں بیان کی ہے۔ حکم دیتے ہیں معروف کا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید کا۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا۔ اور منع کرتے ہیں منکر سے یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے انکار سے' علامہ رازی فرماتے ہیں۔ کہ لفظ معروف اور منکر مطلق ہیں۔ اور ان کی تخصیص بغیر کسی دلیل کے جائز نہیں۔ پس یہ حاوی ہوں گے ہر معروف اور ہر منکر کو (تفسیر کبیر ص ۲۲ ج ۲)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فرضیت کی چوتھی قرآنی دلیل

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ یَقْتُلُوْنَ الَّذِیْنَ یَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْھُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ط اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُھُمْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمَالَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ط۔ بے شک جو لوگ انکار

کرتے ہیں اللہ کی آیتوں کا اور قتل کرتے ہیں انبیاء کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں عدل و انصاف کا لوگوں میں سے تو خوشخبری دو انہیں دردناک عذاب کی یہ ہیں وہ بدنصیب اکارت گئے جن کے اعمال دنیا و آخرت میں اور نہیں ہے ان کے لئے کوئی مددگار۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔انبیاء کرام علیہم السلام اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو قتل کرتے تھے۔ فرمایا یہ تین قسم کے جرائم کرنے والوں کے لئے عذاب الیم ہے ان کے دنیا و آخرت کے اعمال ختم کردیئے گئے اور ان کا کوئی مددگار نہیں۔

اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکامی کے اسباب

اللہ تعالیٰ کی آیات کا کفر تو آج کی عام بات ہے۔ بالخصوص ایسے لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اسلامی نظام و قانون فرسودہ چیزیں ہیں۔ آج کے معیار پر وہ پورے نہیں اترتے ان میں جدید مسائل کا حل موجود نہیں۔ آج کے ترقی یافتہ دور کی ضرورتوں کو پورا نہیں کرسکتے اور اس سے بڑھ کر جو لوگ اسلامی سزاؤں حدود و تعزیرات اور قصاص کو ظالمانہ سزائیں اور غیر مہذب غیر انسانی سزائیں تک کہہ دیتے ہیں ایسے لوگوں کے کفر پر مذکورہ بالا آیت نص قطعی ہے۔ یونہی ان لوگوں کے لئے جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام میں سے بعض کو قتل کیا یا ایسے لوگوں کو قتل کیا جو عدل و انصاف کا حکم دیتے تھے آج کے دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل کی نوبت تو آنہیں سکتی کیونکہ باب نبوت ہی بند ہوچکا ہے۔ البتہ عدل و انصاف کا حکم دینے والے علماء حق اور دیندار لوگ ابھی موجود ہیں لیکن انہوں نے حالات کے رنگ میں اپنے آپکو یوں رنگ لیا ہے کہ غیر کو عدل و انصاف کا حکم تو کجا ان کی اکثریت خود اس راہ کی راہرو نہیں رہی۔ اس وقت کا یہ عظیم سانحہ ہے کہ علماء حق جن کو ورثۃ الانبیاء کا منصب عظیم عطا فرمایا گیا۔اور نیابت سید الکونین کی ذمہ داری عائد کی

CamScanner

خلافت الٰہی خلافت نبوت اور خلافت کتاب اللہ کے عظیم اور رفیع مقامات پر فائز کیا گیا۔ دوسروں کی اصلاح کی بجائے وہ خود اصلاح کے محتاج ہیں امتداد دور اور اسلامی نظام تعلیم کی مسلسل حکومتی سرپرستی سے محرومی کے ساتھ ساتھ فکر فرنگ نے اسلام اور اسلام سے وابستگی کا تصور ملاں اور ملائیت کے لفظوں میں محصور کرکے اسے قابل طعن بنادیا علم و عمل سے محروم قوم مسلم جو آج آزادی کے بعد نصف صدی تک بھی اپنے حالات کو سنبھالا نہیں دے سکی اپنی سوچ اور اپنی بیساکھی نہیں بنا سکی۔ دام فرنگ میں مبتلا ہوگئی۔ سر میں وہی سودا سما گیا شکل سے لے کر عقل تک اور لباس سے لے کر خوراک تک میں اسی انداز کو اپنالیا گیا۔ اسی کے اجزاء سے علم و علماء سے نفرت اور ان کے مرتبہ و مقام میں کمی کی جو کوشش فرنگی نے کی اور عالم اور دین کو ملاں اور ملائیت کے لفظوں مین محصور کرکے جس طرح ان کی تضحیک کا سامان پیدا کیا۔ اور معاشرے میں ان کا مقام صرف مسجد تک محصور کرکے عقل و فکر تو دور کی بات ہے عدل و انصاف تک ان کی رسائی محال بلکہ کسی پنچائیت اور قابل ذکر مجلس میں بھی مولیوں کا جانا محال ہوگیا۔لوگ صرف اسے گھروں کے بچے ہوئے ٹکڑے کھانے تک محدود کرنے میں کامیاب ہوگئے اور ہمارے نام نہاد مسلمانوں کے لئے بابائے عقل انگریز سامراج اسلامی عدل کو بے وقعت کرنے کے منصوبے میں اس طرح کامیاب ہوگیا کہ جو لوگ معاشرے میں باعزت مقام رکھتے تھے۔ انہوں نے دین کا علم حاصل کرنے سی پہلو تہی اختیار کرلی اور مسجد و محراب سے بچنے میں عافیت سمجھی۔ بلکہ دینی علوم کا حصول ان کے لئے باعث شرم بن گیا نتیجۃ ایسے لوگ مذہبی علوم کی طرف آئے جنہیں معاشرے میں ضعیف و ناتواں سمجھا جاتا تھا۔ جنکی بات میں کوئی اثر نہ تھا پراگندہ حال و شکستہ خاطر لوگوں کا یہ گروہ علم سے ملنے والی عزت کو اسلام کی ترویج و ترقی پر استعمال کرنے کی بجائے اسلام کو اپنی خواہشات اور دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے قربان گاہ کی نذر کردیا۔ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کیسے سوجھتی وہ تو قرآن عظیم کو اٹھاکر امراء کے دروازوں تک جا پہنچے اور چند سکوں کی خاطر ان کے ملازم کی حیثیت سے ان کی جواں سال بیٹیوں کو تعلیم دینے کے لئے مارے مارے پھرتے نظر آئے۔ رؤسا اور امراء کے خلاف کلمہ حق کہنا تو بجائے خود رہا۔ وہ تو ان کی رضا کے لئے نت نئے مسائل جن سے

امراء کی خوشنودی حاصل ہوسکتی - اور داد و دہش کا بازار گرم ہوتا گھڑنے لگے کوئی جھوٹے خواب سنانے میں مصروف ہوتا تو کوئی اسے سخاوت کا تاج پہنا رہا ہوتا - کتنی دینی کتابوں کی رونمائی کی تقریبات میں فساق و فجار مہمان خصوصی اور صدر محفل کے طور پر مدعو ہوتے ہیں - علماء و مشائخ کی نشستوں سے بلند تر نشست ایسے کسی امیر کی ہوتی ہے جس کی تجوری سے غریبوں کا تازہ خون ٹپک رہا ہوتا ہے کتنی عصمتوں کے چیتھڑوں سے اس کا فاخرانہ لباس مرصع ہوتا ہے - لیکن اسے یہ مقام محض اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ چند روپے مولانا کو دے دے گا اور اس طرح تمام احکام کا خون ناحق کرکے علماء و مشائخ یہ بونس لینے کے لئے سرگرداں رہتے ہیں - جو مال حرام اور حقوق عباداللہ کے غصب سے جمع ہوتا ہے - علماء ایسی شادی بیاہ کی محفلوں میں بھی نکاح خوان بن کر شریک ہوتے ہیں - جن شادیوں میں رقص و سرود طوائفات' شراب و کباب کا دور دورہ ہوتا ہے - ایسی محافل میں جبہ دستار میں ملبوس علماء دین بھی رونق بزم بننے سے گریز نہیں کرتے - کیا یہ سب کچھ ان کے لئے روا ہے - اور وہ مشائخ جن کے آباء کی یاد میں عرب و عجم کے سینہ کی راحت و چین کا کام کر رہی ہیں اور جن کے جلائے ہوئے چراغ دنیا کی تاریکیوں کو چاک کر رہے ہیں - جن کے ذکر سے ایمان میں تازگی و بہار آجاتی ہے - آج ظالم حکمرانوں اور بدمعاش جاگیرداروں کے حاشیہ بردار اور کاسہ لیس بنے ہوئے ہیں اور انہیں جاگیردار و سرمایہ دار حصول مقصد کے لئے استعمال کرکے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتے ہیں - کاش ! انہیں اپنے آباء کی عظمت کا احساس ہوتا جن کی عظمت کو مفکر اسلام نے یوں بیان کرکے خراج تحسین پیش کیا ہے -

خاکساراں جہاں را بحقارت منگر
توچہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

افسوس صد افسوس کہ ان عقابوں کی نااہل اولادیں چیلوں سے بھی کم تر ہوگئیں - کاش ! وہ اپنا مقام پہچان لیتے - تو امت مسلمہ پر پھر وہی بہار آسکتی تھی - ارادت و عقیدت کے سمندر پھر موجزن ہوسکتے تھے - شرک و ظلم پھر خس

و خاشاک کی طرح بہہ سکتے تھے۔ آج بھی راوی تو موجزن ہے۔ لیکن داتا گنج بخش نہیں ہیں۔ اجمیر موجود ہے لیکن معین الدین ؒ کی سیرت سے موصوف ان کا کوئی وارث نہیں ہے۔ وہ بہاریں کیسے آئیں۔ درد دل کی کہانی طویل ہوگئی۔ علماء کی بات چل رہی تھی۔ ایسے ضعیف و ناتواں لوگوں نے چند کلیوں پر قناعت کرلی۔ اور فانی دنیا کے اعزاز و اکرام کی بقاء کے لئے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بچنے کے لئے قوم کو فروعی اختلافات کی آگ میں دھکیل کر ملت بیضاء کی قوت کو پارہ پارہ کردیا۔ اس پالیسی کے منفی نتائج ان کے حق میں تو کیا برآمد ہونا تھے۔ کیونکہ وہ تو پہلے ہی سے بادیہ گرد واقع ہوئے۔ ایک جگہ اختلافات کے شعلے بھڑکا کر آگے چل دینا اور دوسری جگہ اپنی پسندیدہ کارروائی کرنا کیونکہ ان کی فطرت بن گئی تھی۔ لہٰذا انہیں اسی کام سے فرصت نہیں ملتی۔ سوال جواب مناظرے اور مباحثے روز و شب کا معمول بن گئے۔ مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خون کا پیاسا بنادیا گیا۔ مکاتب و مدارس میں مناظروں کی تربیت دی جانے لگی۔ طالب علموں کو تعلیم کی بجائے جنگ و جدل کا سبق دیا جانے لگا۔ مساجد پر قبضوں کے لئے باقاعدہ تنخواہ دار دستے تیار ہونے لگے۔ یوں اسلام کے دشمنوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کا بہترین موقعہ ہاتھ آیا۔ اور انہوں نے دل کھول کر اسلام اور علماء کے خلاف نفرت کا زہر گھولا۔ ماضی قریب و حال کا اگر مطالعہ کیا جائے۔ تو یہ بھیانک صورت حال سامنے آتی ہے جس سے کوئی بھی صاحب عقل و فہم لرز اٹھتا ہے۔ اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ علماء امت نے یہ گھناؤنا کھیل کیوں شروع کیا جس کے نتیجہ میں ان کی عزت کا محل ریت کا گھروندہ ثابت ہوا۔ اور انگریز اور اس کی معنوی اولاد جو پہلے ہی ایسے حالات پیدا کرکے راسخ العقیدہ مسلمانوں کو اسلام سے متنفر کرنے کا ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ انہیں علماء نے خود کیوں ایسا موقعہ فراہم کیا۔ اس تفرقہ بازی کے عوامل کیا تھے۔ منشاء خداوندی اتحاد امت مسلمہ ہے۔ قرآن پاک میں اتفاق و اتحاد، محبت و الفت کا امت مسلمہ کو اسقدر موکد حکم دیا گیا اور بے شمار مقامات پر اس کی اہمیت کو رب ذوالجلال نے واضح فرمایا جیسے ارشاد ربی ہے۔ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔ وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط اس طرح کی بے شمار آیات ہیں۔ جن میں مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کا سبق دیا گیا۔ لیکن ان تمام احکام کو نظر انداز کر کے ایسے نام نہاد عالموں نے امت مسلمہ میں افتراق و انتشار کا بیج بو کر وحدت اسلامیہ کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ ایسے بے فکروں نے شاید یہ بھی نہ سوچا کہ اعداء اسلام پہلے ہی سے کس طرح اسلام کو تباہ و برباد کرنے کے منصوبے بنائے بیٹھے ہیں۔ اور ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر کیا انہی کے آلہ کار تو نہیں بن رہے۔ ہم نے جس سمت پر امت کو ڈال دیا ہے۔ اس کے کیا مفادات حاصل ہوسکتے ہیں یہ اسی گھناؤنی کارروائی کا نتیجہ ہے کہ آج ملک کی بھاری اکثریت مسلمان ہونے کے باوجود ضروریات دین سے قطعی ناواقف ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل بالکل ختم ہوچکا ہے اور لوگ دو دینوں کی بات کرنے لگے ہیں اور دین ملا جیسی اصطلاحات جنم لے رہی ہیں جہاں علماء نے فساق کو دین ملا اور عام دین کی اصطلاحیں استعمال کرنے کا موقع دیا ہے۔ وہی لوگ دین ملا سے ہٹ کر ہر بے حیائی ہر بے دینی ہر بے غیرتی کو دین اور ترقی یافتہ طبقے کا دین مشہور کر رہے ہیں۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمل اس قدر کمزور ہوگیا کہ کھلے عام اسٹیجوں پر اسلام کا مذاق اڑایا جانے لگا۔ کبھی اسلام کو اشتراکیت کے انداز میں پیش کیا گیا تو کبھی جمہوریت کے ساتھ اسلامی کا لفظ لگا دیا گیا۔ یہ ابحاث تو انشاء اللہ موقعہ و محل کے مطابق تحریر کی جائیں گی سردست یہاں غیر مربوط انداز میں اسلام کی زبوں حالی کا ایک اجمالی نقشہ پیش کرنا مقصود ہے اور یہ بتانا بھی مقصود ہے کہ علماء جنہیں اس دین کے تحفظ و ترویج کی ذمہ داری سونپی گئی وہ اپنی ذمہ داری سے کس طرح عہدہ برآ ہو رہے ہیں اور وہ مسلمان جو احکام اسلامیہ کی تضحیک، رسوائی اور ان کی تباہی کی کوشش کے باوجود اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں کیا ان کے دعوؤں میں کوئی صداقت ہے۔ آج تک پاکستان میں برسر اقتدار آنے والے لوگوں میں سے کسی نے بھی اسلامی نظام تعلیم کی سرپرستی کی کوئی باقاعدہ دارالعلوم بنوائے جن میں اسلامی تعلیمات کا اہتمام ہوتا۔ اور قوم دینی علوم کی طرف متوجہ ہوتی۔ علم رکھنے والے لوگوں پر ہر حکومت نے رزق کے دروازے بند کئے۔ اور انتہائی ضرورت کے پیش نظر اگر فوج میں امامت کے لئے ضرورت کو پورا کرنے کی مجبوری لاحق ہوئی تو ایسے عالم دین جو حافظ قاری اور مکمل عالم ہو۔

CS CamScanner

اس کو نائب صوبیدار کا عہدہ دیا گیا۔ کس قدر قابل شرم ہے یہ بات کہ ان صفات کا حامل عالم دین پانچ ایم اے سے بھی زیادہ علمی قابلیت رکھتا ہے اس کو نائب صوبیدار کا عہدہ محض اس لئے دیا جاتا ہے کہ اس کا تعلق دین سے ہے۔ اگر وہی آدمی کسی اسکول کے حوالے سے داخل ہوتا اور اس کی تعلیم صرف بی اے کیوں نہ ہوتی تو بھی اسے کمیشن ملتا اور رفتہ رفتہ وہ جنرل تک کے عہدہ پر پہنچنے کی صلاحیت رکھتا لیکن وہی اہل اقتدار جو اسلام کا نام لے کر اقتدار تک پہنچتے ہیں اسلام کے ساتھ ان کا رویہ اس قدر معاندانہ ہوتا ہے یہ تو وہ سرکاری ادارے ہیں جن میں امام رکھنے کی محتاجی ہے۔ ورنہ عربی ٹیچر کے علاوہ پاکستان میں کوئی سرکاری ملازمت علماء کے لئے نہیں۔ یہی وہ فکر فرنگ کی پیروی ہے کہ علم کو ختم کرنے کے لئے علماء کی آنت دبائی جائے وہ لوگ منصوبے میں کامیاب تو ہیں کہ اسی کا نتیجہ ہے کہ غرباء و مساکین ہی بحالت مجبوری دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور پھر معاشرے میں وہ کوئی قابل ذکر کام انجام نہیں دے سکتے وہ کبھی فکر معاش سے ہی فارغ نہیں ہوتے ان کے وسائل اور حوصلے انہیں کوئی کام کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اگر یہی صورتحال کارفرما نہ ہوتی تو آج کے دور میں علماء اس پوزیشن میں ہیں کہ وہ اتحاد کر کے اور آپس کے اختلافات ختم کر کے ایک موثر قوت بن کر ابھر سکتے ہیں بلکہ وہ چند سالوں میں ملک کو اسلامی نظام کی آماجگاہ بنا سکتے ہیں۔ اور اگر اتنا نہیں تو کم از کم آیات ربانی کے تحفظ کا اہتمام تو کر سکتے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو کر سکتے ہیں۔ ظالموں اور راشیوں کو بے نقاب تو کر سکتے ہیں۔ سود اور جوا پر پابندی تو لگوا سکتے ہیں۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کی تحقیق

اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ تا آخر آیت علامہ قرطبی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان دو آیتوں میں چھ مسائل ہیں۔ اول اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ) ابوالعباس المبرد فرماتے ہیں کہ بنی

اسرائیل کے کچھ لوگوں کے پاس انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے تھے۔ تو ان لوگوں نے ان انبیاء کرام کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد مومنوں میں سے کچھ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ تو انہیں بھی قتل کر دیا گیا۔ ان لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی معقل.بن مسکین نے اس آیت کے نزول کا سبب یہ بیان کیا ہے۔ کہ جو انبیاء کرام علیہم السلام بنی اسرائیل کے پاس بغیر کتاب کے آتے تھے بنی اسرائیل انہیں قتل کر دیتے تھے پھر وہ قوم جو انبیاء کرام کی اتباع کرتی تھی۔ اس کے لوگ ان لوگوں کو عدل و انصاف کا حکم دیتے تھے پھر وہ بھی قتل کر دیئے جاتے تھے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بری ہے وہ قوم جو ایسے لوگوں کو قتل کرتی ہے جو حکم دیتے ہیں لوگوں کو عدل و انصاف کا'' اور بری ہے وہ قوم جو نیکی کا حکم نہیں کرتے اور برائی سے منع نہیں کرتے۔'' بری ہے وہ قوم جن میں مومن حفاظت کے ساتھ چلتا ہے (یعنی ان سے اسے جان کا خوف لاحق ہوتا ہے لہٰذا خوف اور حفاظت سے گزرتا ہے)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''قتل کیئے بنی اسرائیل نے تینتالیس نبی دن کے اول حصہ میں ایک ہی وقت میں ان کے بعد ایک سو بارہ نبی اسرائیل کے عابد لوگ کھڑے ہوگئے۔ اور انہوں نے ان کو امر بالمعروف کیا اور منکر سے روکا۔ تو اسی دن دن کے آخری حصہ میں وہ بھی قتل کر دیئے گئے۔ اور وہ وہی لوگ تھے جن کا ذکر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں'' مہدوی وغیرہ نے بھی یہی بیان کیا۔ روایت کی ہے شعبہ نے ابی اسحاق سے انہوں نے ابوعبیدہ سے اور انہوں نے عبداللہ سے فرماتے ہیں بنی اسرائیل ایک دن میں ستر نبیوں کو قتل کرتے۔ پھر سبزی کے بازار میں پچھلے پہر کھڑے ہوجاتے پس اگر کسی کہنے والے نے کہا وہ لوگ جو وعظ کیئے گئے ساتھ اس کے انہوں نے نہ قتل کیا کسی نبی کو۔ اس کا یہ جواب دیتے کہ وہ لوگ قتل کرنے والوں کے فعل پر راضی تھے۔ تو وہ لوگ بھی انہی کی طرح قاتلین انبیاء ہوگئے۔ یونہی ان لوگوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ ؓ کے ساتھ لڑائی کی اور ان کے قتل کا ارادہ کیا۔

فرمایا اللہ تعالیٰ نے

"اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لِیُثْبِتُوکَ اَوْ یَقْتُلُوکَ"

دوم یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر۔ پہلی امتوں پر بھی واجب تھا اور یہ فائدہ ہے۔ رسالت اور خلافت نبوت کا۔ حضرت حسن نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "جس نے حکم دیا نیکی کا یا روکا برائی سے پس وہ خلیفہ ہے اللہ تعالیٰ کا اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور خلیفہ ہے اس کے رسول ؐ کا' اور خلیفہ ہے اس کی کتاب کا۔"

حضرت درہ بنت ابی لہب فرماتی ہیں۔"ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز تھے۔ عرض کی"لوگوں میں سے بہتر شخص کونسا ہے یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا۔"انہیں نیکی کا حکم دینے والا اور انہیں برائی سے روکنے والا۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرانے والا اور صلہ رحمی کرنے والا۔" قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ یَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ ۔" منافق مرد اور منافق عورتیں (نفاق میں سب ایک جیسے ہیں) برائی کا حکم دیتے ہیں اور نیکی سے روکتے ہیں۔" پھر فرمایا والمومنون والمومنات بعضهم اولیاء بعض ط یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر ط

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مومنین اور منافقین کے درمیان فرق ٹھہرایا۔ یہ آیتیں اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن کے انتہائی خاص اوصاف میں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور اس کا اعلیٰ درجہ اسلام کی دعوت اور جہاد ہے۔

امر بالمعروف ہر شخص کے لائق نہیں اگر ~~حد~~ قائم کرنے کا مسئلہ درپیش ہوتو

یہ کام صرف سلطان کے لائق ہے جبکہ اقامت حدود اس کے ذمہ ہو۔ اور تعزیر میں بھی اسی کی رائے معتبر ہوگی یونہی قید کرنا یا رہا کرنا ملک بدری وغیرہ ان کاموں کے لئے سلطان ہر شہر میں ایک مرد صالح قوی عالم امین مقرر کرے گا۔ اور اس کو حکم دے گا کہ یہ فرائض وہ انجام دے اور حدود پر عمل کرائے گا بغیر کسی زیادتی کے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ" وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائیں۔ (تو) وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم کریں۔ اور برائی سے روکیں۔"

سوم :۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک ناہی کا عادل ہونا ضروری نہیں ہے۔ مبتدعین کا اس میں اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ منکر کو روکنے کے لئے عادل ہونا ضروری ہے۔ یہ ساقط اور ناقابل عمل ہے۔ کیونکہ عدالت بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عام ہے اور تمام لوگ اس کے اہل ہیں۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ اگر مبتدعین ان آیات کو بطور دلیل پیش کریں اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم" کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو۔"

"کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ط اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بات سخت ناپسندیدہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو کرتے نہیں یا ایسی اور آیات تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان آیات میں ان کاموں کے کرنے کی وجہ سے مذمت آئی ہے۔ جن کے کرنے سے منع کیا گیا تھا نہ کہ برائی سے روکنے کی وجہ سے یہ مذمت آئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس فعل سے منع کرنا جو وہ کرتا ہے زیادہ قبیح ہے۔ اس سے جو وہ نہیں کرتا۔ اسی وجہ سے جہنم میں یوں چکر کاٹے گا۔ جیسے گدھا چکی کے گرد چکر کاٹتا ہے۔"

چہارم :۔ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ کہ منکر کو بدلنا واجب ہے۔ ہر اس شخص پر جو اس کو بدلنے کی طاقت رکھتا ہو اور یہ کہ اس کو منکر کے بدلنے سے صرف ملامت کا اندیشہ ہو لیکن ایسی ملامت جو اذیت

تک نہ پہنچے۔ تو یہ خالی ملامت کسی شخص کو تغیر منکر سے نہیں روک سکتی۔ اور اگر اس کی طاقت نہیں رکھتا تو زبان سے روکے اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو دل سے روکے۔ اور نہیں ہے لازم اس شخص پر اس سے زیادہ اور جب کسی شخص نے روکا دل کے ساتھ تو اس نے ادا کر دیا وہ فرض جو اس پر لازم تھا۔ جبکہ اس کے علاوہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ ابن عبدالبر نے کہا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار حدیثیں ہیں۔ لیکن وہ مقید ہیں طاقت کے ساتھ۔

حسن نے فرمایا جز ایں نیست کہ مومن کے ساتھ کلام کی جاتی ہے۔ امید کی بنیاد پر یا جاہل کو سکھانے کے لئے پس جس شخص نے اپنی تلوار یا لاٹھی رکھ دی اور کہا مجھے بچاؤ مجھے بچاؤ تو اب کیا ہو گا تیرے لئے اور اس کے لئے۔

ابن مسعود فرماتے ہیں جب کسی شخص نے ناجائز کام کو دیکھا اور وہ اسے بدلنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ تو اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کا حال جانتا ہے کہ وہ اس منکر کو ناپسند کرتا ہے روایت کی ابن لھیعہ نے ' اعرج سے ' انہوں نے حضرت ابو ہریرہ ؓ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں ہے مومن کے لئے کہ وہ ذلیل کرے اپنے آپ کو عرض کی گئی یا رسول اللہ! اپنے آپ کو ذلیل کرنے کا کیا مطلب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ایسی بلا کے مقابلے کے لئے کھڑا ہو جانا جس کے مقابلے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔" علامہ قرطبی فرماتے ہیں روایت کی گئی بعض صحابہ ؓ سے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بے شک جب کوئی دیکھے ناجائز کام اور اسے روکنے کی قوت نہ رکھتا ہو تو پس چاہئے کہ کہے تین دفعہ (یا اللہ یا اللہ یا اللہ بلا شبہ یہ منکر ہے) جب اس نے یہ کہہ دیا تو اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اور گمان کیا ابن عربی نے کہ جس نے امید کی منکر کو زائل کرنے کی۔ اور خوف کیا اپنے اوپر تغیر منکر کے باعث مارپیٹ یا قتل کا جائز ہے اس کے لئے اکثر علماء کے نزدیک اچانک حملہ کر دینا۔ اس خطرے کے باعث۔ اور اگر اس کارروائی سے بھی منکر کو ختم کرنے کی امید نہیں ہے۔ تو پھر علامہ ابن عربی کے نزدیک اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ علامہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ میری تحقیق یہ ہے کہ جب اس کی نیت خالص ہو تو اسے حملہ کر دینا چاہئے جیسے بھی ہو اور کسی چیز کا خوف نہیں

کرنا چاہئے علامہ قرطبی "فرماتے ہیں جو کچھ ابو عمر ؒ نے کہا وہ اجماع کے خلاف ہے اور یہ آیت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ باوجود خوف قتل کے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ) نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکتے رہو۔ اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے اور یہ اشارہ ہے اذیت کی طرف۔

پنجم :۔ روایت کی ہے ائمہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے۔ من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک اضعف الایمان) علماء نے فرمایا کہ امر بالمعروف ہاتھ کے ساتھ امراء پر فرض ہے اور زبان کے ساتھ علماء پر فرض ہے۔ اور دل کے ساتھ ضعفاء پر فرض ہے یعنی عوام الناس۔ اگر منکر کو روکنا زبان سے ممکن ہو روکنے والے کے لئے تو اسے چاہئے کہ وہ ایسا کرے اور اگر زبان سے ممکن نہ ہو بلکہ عذاب یا قتل سے ممکن ہو تو چاہئے کہ ایسا کرے اور اگر قتل کے بغیر برائی کا روکنا ممکن ہے۔ تو قتل جائز نہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے (فَقَاتِلُوا الَّتِی تَبْغِی حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ) تو پھر سب (ملکر) لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔ یہی دلیل ہے علماء کی اس مسئلہ میں کہ کسی شخص پر کوئی دوسرا شخص حملہ کرتا ہے اسے قتل کرنے کے لئے یا اس کے مال پر حملہ آور ہوتا ہے۔ مال چھیننے کے لئے اب اگر ان دونوں صورتوں میں وہ شخص اپنی ذات یا اپنے مال کے تحفظ کے لئے حملہ آور کو قتل کر دیتا ہے تو اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوتی۔ اگر دیکھا زید نے عمر کو اور وہ بکر کا مال چھیننا چاہتا تھا۔ تو اب زید پر واجب ہے کہ بکر کا مال چھڑائے بشرطیکہ مال کا مالک مال چھڑانے پر قادر نہ ہو اور نہ ھی دینے پر رضامند ہو۔ اور علماء نے کہا ہے کہ اگر ہم یہ فرض کریں کہ کسی نے جنایت کرلی۔ ضرر کو دفع کرتے ہوئے اسے قتل کر دیا پھر اس کے قصاص میں پکڑا گیا۔ تو اس پر قصاص نہیں ہے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک ناجی ہے....

اور کہا گیا ہے کہ ہر وہ شہر جس میں چار قسم کے لوگ ہوں۔ تو اس شہر کے رہنے والے محفوظ ہوتے ہیں بلا سے۔ امام عادل جو ظلم نہ کرتا ہو اور عالم جو

ہدایت کے راستے پر ہو اور مشائخ جو حکم دیتے ہوں معروف کا اور روکتے ہوں منکر سے اور شوق دلاتے ہوں علم کے حاصل کرنے کا۔ اور قرآن پڑھنے کا اور عورتیں ان کی باپردہ ہوں نہ نمائش کرتی ہوں اپنی آرائش کی زمانہ جاہلیت کی طرح....

ششم :۔ روایت کی گئی ہے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے فرماتے ہیں عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کب چھوڑیں ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم میں ظاہر ہوں وہ چیزیں جو ظاہر ہوئی تھیں تم سے پہلی امتوں میں۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے پہلی امتوں میں کیا ظاہر ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الملک فی صغارکم و الفاحشة في کبارکم و العلم فی رذالتکم فرمایا ملک تمہارے کم سن لوگوں کے ہاتھوں میں آجائے۔ تمہارے بڑے لوگوں میں زنا رواج پاجائے۔ اور علم کمینے لوگوں میں آجائے۔"

حضرت زید فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول (والعلم فی رذالتکم) کی تفسیر یہ ہے کہ (اذا کان العلم فی الفساق) جب آجائے علم فاسقوں میں (تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۴۶ تا ۴۹) (احکام القرآن للجصاص ۲ ص ۲۸۶) (تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۱۸) (تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۱۰۹) (تفسیر طبری ج ۳ ص ۲۱۵) (احکام القرآن ابن عربی ج ۱/ ۲۶۶)

علامہ الشوکانی کی تحقیق

زیر تحقیق آیت کے تحت علامہ شوکانی نے ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس کی ندرت اور زبردست اہمیت کے پیش نظر اسے قارئین کی معلومات کے لئے نقل کیا جارہا ہے۔ ابن جریر ابن المنذر اور حاکم نے یہ حدیث بیان کی اور اس کو صحیح قرار دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت یحیٰی بن زکریا علیہما السلام کو ان بارہ حواریوں کے ساتھ بھیجا جو لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ (دین سکھاتے تھے) پس

وہ منع کرتے تھے بھتیجی کے ساتھ نکاح کرنے کو یعنی بھتیجی کے ساتھ نکاح کی حرمت بیان کرتے تھے۔ اسی علاقہ کا بادشاہ اپنی بھتیجی کو پسند کرتا تھا اور اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا وہ بادشاہ روزانہ اپنی معشوقہ کی حاجت معلوم کرتا تھا لڑکی کو ماں نے کہا کہ اب بادشاہ تم سے تمہاری حاجت معلوم کرے تو اسے کہنا کہ میری حاجت یہ ہے کہ تم یحییٰ بن زکریا کو قتل کردو۔ جب لڑکی نے بادشاہ کو یہ کہا تو بادشاہ نے کہا اس کے علاوہ سوال کرو۔ لڑکی نے کہا کہ اس کے علاوہ میرا کوئی سوال نہیں۔ جب لڑکی نے کوئی اور سوال کرنے سے انکار کردیا۔ تو اس نے حضرت یحییٰ کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ تو حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ایک تھال میں ذبح کیا گیا۔ تو آپ کے خون سے ایک قطرہ ایسا نکلا جو ہمیشہ ابلتا رہتا تھا۔

حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کو بادشاہ بنا کر بھیجا تو اسے ایک بوڑھی عورت نے اس خون کے قطرے کے متعلق بتایا تو بخت نصر نے اپنے دل میں یہ ارادہ کرلیا کہ میں اس وقت تک لوگوں کو قتل کرتا رہوں گا جب تک کہ یہ قطرہ خون رک نہ جائے۔ اس طرح بخت نصر نے ایک دن میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کرایا۔ اس کے بعد وہ قطرہ خون رک گیا اور پرسکون ہوگیا (اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ایک نبی کے قتل کے بدلے میں ستر ہزار آدمیوں کو قتل کراتا ہے) تفسیر فتح القدیر ۱ص ۳۲۸)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی پانچویں قرآنی دلیل

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ط (مائدہ ۶۲-۶۳) اور آپ دیکھتے ہیں بہتوں کو ان میں سے کہ بڑے تیز رفتار ہیں گناہ اور زیادتی کرنے میں اور حرام خوری میں بے شک یہ بہت ہی برے کام کرتے رہے ہیں۔ کیوں نہیں

منع کرتے ان کو ان کے مشائخ اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے بے شک بہت برے ہیں وہ کرتوت جو وہ کیا کرتے تھے۔

علامہ فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

(وَتَرٰی کَثِیْرًا مِّنْھُمْ یُسَارِعُوْنَ فِی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَکْلِھِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ط (المسارعة فی الشئی) کسی چیز کو جلدی شروع کرنا کہا گیا ہے کہ اثم کا معنی جھوٹ اور عدوان کا معنی ظلم ہے اور یہ معنی بھی کیا گیا ہے وہ گناہ جو ان کے ساتھ خاص ہو۔ اور عدوان جو ظلم و زیادتی انہوں نے غیر تک پہنچائی۔ اکل سحت یعنی سحت کا کھانا تو اس کا معنی ہے۔ رشوت لینا، رشوت کھانا

علامہ رازی رحمتہ اللہ علیہ نے (سماعون للکذب اکالون للسحت کے تحت سحت کے متعدد معانی ذکر فرمائے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سحت کا معنی رشوت حکم میں مہر بغی نر جانور مادہ کو حاملہ کرنے کے لئے دینے کا معاوضہ سینگی لگانے والی کی مزدوری ، کتے کی قیمت، شراب کی قیمت، مردار کی قیمت، جادوگر کی مزدوری، گناہ کی اجرت۔ یہ معانی حضرت عمرؓ، حضرت عثمان ؓ، حضرت علی ؓ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ ؓ اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنھم اجمعین نے کئے ہیں۔ بعض نے معانی کچھ گھٹائے۔ بعض نے کچھ بڑھائے اصل اس کا یہ ہے کہ اس سے مراد حرام خسیس وہ چیز جس میں برکت نہ ہو۔ اور جس کے حاصل کرنے میں شرم محسوس کی جاتی ہو۔ جسے لینے والا اسے پوشیدہ رکھنے پر مجبور ہو۔ فرماتے ہیں کہ یہ واضح ہے کہ رشوت لینا یونہی ہوتا ہے۔ اس وجہ سے رشوت لازماً سحت ہی ہے۔ (تفسیر کبیر ۲ ص ۴۱۸)

آگے علامہ رازی فرماتے ہیں کہ آیت وتری کثیرا منھم یسارعون) میں کئی فوائد ہیں۔

اول :۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وتری کثیرا منھم" یعنی تمام لوگ اس طرح نہیں تھے، بلکہ کچھ لوگ شرم کرتے اور ان افعال قبیحہ کو ترک کر دیتے تھے۔

(فائدہ دوم) لفظ مسارعت اکثر طور پر اچھے کام کرنے میں استعمال ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ"

اچھے کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔ یونہی فرمایا (نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرَاتِ)

ہم جلدی کرتے ہیں ان کے لئے اچھائی میں۔ چاہئے یہ تھا کہ جب مسارعت نیکی میں مستعمل ہے تو برائی کے لئے لفظ عجلت استعمال کیا جاتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ مسارعت ایک فائدہ کے لئے ذکر فرمایا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ لوگ ان منکرات میں یوں آگے بڑھتے تھے۔ جیسے وہ اس کے حقدار ہیں۔

(تیسرا فائدہ) لفظ اثم حاوی ہے تمام معاصی اور منہیات کو جب اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد عدوان اور اکل سحت کو ذکر فرمادیا۔ تو اس تصریح سے یہ واضح ہوگیا کہ یہ دونوں قسمیں "معصیت"اور اثم کی بڑی قسمیں ہیں (لَوْلَا یَنْھَاھُمُ الرَّبَّانِیُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَکْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَصْنَعُوْنَ)

اس مقام پر لو لا کا معنیٰ ابھارنا اور برانگیختہ کرنا اور اظہار ناراضگی ہے۔ اور وہ بمعنی "ھلا" ہے۔ یعنی کیوں منع نہیں کرتے ان کو۔ ربانیین اور احبار کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ حسن فرماتے ہیں ربانیونؔ سے مراد علماء اہل انجیل (علماء نصاریٰ ہیں) اور احبار سے مراد علماء اہل تورات (یہود کے علماء) ہیں۔ ان کے علاوہ ائمہ نے کہا کہ دونوں سے مراد علماء یہود ہیں۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہاں ذکر یہود کا ہورہا ہے اور یہ متصل ہیں یہود کے ذکر کے ساتھ۔ لہٰذا علماء یہود مراد ہوں گے۔ اور معنیٰ یہ ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے دور فرمایا ہے علماء یہود سے کہ انہوں نے بے وقوف لوگوں اور عوام کو معاصی سے منع نہ کیا۔

اور یہ آیت دلالت کرتی ہے اس حقیقت پر کہ نہی عن المنکر کا تارک یوں ہے جیسے وہ خود منکر کا مرتکب ہو! کیونکہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی لغزش کی بنیاد پر دونوں فریقوں کی مذمت فرمائی۔ (یعنی تارک نہی عن المنکر اور فاعل منکر دونوں کی مذمت کی گئی ہے) علامہ رازی فرماتے ہیں کہ میری

تحقیق یہ ہے کہ تارک نہی عن المنکر کی مذمت زیادہ قوی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اثم اور عدوان اور اکل سحت کے مرتکب افراد کے لئے فرمایا۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ

اور ان علماء کے متعلق جو لوگوں کو ان افعال سے منع نہیں کرتے فرمایا (لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ)

صنع زیادہ قوی ہے عمل سے، کیونکہ عمل کو اس وقت صناعۃ کہا جاتا ہے۔ جب کوئی عمل مسلسل مضبوط اور جم جائے۔ تو اس آیت میں گناہ کا عمل کرنے والوں کا گناہ غیر راسخ قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ نہی عن المنکر نہ کرنے والوں کا گناہ راسخ (پکا گناہ) قرار دیا گیا ہے۔ اور حقیقتاً معاملہ ہے بھی اسی طرح۔ کیونکہ معصیت (گناہ گاری) مرض روح ہے اور اس کا علاج اللہ تعالیٰ کی ذات کا علم۔ اس کی صفات کا علم اور اس کے احکام کا علم ہے جب یہ علوم حاصل ہوجائیں۔ اور وہ اسباب حاصل ہوجائیں۔ جن سے گناہ ختم ہوجاتا ہے تو یہ یوں ہوگا جیسے کسی مریض نے دوا پی لی ہے۔ اور صحیح ہوگیا اور جس نے دوا پی اور صحیح نہ ہوا تو اس سے واضح ہوا کہ اس کا مرض بہت شدید ہے یہی حالت عالم کی ہے کہ جب وہ گناہ کا اقدام کرتا ہے تو یہ دلالت کرتا ہے اس حقیقت پر کہ اس کے دل کا مرض انتہائی سخت اور قوی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سخت ترین آیت ہے۔ قرآن میں حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس سے زیادہ خوفناک آیت قرآن میں نہیں ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷۴)

ان آیات کی تفسیر سے روز روشن کی طرح عیاں ہوگیا کہ نہی عن المنکر نہ کرنے والے لوگ بدترین گنہگار اور خصوصاً علماء جو اپنے اس فرض سے پہلو تہی کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غیض و غضب کا شکار ہیں۔

یہاں ان علماء امت سے سوال برمحل معلوم ہوتا ہے جو مروجہ سیاست کی سیاہ کاریوں میں شامل ہوکر مرتکبین کبائر سے یوں شیر و شکر ہوجاتے ہیں۔ جیسے یک جان اور کئی قالب ہوں۔ آج کی جمہوریت طرز حکومت، نظام حکومت،

نظام عدل، نظام تعلیم، نظام معیشت و معاشرت، نظام انتخاب ایسے ہیں جن کے ہر تار و پود سے سینکڑوں کبائر جنم لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے کہ ان کا یہ سارا تانا بانا فسق و فجور و تعدی رشوت و بددیانتی، دروغ گوئی اور دھوکہ بازی سے استوار ہوتا ہے۔ ان کا وجود لاکھوں کروڑوں مظالم کا مرکب ہے۔ اور کروڑوں بد عہدیوں کا سبب بنتا ہے۔ قدم قدم پر حق تلفیاں، محرومیاں غریبوں اور فقیروں پر ڈھائے جانے والے ظلم اسی نظام کی پیداوار ہیں۔ جس میں سیاست باز علماء بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ کیا علماء کرام احکام الٰہی سے بے خبر ہیں۔ یا ان کی بے نیازی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ انہیں احکام شرع کی پرواہ نہیں۔ اور فساق کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر وہ بھی ان سے بڑھ کر ان مظالم اور گناہوں کو برقرار رکھنے میں کوشاں ہیں جن کو اللہ تعالٰی ختم کرنے اور ان سے بچنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

علماء اور مشائخ ان ہی فساق کے حق میں شعلہ بیانیوں سے کام لیتے اور ان کیحمایت اور تعریف و توصیف میں خود دروغ گوئی کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے مراعات لے کر سحت کے کھانے والے بن جاتے ہیں۔ اور ان کی تائید سے جو ممبر بن جاتا ہے۔ ازروئے شریعت مطہرہ اس کے افعال میں نصف کے شریک ہوجاتے ہیں۔

نصف صدی سے مجھے بھی علماء و مشائخ کے وعظ سننے کا اتفاق ہورہا ہے لیکن آج تک میں نے کسی عالم دین سے یہ نہیں سنا کہ انہوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق عوام و خواص کو آگاہ کیا ہو کہ یہ فعل ایسا ہے جس کا ہم سے فرض اور واجب کی حیثیت سے انجام دینے کا تقاضا کیا جارہا ہے۔ آپ بھی ہزار دفعہ اس پر غور کریں یقیناً آپ کو بھی یہی تجربہ ہوگا کہ اگر کسی عالم دین نے حسن اتفاق سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آیت پڑھ بھی لی تو بیان میں ایسا انداز اختیار کیا کہ استحبابی امر (یعنی باعث ثواب) کے علاوہ اس کی کوئی حیثیت سامنے نہ آسکی اور اس طرح پوری امت مسلسل و پیہم ایک فرض کی انجام دہی بلکہ شناخت سے محروم رہی۔ بعض اوقات علماء تاویل کے سہارے ایسے اہم شرعی احکام کو ترک کردیتے ہیں اور غیر اہم پر سرپھٹول شروع کردیتے ہیں جس سے انسان حیرت و استعجاب کی تصویر بن جاتا

ہے۔ مثلاً گیارہویں، سوئم، چہلم، عرس، زیارت قبور حیلہ، اسقاط وغیرہ کے جواز و عدم جواز پر کئی کتابیں تحریر ہوئیں۔ لاکھوں تقریریں ہوئیں، مناظرے اور مباحثے ہوئے جنگ و جدال کا بازار گرم رہا، گالی گلوچ کا طوفان برپا ہوا اب کوئی بھی صاحب علم ٹھنڈے دل و دماغ سے ان مسائل پر غور کرے تو اس پر ان کی اہمیت خود منکشف ہوجائے گی۔ قائلین بھی استحبابی امور سے زیادہ کے مدعی نہیں اور منکرین تو خدا جانے کیا کچھ کہہ دیتے ہیں۔ ایک طرف علماء امت کا یہ طرزعمل اور دوسری سمت واجبات و فرائض کو عوام کے سامنے پیش کرنے سے گریز شائد اس میں ان کا کوئی عالمانہ کرشمہ کارفرما ہو۔ لیکن بہرحال یہ فرائض منصبی سے زبردست کوتاہی ہے۔

بعض علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ (لَوْ لَا یَنْہٰھُمُ الرَّبّٰنِیُّوْنَ)

اور اس قبیل کی آیات علماء یہود و نصاریٰ کے متعلق نازل ہوئیں۔ لہٰذا ان کا تعلق علماء یہود سے ہے۔ اور وہ ہم سے متعلق نہیں ہیں۔ ان کی خدمت میں بصد ادب و نیاز گذارش ہے کہ علماء یہود اور علماء خیرامت کے مرتبہ و مقام اور فرائض میں بہت بڑا فرق ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بعد نبوت جاری تھی۔ اور بنی اسرائیل میں بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام سلسلہ تبلیغ قائم رکھے ہوئے تھے احبار و رھبان انبیاء بنی اسرائیل کے علاوہ تھے۔ اس طرح بنیادی طور پر یہ فریضہ انبیاء کرام ہی انجام دے رہے تھے۔

نمبر ۲ :۔ بنی اسرائیل کے دور کے تقاضے گناہوں کی اقسام اور معصیت کے مواقع اور دواعی عصر حاضر کے مقابلے میں بہت کم تھے۔ قرآن پاک کے مطالعہ سے یہ چیزیں ہم پر منکشف ہوجاتی ہیں کہ چند قسم کے غیر ترقی یافتہ گناہوں میں بنی اسرائیل مبتلا تھے۔ ان کی ہٹ دھرمی ضد اور خود سری نے انہیں اس درجہ کا عاصی بنادیا۔ ورنہ یہ بھی ان کی خصوصیت ہے کہ قبول توبہ کی شرط پر ایک دن میں ستر ہزار آدمیوں نے ایک دوسرے کو قتل کردیا۔ اس اجتماعی خودکشی کے متعلق ارشاد ربی ہے وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اِنَّکُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَکُمْ بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَکُمْ اللہ تعالیٰ کے حکم کو یوں بلاچون و چرا تسلیم کرلینے کا آج کے دور میں تصور بھی ممکن نہیں ہے جان دینا تو کجا آج تو علماء بھی بات بات میں تاویلیں کرکے کسی بھی سخت حکم سے بچنے کی

CS CamScanner

ضرور راہ نکال لیتے ہیں۔ یا ایسا کوئی بھی حکم جو ان کے ذاتی مفادات سے متصادم ہو اس کو برداشت نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اس سے بچنے کی ہزار راہیں نکال لی جاتی ہیں۔ اب جب یہ حقیقت سامنے آگئی کہ بنی اسرائیل خود بھی امت صاحب لولاک سے کم مرتبہ کی امت ہے اور پھر اس وقت انبیاء امر بالمعروف اور نہی عن المنکو کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ احبار و رھبان دوسرے درجہ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکو کے لئے مکلف تھے تو ان کی کوتاہی پر رب تعالیٰ نے اس قدر غیض و غضب اور ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جبکہ امت صاحب لولاک کے علماء اور مشائخ نبوت کا سلسلہ منقطع ہوجانے کے باعث براہ راست اور پہلے نمبر پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکو کے مکلف ہیں۔ اور ان کی وہی ذمہ داریاں ہیں جو بنی اسرائیل کے انبیاء کی تھیں۔ یا ان سے اس لئے بڑھ کر کہ امت صاحب لولاک علیہ السلام تو خیر امت ہے۔ اس کا معیار دیگر امتوں سے بلند اور ان کی ذمہ داریاں ان سے دو چند ہیں۔ انہوں نے اپنی عظمت اور جداگانہ معیار کو برقرار رکھنا ہے اور اپنے عمل سے خیر امت ہونے کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔ لہٰذا انہیں تمام امتوں کی بہ نسبت زیادہ احتیاط، زیادہ پرہیز گاری، زیادہ سچائی، شرافت و دیانت پاکی اور پاکیزگی کو اپنانا ہے اور تمام گناہوں سے اجتناب کا مظاہرہ کرنا ہے۔

جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکو کی ضرورت بنی اسرائیل سے زیادہ امت صاحب لولاک کو ہے اور اس کی ذمہ داری بھی براہ راست علماء پر عائد ہوتی ہے۔ (العلماء ورثۃ الانبیاء)

علوم نبوت اور تبلیغ و ارشاد میں جب علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہ حکم علماء و مشائخ بنی اسرائیل کے متعلق ہے اور اس کا تعلق یا زجر و توبیخ کا ہدف علماء و مشائخ امت رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں۔

نمبر ۳:۔ آج کے دور میں جب گناہوں کا معیار بلند ہوگیا ہے۔ برائی کی قسمیں لامتناہی ہوگئی ہیں۔ ضلالت و گمراہی ہر موڑ پر مسلمان کی منتظر ہے۔ معصیت کے اسباب بے شمار ہوگئے ہیں۔ گناہ ترقی یافتہ ہوچکے ہیں۔ گھر کے اندر بھی انسان برائی سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ سواری پر ہو یا بازار میں کسی

تماشہ میں ہو یا محفل میں۔ الغرض شائد ہی کوئی ایسی جگہ ہو جہاں گناہ کے دواعی موجود نہ ہوں۔ آجکل دواعی کے ضمن میں تو یہ کہنے سے بھی باک نہیں ہے کہ بعض علماء کے گھروں میں ٹی وی ہیں۔ بعض علماء کی لڑکیاں سکول پڑھتی ہیں اور بعض کے اہل خانہ بے پردہ ہیں۔ کیا ایسے حالات میں جبکہ مرض حکیموں کی دہلیز تک نہیں بلکہ ان کے گھروں میں گھس چکا ہے کیا اس وقت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ضرورت بنی اسرائیل یا دیگر سابقہ امتوں کے مقابلہ میں آج زیادہ نہیں۔ بنی اسرائیل نے فقط ایک حکم کی خلاف ورزی کی۔ یارشوت میں کچھ لوگ یعنی ان کے رؤسا یا اکابر ملوث تھے تو قہر خداوندی اس طرح جوش میں آیا۔ لیکن آج جبکہ رشوت علی الاعلان طلب کی جاتی ہے عام آدمی سے لے کر صدر تک سب کو معلوم ہے کہ کونسا محکمہ کس قدر رشوت کھاتا ہے۔ یہ رشوت کا طوفان پوری امت کو تباہی و بربادی کے تاریک غار میں دھکیل رہا ہے۔ زنا، شراب، جوا، سٹہ، منشیات کے اڈے اور کاروبار کو ملک کے اعلیٰ ترین لوگوں کا تحفظ، سرپرستی اور اشتراک حاصل ہے اور حکومتی ادارے ان کے تحفظ پر مامور ہیں۔

کیا ایسے حالات میں بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوتاہی بنی اسرائیل کو دی جانے والی سزا یا گناہ سے امت صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کم ہوگی۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کی وجہ سے ہوئی تو آج ایسا نہ کرنے والا کئی درجہ زیادہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا شکار ہوگا۔ علماء و مشائخ ہوں۔ یا امت کے عام افراد، ہر ایک نے ہر بدی کو اگر قوت یا زبان یا دل سے ختم کرنے کا اہتمام نہ کیا اور گناہوں میں مصروف رہے یا گناہوں کو دیکھ کر خاموش رہے تو وہ جن گناہوں کے باعث بندر و خنزیر بنے اس امت کے ویسے افراد بندر و خنزیر سے ہزار درجہ زیادہ بدتر چیز.بن بننے کے مستحق ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ امت محبوب رب العالمین ہونے کے باعث ہمیں یہ رعایت حاصل ہے کہ ہماری صورتیں مسخ ہونے سے سرکار رحمتہ اللعالمین نے ہمیں بچالیا۔ ہمیں بھی صورتوں کے مسخ نہ ہونے کے باعث کسی دھوکہ کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ سید آلوسی فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ ترک نہی زیادہ قبیح ہے ارتکاب سے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معصیت کے مرتکب کو معصیت میں لذت حاصل ہوتی ہے۔ قضائے حاجت ہوتی ہے اور اس کا ایک سبب ہوتا ہے۔ بخلاف آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر کے اسی وجہ سے وارد ہوا ہے۔

قاتل اور زانی سے نہی عن المنکر کا تارک زیادہ گنہگار ہے

کہ جرم دیوث کا بڑا ہے زانیوں کے جرم سے اب یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس سے تو معلوم ہوا کہ قاتل اور زانی سے، تارک نہی عن المنکر کا گناہ زیادہ ہے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بعید نہیں ہے کہ نہی عن المنکر کا گناہ ان دونوں سے زیادہ ہو۔ وہ یوں کہ ناہی عن المنکر ایسا موثر ہو کہ اس کی مداخلت کی وجہ سے یہ فعل وقوع پذیر ہی نہ ہوتے ہوں۔ تو ایسی صورت میں اب اگر اس نے قاتل یا زانی کو نہیں روکا اور اس کے نہ روکنے کی وجہ سے یہ فعل شنیع سرزد ہوگئے تو یقیناً وہ شخص ان کے گناہ سے زیادہ گنہگار ہوگا۔ حضرت علامہ شہاب الدین رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اشدیت کی قید مختلف ہوگی اعتبار کے لحاظ سے اور کسی فعل کا مرتکب جو ہے وہ ارتکاب فعل کے باعث زیادہ گنہگار ہوگا۔ ملخصا علامہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں علماء پر نہی عن المنکرات کے سلسلہ میں جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ کوئی مخفی بات نہیں۔ اس مقام پر حضرت ضحاک نے فرمایا کہ مجھے اس سے زیادہ خوف زدہ کرنے والی کوئی آیت نہیں۔ اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس سے زیادہ قرآن پاک میں سخت مضمون والی کوئی آیت نہیں۔ (تفسیر روح المعانی ۶ ص ۱۷۹) (ھکذا فی تفسیر کشاف ۱ ص ۶۵۳)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی کی تحقیق

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط علامہ فرماتے ہیں کہ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ) سے مراد یہود ہیں

(يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ) یعنی حرام جیسے جھوٹ اور گناہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ اور لوگوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے

(و العدوان) یعنی ظلم اور زیادتی لوگوں پر

و اکلھم السحت یعنی حرام جیسے رشوت۔ علامہ فرماتے ہیں کہ اثم میں اکل سحت بھی شامل تھا۔ لیکن اس کو پھر خصوصاً ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قباحت میں مبالغہ اور زیادتی کے اظہار کے لئے خصوصاً اس کو ذکر فرمایا۔ اور اس میں دلیل ہے رشوت کی حرمت کی۔ کیونکہ یہود کے بڑے لوگوں کی یہ عادت تھی کہ وہ رشوت لے کر حکم بدل دیتے تھے۔ (فیصلے بدل دیتے تھے۔ اور رشوت لے کر ناحق فیصلے کرتے تھے۔) جیسے آجکل عدالتوں تھانوں وغیرہ میں ہوتا ہے۔) (لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ)

(لولا) یعنی ھلا کیوں نہیں (يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ) یعنی ان میں زاہد اور عابد لوگ (و الاحبار) یعنی علماء (عن قولھم الاثم، یعنی جھوٹ، وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ یعنی رشوت جو تباہ کرنے والی ہے ساری دنیا کے معاملات کو۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ) ان کا خوف زدہ ہونا اور تعلیم حاصل کرنا غیر دین اللہ کی یا جنہوں نے برائی سے منع کرنا چھوڑ دیا۔ یہ ذم ان کے متعلق ہے۔ یہ زیادہ بلیغ ہے۔ اس سے جنہوں نے کہا کہ یہ عام لوگوں کے حق میں ہے۔ اس وجہ سے کہ ایسے عام لوگ جو منکرات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق تو پہلے ہی لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ط) میں ان کی مذمت آچکی ہے اور جنہوں نے برائیوں

سے لوگوں کو نہ روکا ان کی مذمت لفظ مناعتہ سے لبئس ماکانوا یصنعون ط) میں وارد ہوئی۔ یہ مذمت زیادہ سخت ہے۔ کیونکہ جس چیز پر ان کی مذمت کی جارہی ہے۔ وہ ان کے لئے اور ان کے رؤسا کے لئے مناعتہ قرار دی گئی ہے۔ اور لازمی کام اور ایسے لوگ زیادہ مضبوط ہیں گنہگاروں سے اپنے اعمال میں۔ (یعنی بدعمل بدعملی سے کبھی تو رجوع کرلیتا ہے اور گناہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ لیکن نہی عن المنکر کے تارکین اپنے عمل کو پیشہ اور صنعت بنائے ہوئے ہیں۔ کہ انہوں نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ وہ کبھی کسی کو گناہ سے نہیں روکیں گے۔) (تفسیر قاسمی ۶ ص ۲۰۷۰) (تفسیر ابن کثیر ۲ ص ۶۰۲)

امام علامہ شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ہر اس شخص سے جو اس خطاب کی صلاحیت رکھتا ہے۔

منہم میں ضمیر "ھم" راجع ہے۔ منافقین یا یہود یا دونوں گروہوں کی طرف۔

(يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ) رویت بصری یا قلبی مراد ہے المسارعتہ کا معنی تیزی ہے۔

الاثم جھوٹ۔ شرک یا حرام مراد ہے۔

العدوان ایسا ظلم جو غیر کو متاثر کرے۔ یا حد سے تجاوز کرنا گناہوں میں۔

السحت ۔ حرام کو کہتے ہیں جنہوں نے سحت کی تفسیر حرام کی ہے۔ ان کے نزدیک اس کا دوبارہ ذکر مبالغہ کے لئے ہوگا۔ الرَّبّٰنِيُّوْنَ علماء نصاری۔

الاحبار۔ علماء یہود کو کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ دونوں سے مراد علماء یہود ہیں۔ کیونکہ یہ آیات ان ہی کے متعلق ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے علماء پر اظہار ناراضگی فرمایا۔ اس لئے کہ وہ ان کو گناہوں سے نہ روکتے تھے۔ (لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَصْنَعُوْنَ) اس میں صنعت یہ زیادتی ہے۔ (لَبِئْسَ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) پر کیونکہ عمل درجہ صنعت کو نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ کرنے والا اس

میں تجربہ نہ رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے عرب کہتے ہیں کہ سیف صنیع جب اسے بنانیوالا ماہر ہو اور بہترین طریقہ سے بنائے۔ اس طرح "صنع" بہترین عمل کو کہتے ہیں۔ مطلق عمل کو صنع نہیں کہا جاتا۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے اظہار ناراضگی فرمایا۔ ان کے خاص لوگوں پر۔ اور وہ علماء تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تارک تھے اور یہ ناراضگی اور غصہ گناہ کا عمل کرنے والوں کے مقابلہ میں انتہائی سخت اور انتہائی شدید ہے۔ پس علماء کو چاہئے کہ اس آیت کے لئے اپنے کانوں کو کھول دیں۔ اور اس کے لئے اپنے دلوں کو وسیع کریں۔ اس میں ان کے لئے مکمل بیان موجود ہے کہ ان کا معاصی سے رکنا باوجود گناہ کرنے والوں سے منع کرنے کو چھوڑنا نہ موٹا کرتا ہے اور نہ بے نیاز کرتا ہے بھوک سے۔ بلکہ وہ زیادہ سخت ہیں حال میں۔ اور بہت بڑے وبال میں ہیں گنہگاروں سے۔ پس رحم کرے اللہ تعالیٰ ایسے عالم پر جو کھڑا ہوا ساتھ اس کے جو واجب فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے پس وہ بڑا ہے ان فرائض میں سے جو فرض کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور وہ جو واجب کیا ہے اس پر اس کا عمل کرنا۔ یا اللہ کر تو ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے جو حکم دینے والے ہیں نیکی کا روکنے والے ہیں برائی سے۔ اور جو نہیں خوف کھاتے تیری رضا کے لئے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا۔ اور مدد فرما اس پر ہماری اور قوی فرما ہمیں اس پر اور اسے ہمارے لئے آسان فرما۔ اور مدد فرما ہماری اوپر اس شخص کے جو بڑھتا ہے تیری حدوں سے اور ظلم کرتا ہے تیرے بندوں پر بے شک ہمارا کوئی مددگار نہیں۔ تیرے سوا۔ اور نہ ہی کوئی مدد چاہا ہوا ہے تیرے بغیر اے مالک یوم الدین۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ (تفسیر فتح القدیر ۲ ص ۵۶) (ھکذا فی تفسیر صفوۃ التفاسیر ص ۲۵۲)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی چھٹی قرآنی دلیل

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ط

ذَالِکَ بِمَا عَصَوا وَّ کَانُوا یَعتَدُونَ، کَانُوا لَا یَتَنَاھَونَ عَن مُنکَرٍ فَعَلُوہُ، لَبِئسَ مَا کَانُوا یَفعَلُونَ، (سورۃ المائدہ ۷۸-۷۹)

ترجمہ :- لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی زبان پر یہ بوجہ اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے۔ اور زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ نہ منع کیا کرتے تھے ایک دوسرے کو اس برائی سے جو وہ کرتے تھے بہت برا تھا وہ جو کیا کرتے تھے۔

علامہ سید فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

(لُعِنَ الَّذِینَ کَفَرُوا مِن بَنِیٓ اِسرَائِیلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیسَی ابنِ مَریَمَ)

اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہ لعن اصحاب سبت اور اصحاب مائدہ کے متعلق ہے۔ اصحاب سبت قوم داؤد علیہ السلام میں سے ہیں۔ اور وہ ایلہ کے رہنے والے لوگ تھے۔ جب انہوں نے سبت میں زیادتی کی مچھلیاں پکڑنے کے سلسلہ میں، جس طرح کہ اللہ نے اس واقعہ کو سورۃ اعراف میں بیان فرمایا۔ تو داؤد علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ ان پر لعنت فرما۔ اور ان کو نشانی بنادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں بدل دیں۔ بندروں کی صورت میں اور اصحاب مائدہ وہ تھے جنہوں نے مائدہ کو کھایا لیکن ایمان نہ لائے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ ان پر لعنت فرما جیسا کہ تو نے لعنت فرمائی اصحاب سبت پر تو صبح وہ خنزیر بن چکے تھے۔ وہ کل پانچ ہزار افراد تھے۔ ان میں کوئی عورت یا بچہ نہیں تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ یہود اس چیز پر فخر کرتے تھے کہ وہ اولاد انبیاء ہیں۔ اور ذکر کیا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو تاکہ دلالت کرے کہ وہ ملعون ہوئے انبیاء کی زبان سے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ داؤد علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری دی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور لعنت فرمائی ان پر جو آپ کو جھٹلائیں۔ اور یہ قول ہے اصم ؒ کا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد

فرمایا۔ (ذَالِکَ بِمَا عَصَوا وَّ کَانُوا یَعتَدُونَ ط)

اور اس کا معنی یہ ہے کہ یہ لعنت اس وجہ سے تھی کہ وہ لوگ گناہ کرتے تھے۔ اور مبالغہ کرتے تھے اس گناہ میں۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے وضاحت فرمائی۔ معصیت اور اعتداء کی اس قول کے ساتھ (کَانُوا لَا یَتَنَاهَونَ عَن مُنکَرٍ فَعَلُوهُ)

یہاں پر منع کرنے کے دو معنی ہیں۔ اول اور وہ یہ ہے جس پر جمہور ہیں۔ کہ یہ نہی کا باب تفعل ہے۔ یعنی وہ ایک دوسرے کو نہ روکتے تھے۔ روایت کی ہے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ؐ سے آپ نے فرمایا جو راضی ہوا کسی قوم کے عمل سے تو وہ ان ہی میں سے ہے۔ اور جس نے بڑھائی تعداد کسی قوم کی تو وہ ان میں سے ہے۔

(معنی دوم) تناہی کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ انتھی کا معنی دیتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انتھی عن الامر و تناہی عنہ) جس وقت کسی کام سے کوئی شخص رک جائے پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا (لبئس ما کانوا یفعلون) لبئس میں لام قسم کا ہے۔ گویا کہ یوں فرمایا۔ قسم کھاتا ہوں میں کہ وہ برا کام کرتے ہیں اور وہ برے کام کیا ہیں گناہوں کا کرنا۔ ظلم اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا۔ چھوڑنا ہے۔

اعتراض :۔ یہاں پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کسی کام کے ہوجانے کے بعد اس سے رکنا کیسے ممکن ہے۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت کیوں فرمائی۔ علامہ رازی فرماتے ہیں کہ اس کے جواب کی کئی وجوہ ہیں۔ (اول) یہ کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جو گناہ وہ کرچکے ہیں اس کے دوبارہ کرنے سے نہیں رکتے۔

(دوم) اس منکر سے نہیں رکتے جس کے کرنے کا وہ ارادہ کرچکے ہوں اور اس کے آلات اور تیاری مکمل ہوچکی ہو۔

(سوم) یا یہ کہ وہ جو گناہ کرچکے ہیں اس کے بار بار کرنے سے نہیں رکتے تھے۔ اس لئے ان کی مذمت کی گئی۔ (تفسیر کبیر ۳ ص ۴۵۰)

علامہ قرطبیؒ رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

زیر تحقیق آیتوں میں سے پہلی آیت کی تفسیر علامہ قرطبی نے تقریباً وہی کی ہے۔ جو علامہ رازی کی نقل کی جاچکی ہے۔ دوسری آیت میں کچھ اضافہ ہے۔ قارئین کے استفادہ کے لئے اسے نقل کیا جاتا ہے۔ کَانُوا لَایَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنکَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَاکَانُوا یَفْعَلُوْنَ) اس میں دو مسئلے ہیں۔ اول' اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کانوا لایتناهون یعنی ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے۔ (لبئس ما کانوا یفعلون) یہ مذمت ان کے ترک نہی کی وجہ سے ہے۔ اور بعد والوں کی مذمت انہی افعال کے کرنے کے باعث ہے۔

ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللبه علیہ وسلم نے 'تحقیق پہلا نقص جو بنی اسرائیل میں داخل ہوا (وہ یہ تھا) جب کوئی شخص پہلی دفعہ کسی سے ملتا' تو اسے کہتا اے فلاں! اللہ سے ڈر اور چھوڑ دے وہ برا کام جو تو کرتا ہے۔ یہ تیرے لئے حلال (جائز) نہیں ہے۔ پھر جب دوسرے' دن وہ اس کو ملتا تو باوجود اس کے کہ وہ اپنے عمل پر قائم ہوتا لیکن اسے اپنا کہا اس کے ساتھ کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے سے نہ روکتا۔ پس جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آپس میں مشابہ کر دیا۔ پھر فرمایا (لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ط فَاسِقُوْنَ ط پھر فرمایا ہرگز نہیں۔ قسم خدا کی۔ البتہ ضرور تم نیکی کا حکم کرو گے۔ اور ضرور تم برائی سے روکو گے۔ اور البتہ ضرور ظالم کا ہاتھ پکڑو گے۔ اور اسے زبردستی حق کی طرف موڑو گے اور حق پر قائم رکھو گے۔ یا البتہ ضرور اللہ تعالیٰ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کی طرح کردے گا۔ اور پھر البتہ ضرور تم پر بھی اسی طرح لعنت فرمائے گا جیسے ان پر کی تھی۔ ترمذی نے بھی یونہی روایت کی ہے اور لتاطرنہ۔ کا معنی ہے۔ "لتردنہ" یعنی پھیرنا۔ موڑنا۔

دوم :۔ ابن عطیہ نے فرمایا کہ اس پر اجماع ہے کہ نہی عن المنکر فرض

ہے۔ اس شخص پر جو اس کی طاقت رکھتا ہے اور اپنے اوپر اور دیگر مسلمانوں
ضرر سے محفوظ رہنے کی توقع ہے۔ اگر اسے خوف ہے تو برا جانے دل سے اور
جدا ہو جائے برائی کرنے والے سے اور اس کے ساتھ میل جول نہ رکھے۔ اور
کہا ہے ماہرین اہل علم نے ناہی کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ گناہوں سے
محفوظ ہو۔ بلکہ گناہگاروں پر بھی ضروری ہے کہ وہ ایک دوسرے کو گناہ کرنے
سے منع کریں۔ بعض اصولیوں نے کہا کہ فرض ہے ان لوگوں پر جو لین دین
کرتے ہیں جگا ٹیکس لینے کا کہ وہ ایک دوسرے کو منع کریں اور اصولیوں نے
استدلال کیا ہے۔ اسی آیت سے۔ اصولیوں نے کہا کہ کیونکہ قول اللہ تعالیٰ کا
(کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُنْکَرٍ فَعَلُوْہُ) چاہتا ہے ان کا شریک ہونا فعل میں اور ان
کی مذمت کا ایک دوسرے کو منع نہ کرنے پر۔ اور آیت میں دلیل ہے مجرموں
کے ساتھ بیٹھنے سے منع کی۔ اور حکم ہے ان کو چھوڑنے کا۔ اور ان سے دور
رہنے کا۔ اور تاکید کی گئی ہے اس حکم کی ساتھ قول اللہ تعالیٰ کے انکار یہود
پر (تفسیر قرطبی ص ۲۵۳)

علامہ سید محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

(کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُنْکَرٍ فَعَلُوْہُ) علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔
کہ منکر سے مراد مچھلی کا شکار سبت کے دن میں ہے یا حکم میں رشوت لینا ہے۔
یا سود کھانا اور چربی کی رقم لینا بہتر یہ ہے کہ اس سے مراد مطلقاً نوع منکر ہو۔
اور تنوین فائدہ دے رہی ہے وحدت نوعیہ کا نہ کہ شخصیہ کا (لبئس ما کانوا
یفعلون) یہ اظہار ناپسندیدگی ہے۔ ان کے برے فعل کے باعث اور اس سے
اظہار تعجب ہے۔ اور قسم تاکید تعجب کے لئے ہے۔ یا اس فعل کی تاکید کے لئے
ہے جس سے تعجب ہو رہا ہے۔ اور اس آیت میں شدید ناراضگی ہے۔ اس شخص
کے لئے جو تارک ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حضرت حذیفہ بن
یمان ؓ سے احمد اور ترمذی نے حدیث پاک بیان کی ہے۔ اور اسے حسن کہا
ہے۔ فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ قسم ہے اس ذات کی
جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ ضرور حکم دو گے تم نیکی کا اور ضرور روکو

گے تم برائی سے ورنہ پھر اس کا شدید اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے بہت بڑا عذاب بھیجے گا۔ پھر تم اس سے دعا مانگو گے لیکن تمہاری دعا قبول نہیں ہوگی۔ احمد نے روایت کی ہے عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے کہ فرماتے ہیں سنا ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ آپ نے فرمایا ٔ بے شک اللہ تعالیٰ نہیں عذاب دیتا عام لوگوں کو خاص لوگوں کے عمل کی وجہ سے حتیٰ کہ دیکھیں وہ منکر کو اپنے درمیان اور وہ اس کو مٹانے پر قادر ہوں اور اسے نہ مٹائیں۔ پس جس وقت کریں وہ اس طرح عذاب دیتا ہے اللہ تعالیٰ خاص اور عام کو۔ خطیب نے روایت کی ہے ابی سلمہ سے۔ انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جس کے اختیار میں ہے۔ ضرور نکلیں گے میری امت سے کچھ لوگ اپنی قبروں سے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں اس وجہ سے کہ انہوں نے دورخی اختیار کی گنہگاروں کے ساتھ اور باوجود طاقت کے ان کو گناہوں سے نہ روکا۔ اور احادیث اس باب میں بہت ہیں۔ اور اس میں بہت بڑا خوف ہے۔ افسوس ہے، مسلمانوں پر منکرات سے منع کرنے سے ان کا منہ پھیرلینا اور اس کی طرف توجہ نہ دینے پر (روح المعانی ص ۴/ ۲۱۳)

علامہ محمد جمال الدین قاسمی رحؒ کی تحقیق

(کَانُو لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُنْکَرٍ فَعَلُوْہُ) یعنی نہیں منع کرتے تھے ایک دوسرے کو گناہوں اور حرام کام کرنے سے۔ پھر ان کی مذمت فرمائی تاکہ وہ لوگ خوف زدہ ہوں۔ جو انہی جیسے ناجائز کام کرتے ہیں۔ فرمایا (لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَفْعَلُوْنَ) موکد لام قسم کے ساتھ۔ ازراہ تعجب ان کے برے فعلوں کے باعث کیف وقد ادا ھم علی ما شرح من اللعن الکبیر اور کیسے تعجب نہ ہوتا اور بے شک پہنچا دیا ان کو اس برے فعل نے اس چیز تک جس کو بیان کیا گیا ہے۔ لعن کبیر (بڑی لعنت) سے

تنبیہات

اول :۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ ان پر لعنت کے جواز پر۔

دوم :۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے ان ذرائع کی ممانعت پر جو باطل کرتے ہیں مقاصد شرع کو۔ اس وجہ سے روایت کی ہے اکثر مفسرین نے بے شک وہ لوگ جنپر لعنت فرمائی داؤد علیہ السلام نے یعنی اہل ایلہ وہ لوگ زیادتی کرتے تھے سبت میں اور شکار کرتے تھے مچھلیوں کو اس میں عنقریب آجائے گا قصہ ان کا سورۂ اعراف میں۔

سوئم :۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے نہی عن المنکر کے واجب ہونے پر۔ امام حاکم نے فرمایا اور دلالت کرتی ہے یہ آیت اس پر کہ ترک نہی کبائر میں سے ہے۔

چہارم :۔ اس میں علامہ امام احمد کی روایت کردہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوگئے تو ان کو ان کے علماء نے منع کیا تو وہ نہ رکے۔ پھر بیٹھے وہ ان کی مجلسوں میں یا ان کے بازاروں میں اور ان کے ساتھ کھایا اور پیا پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایک جیسا کر دیا اور لعنت فرمائی ان پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کی زبانی۔ (ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّ کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ط

اور تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے وقت تکیہ لگائے ہوئے پھر آپ بیٹھ گئے اور فرمایا مجھے قسم ہے۔ اس ذات کی جس کے اختیار میں میری جان ہے۔ حتیٰ کہ تم ان کو پھیرو حق کی طرف یعنی حق پر انہیں پھیر لاؤ۔ روایت کی ہے ترمذی نے اور اسے حسن غریب کہا ہے۔ اس کے بعد علامہ نے ابوداؤد کی روایت تحریر کی ہے جو پہلے کئی بار ذکر ہو چکی ہے۔ فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں بہت احادیث ہیں۔ یہاں پر وہی لکھی جارہی ہیں۔ جو مقام کے مناسب ہیں۔ اس کے بعد حضرت حذیفہ بن

الیمان ؒ کی روایت بیان کی ہے اس کے بعد صحیحین کی ابی سعید خدری کی روایت بیان کی ہے اس کے بعد عدی بن عمیرہ ؓ کی۔ اس کے بعد ابن ماجہ کی یہ روایت جو انہوں نے حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ فرماتے ہیں سنا ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے آپ نے فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ بندے سے قیامت کے دن سوال فرمائے گا۔ حتیٰ کہ فرمائے گا کس چیز نے تجھے روکا جب تو نے ناجائز کام ہوتے دیکھا تو اسے کیوں نہ روکا۔ پس جب سکھائے گا اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی دلیل تو بندہ جواب میں عرض کرے گا۔ یارب میں نے تجھ سے امید کی اور لوگوں سے علیحدہ ہوگیا۔ حافظ ابن کثیر ؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس حدیث کی روایت میں ابن ماجہ منفرد ہیں اور اس کی اسناد میں کوئی حرج نہیں۔ (تفسیر قاسمی ج ۶ ص ۲۲۸)

علامہ ابن جریر طبری کی تحقیق

لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ

علامہ ابن جریر طبری نے ان آیات کی تفسیر میں کئی احادیث بھی ذکر کی ہیں۔ ان میں سے اکثر احادیث پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔ ایک دو حدیثیں جو پہلے نقل نہیں ہوئیں۔ یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیشک کوئی شخص بنی اسرائیل سے جس وقت اپنے بھائی کو گناہ کرتے دیکھتا تو اسے منع کرتا ملامت کرتے ہوئے۔ جب دوسرا دن ہوتا تو وہ گناہ جو اس نے دیکھا تھا اس کے لئے مانع نہ بنتا اور وہ اس کے ساتھ کھاتا پیتا اور بیٹھتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ عمل دیکھا تو بعض کے دلوں کو بعض کے مشابہ کردیا۔ اور ان پر لعنت فرمائی ان کے نبی حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبانی۔ بسبب اس کے کہ انہوں نے نافرمانی کی۔ اور زیادتی کرتے تھے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری

جان ہے البتہ تم ضرور حکم دو گے معروف کا اور البتہ تم ضرور روکو گے برائی سے اور البتہ تم ضرور پکڑو گے گنہگار کے ہاتھ سے اور نہ موافقت کرو گے تم ان کی دلوں سے یا البتہ ضرور مشابہ کر دے گا اللہ تعالیٰ تمہارے، بعض کے دلوں کو بعض سے اور البتہ ضرور لعنت کرے گا تم پر جیسے ان پر لعنت کی۔

حضرت ابن زید نے فرمایا۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک ایمان کی چکی گھوم گئی ہے۔ پس پھرو تم قرآن کے ساتھ جدھر وہ پھرے۔ بیشک اللہ تعالیٰ فارغ ہوگیا ہے اس چیز سے جو کچھ اس نے فرض کر دیا۔ ایک گروہ بنی اسرائیل کا اہل عدل تھا۔ جو حکم کرتے تھے نیکی کا اور منع کرتے تھے برائی سے تو پکڑ لیا ان کو ان کی قوم نے اور ان کو آروں سے چیر دیا اور لکڑیوں پر انہیں پھانسی دی، جو ان میں سے باقی بچ گئے۔ وہ راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ وہ داخل ہوئے بادشاہوں پر اور ان کے ساتھ بیٹھے۔ پھر بھی وہ راضی نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بھروسا کرلیا انہوں نے ان لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو مشابہ کردیا اور ایک بنادیا۔ پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔" ان کا کیا گناہ تھا؟ فرمایا (کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ) علامہ طبری فرماتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی وہ یہود تھے نہ رکتے تھے ناجائز کام سے جو وہ کرتے تھے اور نہ ایک دوسرے کو منع کرتے تھے۔(تفسیر طبری ص ۳۱۹ ج ۶)

یہود پر لعنت کے اسباب میں مفسرین کے اقوال

امام ابی بکر جصاص کی تحقیق

علامہ ابوبکرؒ اس آیت کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کو برائی سے منع نہ کرتے تھے اس آیت کی تاویل میں ہم نے احادیث ذکر کی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو لوگ ناجائز کام کرتے ہیں ان کے ساتھ

CamScanner

بیٹھنا جائز نہیں اور صرف انہیں برائیوں سے منع کرنا ہی کافی نہیں، بلکہ ان سے قطع تعلق بھی ضروری ہے (احکام القرآن ۴/۱۰۸)

امام اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ملعونین پر یہ لعنت کیوں واقع ہوئی فرمایا (ذٰلِکَ بِمَا عَصَوا وَّکَانُوا یَعتَدُونَ) یعنی یہ بری لعنت جو مسخ (صورت کی تبدیلی) کا سبب بنی ان کے گناہوں اور حد سے بڑھنے کے باعث ان چیزوں مین جو اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی تھیں (وَکَانُوا لَا یَتَنَاهَونَ عَن مُّنکَرٍ فَعَلُوهُ) فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کو برے کاموں سے نہ روکتے تھے۔ جو وہ خود بھی کرتے تھے۔ اور انہوں نے نہی عن المنکر نہ کرنے پر اتفاق کر لیا تھا (تفسیر روح البیان ۲ ص ۴۲۵)

علامہ محمد بن یوسف ابوحیان اندلسی کی تحقیق

(لَبِئسَ مَا کَانُوا یَفعَلُونَ) یہ مذمت ان کے ناجائز کام کرنے کے باعث اور برے کاموں سے ایک دوسرے کو نہ روکنے کے باعث ہے (تفسیر بحر المحیط ۳ ص ۵۴۰)

علامہ علاؤ الدین علی بن محمد ابراہیم البغدادی المعروف بالخازن کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں اس لعنت کا سبب ان کا گناہوں میں مشغول ہونا اور حد سے بڑھنا تھا پھر اعتداء اور معصیت کی تفسیر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا (کَانُوا لَا یَتَنَاهَونَ عَن مُّنکَرٍ فَعَلُوهُ) یعنی وہ ایک دوسرے کو برے کام سے نہ روکتے تھے۔ وہ جو پہلے کر چکے تھے اور نہ ہی اس کو بار بار کرنے سے روکتے

تھے (تفسیر خازن ۱ ص ۴۷۸)

علامہ ابی محمد الحسین الفراء البغوی کی تحقیق

یعنی وہ ایک دوسرے کو برے کام کرنے سے نہ روکتے تھے (تفسیر معالم التنزیل علی حاشیہ خازن ۲ ص ۶۵)

علامہ ابوبکر جابر الجزائری کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں جس وجہ سے ان پر لعنت واجب ہوئی وہ یہ تھی کہ وہ برے ناجائز کام کرتے تھے اور اس سے ایک دوسرے کو منع بھی نہ کرتے تھے ۔ (ایسر التفاسیر ۱ ص ۹۵۸)

علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ ملعونین پر لعنت ان کے گناہوں اور حد سے تجاوز کی وجہ سے کی گئی ہے۔ پھر اللہ تعالی نے معصیت اور اعتداء کی تفسیر كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ سے فرمائی ہے۔ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ اس بات کی دلیل ہے کہ نہی عن المنکر کا ترک بہت بڑا گناہ ہے۔ حیرت ہے مسلمانوں پر جو آج نہی عن المنکر سے منہ پھیر چکے ہیں۔ (تفسیر نسفی ۱ ص ۲۹۴)

علامہ عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف الثعالبی کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اس فرقہ ملعونہ کی اس وجہ سے مذمت فرمائی ہے کہ وہ دوسروں کو برے کام سے منع نہیں کرتے تھے۔ سرعام برائی کرتے اور انہیں روکنے والا کوئی نہ ہوتا۔ اور یہ ان سے ملاقات کھانا پینا اور اٹھنا بیٹھنا جاری رکھتے اور قطع تعلق نہیں کرتے تھے (تفسیر ثعالبی ۱ ص ۴۷۹)

علامہ شیخ محمد نووی الجاوی کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ یہ رسوا کرنے والی لعنت ان کے گناہوں اور گناہوں میں زیادتی کے باعث کی گئی ہے۔ اللہ تعالی نے قسم اٹھا کر فرمایا کہ ان کا تکرار گناہ اور ترک نہی کا فعل مذموم ہے۔ (تفسیر نووی ۱ ص ۲۱۷)

قاضی ناصرالدین ابو سعید عبد اللہ بن عمر البیضاوی کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ یہ بری لعنت جو مسخ کا تقاضا کرتی ہے یہ ان کی زیادتیوں کے باعث ہوئی ہے کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ یعنی ان کا کوئی طبقہ بھی دوسروں کو برائی پر مصر رہنے سے منع نہیں کرتا تھا۔ (تفسیر بیضاوی ص ۹۹)

علامہ شیخ طنطاوی کی تحقیق

علامہ لکھتے ہیں کہ ان کے بعض دوسرے بعضوں کو ان منکرات سے نہیں روکتے تھے جن کا ارتکاب وہ کر چکے ہوتے۔ (تفسیر جواہر ۳ ص ۲۰۲)

علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی تحقیق

فرماتے ہیں کہ (لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ) یعنی یہود (علٰی لسان داؤد) یعنی زبور میں۔ یا اس سے مراد اہل ایلہ ہیں جنہوں نے سبت میں زیادتی کی۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ ان پر لعنت فرما اور انہیں عبرت ناک نشانی بنادے۔ لہٰذا وہ بندر بنادیئے گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبانی انجیل میں لعنت کی گئی ہے۔ اس سے مراد مائدہ والے کفار بھی ہو سکتے ہیں۔ جب وہ ایمان نہ لائے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا اللہ ان پر لعنت فرما اور انہیں عبرت بنادے چنانچہ وہ خنزیر بنادیئے گئے ان کی تعداد پانچ ہزار تھی۔ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ) یہ لعنت ان کے گناہوں اور زیادتیوں کے سبب ہوئی ہے۔ پھر کانوا لایتناھون سے عصیان و اعتداء کی تفسیر بیان فرمائی۔ یعنی یہ ایک دوسرے کو منکر کے ارتکاب یا اس پر اصرار یا محض اس کا ارادہ کرنے سے منع نہیں کرتے تھے۔ ان۔ نہی عن المنکر کے ترک کا جرم ان سب کے عذاب کا متقاضی ہے۔ (تفسیر مظہری ۳ ص ۱۵۰)

CamScanner

علامہ ابو الفداء اسماعیل بن کثیر کی تحقیق

فرماتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کو گناہ اور ارتکاب حرام سے منع نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت میں فرمایا کہ ان کا یہ فعل برا تھا۔ (تفسیر ابن کثیر ا ص ۶۱۸)

قاضی القضاۃ امام ابو السعود محمد بن محمد العمادی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

فرماتے ہیں کہ یہ لعنت کس وجہ سے ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ یہ لعنت مسلسل گناہوں اور زیادتیوں کی وجہ سے ہوئی ہے۔ یہ بات ماضی اور مستقبل کے دونوں صیغوں کو اکٹھا لانے سے مستفاد ہو رہی ہے۔ یعنی کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ یہ نیا جملہ ہے۔ اس کی عبارت مستقلا برائی سے نہ روکنے کا فائدہ دے رہی ہے۔ ہمیشہ اور مستقلا نہی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب گناہ بھی ہمیشہ اور مستقلا ہوتا ہو۔ تناہی کے باب تفاعل سے یہ سمجھنا غلط ہے کہ ان میں سے ہر ایک ہر دوسرے کو منع کرتا بلکہ مراد یہی ہے کہ کچھ لوگ اس بات کی ذمہ داری لے لیتے تو کافی ہوتا۔ (تفسیر ابو السعود ۳ ص ۶۹)

علامہ محمد بن علی شوکانی رحمت اللہ علیہ کی تحقیق

فرماتے ہیں کہ نہی عن المنکر کا ترک ہی اللہ کی نافرمانی ہے اور حد سے بڑھنا ہے۔ نہی عن المنکر ضروری قواعد اسلامیہ میں سے ہے اور بڑے فرائض شرعیہ میں سے ہے۔ اس کے چھوڑنے والا منکر کے مرتکب کا ساتھی ہوگا اور اللہ کے غضب اور انتقام کا برابر حق دار ہوگا۔ یہی حشر سبت، والوں کا ہوا کہ منع نہ کرنے والوں کو بھی دھر لیا گیا اور ان کے چہرے مسخ کر دیئے گئے اور بندر و خنزیر بنا دیئے گئے۔

بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب ہمارے لئے آئینہ عمل

اسباب لعنت کے تعین کے لئے اس طویل بحث کی ضرورت نہ تھی کیونکہ مذکورہ آیت میں صراحت کے ساتھ اسباب لعنت کا ذکر فرمادیا گیا تھا (ذٰلِکَ بِمَا

عَصَوا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ کَانُوْا لَایَتَنَاھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ فَعَلُوْہُ لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَعْمَلُوْنَ)
لعنت اس سبب سے کی گئی کہ وہ گناہ کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں سے
بڑھتے تھے اور برائی سے نہ روکتے تھے۔ اتنے صاف اور واضح انداز میں اسباب
لعنت ذکر کردیئے گئے کہ اس کے بعد مزید کسی تصریح کی گنجائش باقی نہ تھی۔
لیکن اس کے باوجود بھی متعدد مفسرین کی آراء نقل کرکے اس مسئلہ کو مزید
واضح کردیا گیا تاکہ کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش باقی نہ رہے۔ اب جبکہ
معاملہ بالکل واضح ہوچکا ہے تو ہمیں اس پر غور کرنا چاہئے کہ اتنی بڑی سزا کا
سبب کیا تھا اور ہم اس سے کس قدر محفوظ ہیں۔

اصحاب سبت کا واقعہ یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو
ہفتے کے دن مچھلی کے شکار سے منع فرمایا کہ ہفتہ میں ایک دن یعنی سنیچر کے دن
تم مچھلی کا شکار نہ کروگے اللہ تعالیٰ سورہ اعراف میں فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ
آزمائش تھی اور میں انہیں آزمانا چاہتا تھا اس لئے اس دن مچھلیاں سطح سمندر پر
آجاتی تھیں اور وہ دن ختم ہوتے ہی غائب ہوجاتی تھیں اس طرح کچھ عرصہ صبر
کے بعد انہوں نے ایک ترکیب نکالی اور وہ یہ تھی کہ انہوں نے دریا سے
نالیاں بنالیں اور اس کے آگے تالاب بنادیئے۔ یوم سبت میں وہ نالیاں کھول
دیتے اور اس طرح مچھلیاں تیرتی ہوئی تالابوں میں پہنچ جاتی تھیں جب تالاب
مچھلیوں سے بھر جاتے۔ تو وہ لوگ نالیاں بند کردیتے اس طرح مچھلیوں کا واپسی
کا راستہ مسدود ہوجاتا اور پھر وہ ان تالابوں سے ہفتہ بھر آرام سے شکار
کرتے۔ ان کے اس فریب کو اللہ تعالیٰ نے سخت ناپسند فرمایا۔ اور پھر حضرت
داؤد علیہ السلام کی زبانی ان پر لعنت فرمادی اب یہاں قابل ذکر اور قابل غور
بات یہ ہے کہ مچھلی حلال ہے اور اس کا شکار جیسے جس طرح جس وقت کیا
جائے جائز ہے۔ پوری دنیا کے لوگ مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ دن میں بھی اور
رات میں بھی۔ اور ہفتے کے تمام دنوں بلکہ سال کے تمام دنوں میں اور ان پر
کوئی پابندی نہیں۔ اصحاب سبت پر یہ پابندی لگائی گئی اور خلاف ورزی پر دنیاو
آخرت کی سب سے بڑی سزا دی گئی۔ حالانکہ ظاہراً سنیچر کے دن شکار کرلینے
میں کوئی اتنی بڑی قباحت بھی نظر نہیں آتی۔ جو چیز ہفتہ کے چھ دن جائز ہے وہ
ایک دن ممنوع قرار دی گئی ہے۔ اور اگر اس دن میں بھی کوئی شکار کرے۔ تو

کونسی بڑی بات ہے یا کونسا کوئی ایسا شرعی نظام تہ و بالا ہوتا ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا تھی پورے غور و خوض سے ایک ہی بات سامنے آتی ہے۔ اور وہ یہ کہ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابندی نہ کی حیلوں بہانوں سے جواز ڈھونڈنے کی کوشش کی۔ جس کے باعث اتنی بڑی سزا کے مستحق بن گئے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ اصل اور بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ وہ کسی چھوٹی چیز کے متعلق ہو یا بڑی چیز کے متعلق حلال و حرام جائز و ناجائز گناہ ثواب سب چیزوں کی اصل اور بنیاد اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ بنی اسرائیل کے اصحاب سبت اور اصحاب مائدہ کو اتنی بڑی سزا اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی بنیاد پر دی گئی۔

اس حکم سے یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اٹل اور قطعی ہوتا ہے۔ اس میں چوں و چرا اور لیت و لعل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہر حال میں محترم اور اس پر عمل ضروری ہے خواہ وہ ظاہراً کسی چھوٹی اور معمولی چیز کے متعلق ہی کیوں نہ ہو۔ تب بھی اس کی اتنی بڑی اور خوفناک سزا ہے۔ جو انسان کی دنیا و آخرت کو تباہ کر دیتی ہے۔

اس صورتحال کے پیش نظر ہم نے اپنی زندگی کا جائزہ لینا ہوگا۔ کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے۔ اللہ تعالیٰ کی مقررہ کردہ حدوں سے آگے تو نہیں بڑھ رہے۔ اور کیا ہم نہی عن المنکر کر رہے ہیں یا نہیں۔

ان سب معاملات کو سمجھنے کے لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کے احکام کا علم ضروری ہے۔ اور کرنے نہ کرنے والے افعال کا جاننا ضروری ہے۔ اس کے بغیر مکمل طور پر یہ سمجھ لینا بہت مشکل ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کر رہے ہیں۔ یا خلاف ورزی۔ اس سلسلہ میں کبیرہ گناہوں کا علم ہونا بھی بہت اہم ہے۔ یونہی حدود اللہ کا علم حلال و حرام، ظلم و عدل، حقوق اللہ و حقوق العباد کا علم یہ تمام امور ایسے ہیں کہ جن کے علم کے بغیر تاریکی کا سفر ہے۔ اور ہم خود یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث

CamScanner

ہے۔ یا ناراضگی کا مسلمان کے لئے فقط دعویٰ مسلمانی کافی نہیں۔ یاد رہے کہ دعویٰ مسلمانی کے باوجود بے شمار ایسے لوگ ہیں جو لاعلمی کے باعث یا فخرو تکبر کے باعث ایسی گفتگو کرتے ہیں کہ جس سے وہ کافر ہوجاتے ہیں۔

(ایسی ابحاث انشاء اللہ کتاب کے دوسرے باب میں آئیں گی۔) جن چیزوں کا علم ہونا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے۔ وہ اوامر و نواہی ہیں۔ نہی عن المنکر کی تاکید اور اہمیت جس طرح پچھلے اوراق میں ہمارے سامنے آئی ہے۔ اور آئندہ صفحات میں بھی انشاء اللہ آئے گی۔ اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ نہی عن المنکر انتہائی اہم معاملہ ہے۔ اور اسے اسلام کے بنیادی قانون کی حیثیت حاصل ہے۔ ہم مسلسل اس پر بحث کررہے ہیں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ بہرحال فرض عین فرض کفائی یا واجب تین قول سامنے آچکے ہیں جن میں زیادہ دلائل فرض عین کے حق میں ہیں۔ اور واجب میں تو کسی کو اختلاف بھی نہیں جس طرح مفسرین نے اس کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ اہم واجبات میں سے ہے۔ تو اہم واجب اور فرض عین قریب تر ہیں۔ اب اس فرض کی انجام دہی کے متعلق ہم نے غور کرنا ہے کہ کیا ہم اسے ادا کررہے ہیں یا نہیں اور اگر ادا کرنا چاہیں تو ادا کر بھی سکتے ہیں یا نہیں اور اگر ادا نہیں کرسکتے تو عنداللہ ہمارا جواب کیا ہوگا۔ اور اس حشر سے ہم کیسے محفوظ رہیں گے۔ جو اس کی عدم ادائیگی کی وجہ سے بنی اسرائیل کا ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کچھ ایسے امور ہیں۔ جن میں ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرسکتے ہیں۔ اور کچھ ایسے ہیں جن میں ہم یہ فرض ادا نہیں کرسکتے۔

مثلاً برادری، خویش و اقارب، اہل وعیال، محلہ کی حد تک یا گاؤں کی حد تک، تو ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرسکتے ہیں۔ نہی عن المنکر کی بنیاد پر کسی سے قطع تعلق نشست و برخاست اور میل جول ہمارے اختیار میں ہیں۔ اگر ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ اور کوئی ہماری بات نہیں مانتا۔ تو ہم اس سے قطع تعلق کرسکتے ہیں۔ اور اس میں ہمیں کوئی ایسی مشکل درپیش نہیں جو مانع اور رکاوٹ بن سکے۔ اگر ہم یہ ہمت کربھی لیتے ہیں۔ تو یہ زبان سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درجہ ہوگا۔ اور پہلے درجے کا ایمان قوت کا استعمال ہمارے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ آجکل

حکومتوں کی گرفت اتنی مضبوط اور ہمہ گیر ہے کہ کسی شہری کی زندگی کا کوئی گوشہ حکومتی اختیار و تسلط سے آزاد نہیں۔ آپ کسی شخص پر دست درازی نہیں کر سکتے۔ کسی کو قتل یا زخمی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ آپ ہر فعل کے لئے حکومت کے سامنے جواب دہ ہیں۔ اور آپ کی لغزش کی کڑی سے کڑی سزا آپ کو ملنا یقینی ہے۔ اور اس صورت میں اگر آپ یہ بھی کہیں کہ میں نے نہی عن المنکر کے طور پر یہ اقدام کیا ہے تو پھر تو شائد آپ کو دوہری سزا بھگتنی پڑے گی۔ اور پوری سرکاری مشینری شعلہ جوالہ بن جائے گی۔ دوسری سمت آپ کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے شریعت مطہرہ نے کوئی خاص علاقہ مخصوص نہیں کیا۔ بلکہ آپ جہاں بھی منکر دیکھیں آپ پر اس سے منع کرنا فرض ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اس فرض سے سبکدوشی کا یہ بھی کوئی راستہ نہیں ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر دیکھیں تو نواہی سب سے زیادہ حکومت وارکان حکومت میں پائے جاتے ہیں۔ رشوت جیسا بڑا منکر سرکاری اہلکاروں میں پایا جاتا ہے۔ حقوق کا غصب، ظلم و ستم، چوری و چور بازاری، حدود اللہ کی پامالی، رمضان المبارک کی بے حرمتی منکرات سرکاری محکموں کے اہل کاروں میں پائے جاتے ہیں۔ اور وہی لوگ عوام میں بھی ان خرابیوں کا بیج بوتے ہیں اور سرپرستی کرتے ہیں کون نہیں جانتا چوری اور ڈاکے کون ڈلواتا ہے۔ منشیات اور جوئے کے اڈے کون چلاتا ہے۔ فحاشی اور بدمعاشی کی سرپرستی کون کرتا ہے۔ حق و انصاف کی دھجیاں کون بکھیرتا ہے۔ جھوٹے گواہ اور جھوٹی گواہیاں کون مہیا کرتا ہے۔ گویا حکومت مجمع المنکرات اور سب سے بڑی فاعلة المنکرات ہے لیکن کسی کی کیا مجال کہ ان کے خلاف ایک لفظ تو کہدے۔ کہیں توہین عدالت کی تلوار لٹک رہی ہے کوئی آپ کو بغاوت کے مقدموں میں پھانسنے کا اختیار رکھتا ہے۔ تو کوئی آپ کی آنت دبانے کی پوزیشن میں ہے تو کوئی ناجائز مقدمات میں آپ کو پھانسنے کی قوت سے لیس ہے۔ ایسے حالات میں ہم دونوں طرف سے مجبور ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے تو زندگی اور آخرت تباہ ہوتی ہے۔ کرتے ہیں تو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار ہوتے ہیں۔ ایسی گمبھیر صورتحال میں ہمیں انتہائی غور و فکر سے فیصلہ کرنا ہوگا۔ اور ایسی راہ متعین کرنی ہوگی کہ جس کے ذریعے کم از کم ہم عذاب الٰہی سے تو بچ جائیں۔ دنیا کی مشکلات تو ایسے فرائض انجام

دینے والوں پر آتی ہی ہیں جیسے پہلے گزر چکا ہے۔

کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کو قتل کیا گیا۔ سولیوں پر لٹکایا گیا اور ان کے جسموں کو آریوں سے چیرا گیا۔ عوام کی بات ہی کیا ہے انبیاء کرام علیہم السلام ان مظالم سے محفوظ نہ رہ سکے اور پھر سب سے بڑھ کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کریں کہ آپ کو کن کن مشکلات و مصائب سے دوچار ہونا پڑا۔ حق کی خاطر جان دینا اور رب کی خوشنودی حاصل کرنا تو خوش قسمت لوگوں کا حصہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں بھی شہادت کے عظیم منصب پر فائز فرمائے۔ لیکن ان تمام مشکلات کے باوجود اس فرض کی انجام دہی کا ایک اور راستہ بھی ہے۔ اور وہ آیت مبارکہ وَلْتَكُنْ مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ سے واضح طور پر سمجھ آتا ہے۔ کہ نیک لوگوں کا ایک گروہ ہونا چاہئے۔ جس کی بنیاد نیکی اور تقوے پر ہونی چاہئے۔ رضائے الٰہی ان کا منشاء اور مقصود ہونا چاہئے۔ ان کی آپس میں الفت و محبت اسلام کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کے لئے ہونی چاہئے۔ ان کی محبت کا رشتہ تعلق خداوندی کے باعث ہونا چاہئے۔ الحب للہ و البغض للہ کا وہ عملی نمونہ ہوں۔ ایسے لوگوں کی ایک جماعت تیار ہو اور وہ اس کام کے لئے میدان عمل میں آئے۔ اور وہ اپنی خداداد قوت کے ذریعہ حکومت وقت کو اسلامی نظام و احکام نافذ کرنے پر مجبور کریں۔ یہ وہ درمیانی راستہ ہے جو اللہ کے بندوں کے صرف اتحاد اور معمولی جدوجہد سے پورے ملک کے مسلمانوں کو ایک فرض نہیں بلکہ تمام فرائض کی انجام دہی کا موقعہ فراہم کرسکتا ہے اور نہی عن المنکر کا حکومتی سطح پر اہتمام ہوسکتا ہے۔

کیونکہ جمہوریت کا دور ہے اور اس کی وجہ سے سینکڑوں منکرات اور سینکڑوں برائیاں تو قوم مسلم کے حصہ میں آئی ہیں تاہم اس میں تقریر و تحریر کی جو معمولی آزادی موجود ہے اس آزادی سے دو چیزیں وجود پذیر ہوتی ہیں۔

۱۔ اس آزادی نے ہم پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی یوں فرض کر دی ہے کہ اب اس فرض کے سقوط کا کوئی جواز باقی نہیں رہا۔

عنداللہ ہمارا کوئی عذر قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ امر بالمعروف کا راستہ مکمل

کھلا ہے اور نہی عن المنکر کی دوسری اور تیسری قسم پر عمل بھی ممکن ہے۔ اس وجہ سے اب ہمیں کوئی حیلہ بہانہ نہی عن المنکر کی انجام دہی سے نہیں بچاسکتا۔

جس طرح پہلے صفحات میں قرآن پاک و حدیث پاک سے واضح کیا جاچکا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روگردانی تباہی و بربادی کا سبب ہے پہلی امتیں اسے انجام نہ دینے کے باعث ہلاک کردی گئیں ان کی شکلیں مسخ کردی گئیں باوقار لوگ بندروں اور خنزیروں کی شکلیں اختیار کرگئے قسما قسم کے عذاب ان پر مسلط کئے گئے۔ آج ہم ان ہی لوگوں کی راہ پر چل رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں کی پامالی تعلیمات نبوت کی ویرانی سے ہمیں ذرہ بھر تکلیف نہیں ہوتی ہمارے تمام رشتے تمام دلچسپیاں ذاتی مفادات اور دنیاوی معاملات کے گرد گھومتی ہیں۔

حالت بایں نوبت رسید کہ اگر کوئی علی الاعلان منکرات میں مشغول ہو تو بھی اسے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔

مسلمانوں کے اس ملک میں رہتے بستے شہر میں مسلمانی کے دعویداروں کے سامنے کسی شخص کو ظلما قتل کردیا جاتا ہے۔ لیکن ظالم کا ہاتھ روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ہاتھ روکنا تو درکنار مظلوموں کی لاشیں اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا اور کئی کئی گھنٹے بلکہ پہر مظلوموں کی لاشیں دھوپ میں جلتی سڑتی رہتی ہیں اور کتے ان کا خون چاٹتے رہتے ہیں ڈاکٹر اور پولیس والے ان کے سودے طے کرتے رہتے ہیں۔

اور سب سے بڑھ کر افسوسناک بلکہ قابل صد حیف معاملہ یہ ہے کہ ایسے معاملات کی گواہی دینے کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ کیا آج کے مسلمان کو جان و مال اتنی عزیز ہے کہ وہ جان و مال کے تحفظ کے لئے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم سے جان چھڑائے بیٹھا ہے اور اسے یوم حساب اور جزا و سزا کا ذرہ بھر خوف نہیں کیا آج کل مسلمان یہ سمجھتا ہے کہ اسے سب کچھ کرنے کی اجازت ہے اور وہ جزاء و سزا سے قطعاً محفوظ ہے۔

کیا یہی عقیدہ یہود و نصاریٰ کا نہ تھا وہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان کو کوئی سزا

نہیں مل سکتی آج ایسا کرنے والے بڑی سرعت سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے ہمیں معاف کر دے گا کیا غفور الرحیم کا یہی مطلب ہے کہ تم ہر حکم کی خلاف ورزی کرتے رہو۔ ایک عام آدمی کے مقابلے میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کو کوئی اہمیت نہ دو اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ جماعت میں شامل ہونا پسند نہ کرو اللہ تعالیٰ کا گروہ بننا گوارہ نہ کرو اس کے پسندیدہ لوگوں کو ہر میدان میں شکست دینے کی کوشش کرو اس کے احکام کو ذرہ بھر اہمیت نہ دو اور پھر یہ بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ معاف کر دے گا اس سے بڑی گستاخی شان الوہیت میں کیا ہو سکتی ہے اور اس سے بڑا بھونڈا اور ظالمانہ مذاق شان کبریائی میں کیا ہو سکتا ہے۔ ایسا کہنے اور ایسے عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی شان جباری و قہاری و صمدی کو سامنے رکھنا چاہئے طوفان نوح علیہ السلام میں ہلاک ہونے والے بھی انسان تھے قوم عاد و ثمود اور اصحاب ایکہ وغیرہ یہ سب انسان تھے لیکن ان کی لغزشوں کے باعث انہیں ایسے رسوا کن عذابوں میں مبتلا کیا گیا کہ وہ رہتی دنیا تک عبرت کا نشان بن گئے۔

ہم ان کے مقابلے میں شاید کئی گنا زیادہ گناہوں میں مبتلا ہیں لیکن ہمیں اپنی آخرت کی کوئی فکر نہیں۔

۲۔ جمہوریت کی وجہ سے ملنے والی آزادی ہمیں دنیا و آخرت میں سرخرو بھی کر سکتی ہے بشرطیکہ اس کا صحیح استعمال کیا جائے۔ اسی آزادی کے باعث ہم ایسی جماعت تشکیل دینے کے مجاز ہیں جس کا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کو یقینی بنانا ہو۔ ہم مظاہرہ کر سکتے ہیں مطالبہ کر سکتے ہیں جلسے کر سکتے ہیں جلوس نکال سکتے ہیں حکومت پر دباؤ ڈال سکتے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ کے بندوں میں اپنے رب کو راضی کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اچھی خاصی تعداد میں جمع ہو جاتے ہیں تو پھر اسلامی نظام کا نفاذ یقینی ہے پھر اسلامی نظام کا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔ بشرطیکہ خلوص اور للہیت کارفرما ہو۔

اگر اقتدار کی بات ہو یا پہلے اقتدار اور پھر اسلام تو ایسی صورت میں نہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو سکتی ہے اور نہ کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

(اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ - وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ

سُبلنا یا ایّھا الّذین آمنوا کونوا انصار اللّٰہ)

یاد رہے کہ کامیابی و کامرانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے (تُؤتی المُلکَ مَن تشاءُ وتنزعُ المُلکَ مِمّن تشاءُ - بیدِہٖ ملکوتُ کلِّ شیئٍ - وھو علیٰ کلِّ شیئٍ قدیر)

جب کوئی شخص یا جماعت یہ پابندی لگاتی ہے کہ ہم اسلامی نظام اقتدار میں آکر خود نافذ کریں گے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کسی اور کے ذریعہ سے انہیں اسلامی نظام قبول نہیں جبکہ اسلامی نظام ایک ایسی ضرورت ہے جس میں ایک لمحہ کی تاخیر بھی جائز نہیں اور اسلام خود بھی طلب منصب کی اجازت نہیں دیتا (لاتسئال الامارۃ - انا لا نولی علی ھذا العمل احدا سالہ ولا احدا حرص علیہ - بخاری - مشکوۃ)

ممکن ہے یہ کہا جائے کہ اھل اقتدار جاھل ہیں اور جہلا خود رہنمائی کے محتاج ہیں وہ کیسے اسلامی نظام کے نفاذ کا اہم اور مشکل کام سرانجام دے سکتے ہیں تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ دینی مذہبی جماعتوں کے سربراہ ایک دو کے علاوہ کونسے ایسے عالم ہیں جو تمام ملک کے علماء سے اپنے آپ کو زیادہ بہتر اور بڑا عالم سمجھ کر اس منصب کے لئے اپنی ذات کو پیش کررہے ہیں ملک میں اج بھی ایسے علماء موجود ہیں جن کے سامنے مذہبی سیاسی جماعتوں کے سربراہوں کی علمی حیثیت ایک طالب علم سے بھی کم ہے۔ جب قحط الرجال نہ ہو اور سخت ضرورت بھی درپیش نہ ہو تو منصب کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنا جائز نہیں۔یہاں کوئی ایسی صورت حال درپیش نہیں۔ اسلامی نظام مجموعہ ہے احکام الٰہی و فرامین مصطفوی علیٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام کا وہی تمام احکام فرائض و واجبات مستحبات اور تمام نواہی کو احاطہ کئے ہوئے ہے تو یہ بالکل یوں ہو گا جیسے کوئی شخص یہ پابندی لگائے کہ میرا فلاں کام ہو گا تو نماز پڑھوں گا یا فلاں کام ہو گا تو رمضان المبارک کے روزے رکھوں گا۔ بتائیے کیا یہ شرط صحیح ہے اور اگر ایسی شرط پوری نہ ہونے کی وجہ سے کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا یا روزہ نہیں رکھتا تو کیا اللہ تعالیٰ اس کا مواخذہ نہیں کرے گا؟ یا وہ گناہ گار تارک

صوم و صلوٰۃ نہیں ہو گا۔ یقیناً وہ سخت گناہ گار ہو گا اور اس کی یہ شرطیں باطل ہوں گی۔ ایسی شرائط عائد کرنے کا نہ اسے اختیار ہے اور نہ ہی وہ اس کا مجاز ہے۔

بالکل یہی صورت حال اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنے اقتدار کی شرائط عائد کرنے والوں کی ہے۔ وہ ایسی شرائط عائد کرنے کے مجاز نہیں ہیں اور ایسی شرائط عائد کر کے وہ سخت گناہ گار ہو رہے ہیں اور اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ بن رہے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا مقصد ہی یہی ہے کہ مسلمانوں کو نیک بننے اور بدی سے رکنے کی ترغیب دینی چاہئے اور اگر وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہوتے تو سختی سے انہیں اس راہ پر چلانے کی کوشش کرنی چاہئے اور ایسی سختی نہ صرف جائز ہے بلکہ ضروری ہے جیسے کوئی شخص خودکشی کرنا چاہتا ہے تو کیا آپ اس کو اس برے کام کرنے کی اجازت دیں گے۔

اور اگر آپ اسے نہیں روکتے تو آپ سخت گناہ گار ہیں حالانکہ اس کی اپنی جان ہے چاہے تو زندہ رہے چاہے تو اپنی زندگی ختم کرلے آپ کو اس سے کیا واسطہ۔

لیکن شریعت مطہرہ کہتی ہے کہ تم نے اسے ایسا کام ہرگز نہیں کرنے دینا خواہ اس کی وجہ سے تمہاری آپس میں لڑائی کیوں نہ ہو جائے۔ دیکھنے والا اپنی طاقت کی حد تک پابند ہے کہ وہ دوسرے کو خودکشی نہ کرنے دے۔ زنا نہ کرنے دے۔ قتل نہ کرنے دے۔ شراب نہ پینے دے۔ جب ہم میں سے ہر شخص اس چیز کا مکلف ہے کہ اس نے زبردستی کی حد تک بھی کسی دوسرے مسلمان کو گناہ سے روکنا ہے۔ خواہ اسی وجہ سے جھگڑا اور لڑائی کیوں نہ کرنی پڑے روکنے والا مرجائے یا ماردے لیکن برائی نہ ہونے دے۔ جب ہم پر اس قدر مسلمانوں کی اصلاح ضروری ہے تو علماء کرام جن پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اول درجہ کا فرض اور لازم ہے تو وہ کیوں نہیں چاہتے کہ ان کی کوششوں سے ہمارے حکمران نیک ہوجائیں دیگر سرکاری محکموں کے لوگ بھی نیک ہوجائیں اور وہ خود اسلامی نظام کے نفاذ کو ضروری سمجھنے لگیں اور وہ خود

اسلامی نظام کے نفاذ کے داعی و علمبردار بن جائیں اور جن چیزوں کو وہ نہیں جانتے ان کے لئے علماء سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں دینی مذہبی جماعتوں کے رہنماؤں کا یہ خیال بھی قطعاً غلط ہے کہ ان کی الیکشنوں میں ناکامی کا سبب یہ ہے کہ وہ عوام تک اپنا پیغام نہیں پہنچا سکتے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کی ہوس اقتدار نے عوام کو ان سے دل برداشتہ کردیا ہے۔ اور عوام یہ سمجھنے پر مجبور ہوگئے ہیں کہ علماء اسلامی نظام نہیں چاہتے بلکہ اقتدار چاہتے ہیں ایسے علماء کی اقتدار پرستی نے اسلامی نظام کے نفاذ کے راستے میں بے شمار دیواریں حائل کردی ہیں اور ان کے کردار نے اسلامی نظام کے نفاذ کے مقصد کو پیچیدہ بنادیا ہے اور یہ ایسے علماء کا بہت بڑا جرم ہے۔ ہم اپنی قوت کے مطابق کوشش کرنے کے پابند ہیں محض یہ سوچ کر بیٹھ رہنا کہ ہمارا اتحاد نہیں ہے ہمیں اس اقدام کی قوت حاصل نہیں ہے فرض سے سبکدوشی کے لئے کافی نہیں ہے اگر فرض سے سبکدوشی مطلوب ہے تو خلوص نیت سے اتحاد و اتفاق کی کوششیں ہر مسلمان کو کرنی چاہئیں اور اتنی افرادی قوت تو دینی سیاسی جماعتوں کو حاصل بھی ہے کہ وہ موثر احتجاج کرسکتے ہیں صرف سہل کوشی، حیلہ سازی اور بہانہ بازی کے طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اتنی قوت حاصل نہیں ہے۔

ایسے اقدام کے لئے لاکھوں افراد کی حد مقرر کرنا کسی طرح درست نہیں صرف جذبہ شہادت کی ضرورت ہے۔ شیطان اور شیطانی ایجنٹوں کو قوت کے ذریعہ راسخ مسلمان بنایا جاسکتا ہے بغیر کسی جدوجہد کے سیاسی علماء کا یہ فیصلہ کہ سیاست اور جمہوریت کے ذریعہ ہی اقتدار پر قابض ہوکر اسلامی نظام نافذ کرایا جاسکتا ہے۔ ورنہ خون خرابہ ہوگا ملک ہاتھوں سے نکل جائے گا اور تباہی و بربادی ہوگی سوال تو یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی نظام حق ہے یا طاغوتی نظام حق ہے اگر اسلامی نظام حق ہے تو ہمیں یہ باتیں سوچنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے یہ ضرورت تو ان باطل پرستوں ظالموں کو پیش آنی چاہئے جو مسلمانوں کے ملک میں طاغوتی نظام نافذ کئے ہوئے ہیں اور مادی قوت اور طاغوتی طاقتوں کی سرپرستی کے باعث وہ اپنے مذہب کے خلاف نظام نافذ کئے ہوئے ہیں اس طرح وہ ظالم جابر اور عامتہ المسلمین پر کافرانہ نظام کو مسلط کرکے اپنے ذاتی

مفادات کے لئے ان کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کے مجرم ہیں ہر غیر قانونی و غیر اخلاقی اقدام کرتے وقت وہ تو ایسی باتیں کبھی نہیں سوچتے کہ ملک چلا جائے گا یہ ہوجائے گا وہ ہوجائے گا وہ تو اقتدار کو اپنی وراثت اور بازیچہ اطفال بنائے ہوئے ہیں کبھی کسی کو غدار قرار دیتے ہیں چند دن بعد اس کو سب سے بڑا محب وطن بنادیا جاتا ہے۔

عوام کے خون کا کھیل کھیلنے والے ایک دوسرے کے خلاف ضرورت کے مطابق مقدمات بناتے ہیں اور پھر ضرورت ختم ہونے پر مقدمات واپس لے لئے جاتے ہیں بہرحال سیاسی علماء کا یہ انداز قطعاً درست نہیں بلکہ ان کو کھل کر جدوجہد کرنی چاہئے ملک کہیں بھی نہیں جاتا۔

اگر وہ قائدین اسلامی نظام کے نفاذ میں مخلص ہیں اور وہ بھی صرف ذاتی مفادات کے لئے سیاست نہیں کررہے تو کیا وہ بتاسکیں گے کہ آج تک کیا کسی معین شخص کے خلاف آپ نے دین کی بنیاد پر جدوجہد کی شرعی طور پر اس کی نااہلی اور بے دینی کو عوام کے سامنے بیان کیا۔ اور ایسی حکومت اور ایسے حکمران سے قطع تعلق کیا آپ کی شرائط تو ہمیشہ سیاسی ہوتی ہیں ان میں جمہوریت جیسی وہ چیز بر سر فہرست ہوتی ہے آپ کی مروجہ جمہوریت جو ہر طریقہ سے غیر اسلامی بلکہ بہت بڑا منکر ہے۔ ایسا منکر جس کے بطن سے ہزاروں منکر پیدا ہوتے ہیں اور وہ ایک ایسی بلا ہے جس کی کوکھ سے ہزاروں ظلم ہزاروں جھوٹ، بدعہدیاں، گلے شکوے، گالی گلوچ، دنگا فساد، خودستائی، خود نمائی جیسے منکرات جنم لیتے ہیں۔ آپ کی دنیا میں محبوب چیز وہی ہے جس کے لئے آپ ہر وقت بے چین ہوتے ہیں۔ اسلامی احکام کی پامالی سے بھی کبھی آپ کو تکلیف ہوئی۔ اور اسلام کے لئے بھی کبھی آپ کسی کے مخالف بنے۔

اگر اس سلسلہ میں اس گروہ کی کوششیں بارآور نہیں ہوتیں تو کم از کم ان کے فرض کی ادائیگی تو یقینی ہو جائے گی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ پہلے ہی ملک میں کئی دینی سیاسی جماعتیں اس کام میں مشغول ہیں لیکن ان سے یہ کام نہیں ہوسکا۔ مزید کسی اور جماعت سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ پہلے جتنی بھی ایسی جماعتیں موجود ہیں۔ وہ نام کی حد تک یا زبان کی حد تک دینی ہیں ورنہ عملی طور پر وہ دین سے بہت دور ہیں۔ ان کی

CamScanner

سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ ان میں سے ہر جماعت یہ کہتی ہے کہ ہم اقتدار میں آکر اسلامی نظام نافذ کریں گے۔ یعنی ہم اگر اقتدار میں نہیں آتے تو اسلامی نظام کے نفاذ کی ہم کوئی بات کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ باقی ان میں جو غلطیاں ہیں۔ وہ قرآن پاک' حدیث پاک اور اقوال مفسرین سے واضح کی جاچکی ہیں۔ وہ منکرات کو روکنے کے بجائے منکرات میں شب و روز گزارنے والوں سے اتحاد کرتے ہیں۔ انہی کے ساتھ اتحاد کے عہد و پیمان محبت کے بندھن اور ساتھ نبھانے کے میثاق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جن کے میل جول سے منع فرمایا۔ اور جن سے قطع تعلق کا حکم دیا ان کے ساتھ ان کے دوستانہ مراسم بڑھتے ہیں۔ اور تعلق استوار ہوتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو آپ دینی کہہ سکتے ہیں۔ ہمارے سامنے حق کا معیار قرآن و سنت ہیں۔ کسی شخص کی ذاتی زندگی اور پسند ناپسند یا اس کی تحقیق وشعلہ نوائی یا جبہ و دستار کوئی معیار شرعی نہیں ہماری قوم کا سب سے بڑا المیہ ہی یہی ہے کہ دینی علوم سے ناواقفی کی وجہ سے وہ حق و ناحق سچے اور جھوٹے کھرے اور کھوٹے کی تمیز کرنے کے اہل نہیں۔ دین سے دوری اور دینی علوم سے ناواقفی کا یہ شاخسانہ ہے۔ کہ ہر سبز دستار والے کو وہ خضر سمجھ لیتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ چل دیتے ہیں اور پھر چند دنوں کے بعد اس کی حقیقت سامنے آنے پر اس کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔

ایسی جماعتوں کے اراکین کو ایک فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اگر وہ اسلامی نظام کے نفاذ کو اپنے اقتدار کے ساتھ مشروط کرتے ہیں۔ تو اس کی وجہ ان کو بیان کرنی ہوگی۔ اگر وہ یہ وجہ بیان کریں کہ بر سر اقتدار لوگ اسلامی نظام کے نفاذ کے اہل نہیں ہیں تو پھر ان سے گذارش ہے کہ اگر واقعی ایسی بات ہے تو آپ ان کی اسمبلیوں میں کیوں بیٹھتے ہیں آپ ان کی زیارت کے لئے ان کے دفاتر کے چکر کیوں کاٹتے ہیں۔ آپ ان سے اتحاد کیوں کرتے ہیں۔ اور اگر آپ واقعۃ ان کو اسلامی نظام نافذ کرنے کا اہل نہیں سمجھتے تو ان کی بے دینی کا فتویٰ شائع کرنا اور ان کے خلاف جدوجہد شرعی طور پر لازم ہوجاتی ہے۔ ہاں اگر آپ ان کے خلاف کفر یا فسق کا فتویٰ نہیں دیتے اور ان کو مسلمان سمجھتے ہیں۔ تو ان سے ہی اسلامی نظام کے نفاذ کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے۔ جو آسان ترین راستہ ہے وہ کیوں اختیار نہیں کرتے کہ انہی کو اسلامی نظام نافذ کرنے پر مجبور کردیں اور

اس طرح وہ کام (آپ کا اقتدار) جو نہ ہونا ہے اور نہ ہو گا اس سے اسلامی نظام کے نفاذ کو ناممکن کیوں بناتے ہیں۔ اگر سچائی کارفرما ہے تو حکومت وقت سے مطالبہ کریں اور تحریک چلائیں، دباؤ ڈالیں۔ اور اس طرح پوری قوم کو سرخرو ہونے کا موقعہ دیں۔ بقول سیاسی علماء دینی مذہبی جماعتوں کو لوگ ووٹ اس لئے نہیں دیتے کہ وہ ان کے پروگرام سے بے خبر ہیں۔ اگر یہی بات تسلیم کرلی جائے تو سوچنے کی بات یہ سامنے آجاتی ہے کہ جو لوگ اسلام سے بے خبر رہے اور مسلمان ہوتے ہوئے بھی انہوں نے اسلامی نظام کے متعلق آگاہی حاصل نہ کی۔ انہوں نے اسلام کو ووٹ کیا دینا ہے۔

ایمان کے متعلق مفصل بحث تو ہم موقعہ و محل کے مطابق کریں گے۔ لیکن یہاں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ جو اسلامی نظام کو نہیں سمجھتا۔ وہ مسلمان کیسے قرار پائے گا۔ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے۔ کہلاتا ہے کہلانا پسند کرتا ہے اور اس نے اپنی زندگی اپنی آخرت اپنی اولاد جائیداد ہر رشتہ تعلق مذہب اسلام کے نام لگا دیا ہے اور رب کائنات کے ہاتھ بیچ دیا ہے پھر وہ شخص اتنا بھی نہیں سمجھتا کہ اسلام ہے کیا۔ اور وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے مجھے کیا دیتا اور مجھ سے کیا لیتا ہے میں کونسے کام کروں تو سچا پکا مسلمان بن سکتا ہوں اور کونسے کام مجھے منافق بنا سکتے ہیں اور کونسے کام مجھے کافر بنا سکتے ہیں جس شخص کو نماز کی فرصت نہیں جو حج، زکوٰۃ، روزہ، جہاد یعنی فرائض پر عمل نہیں کرتا۔ اور اتنے اہم اور بنیادی فرائض کو چھوڑ کر اس کے دل میں ذرا بھر خوف خدا پیدا نہیں ہوتا۔ حرام یعنی رشوت، سود دوسروں کا مال کھا کر جسے کوئی خوف نہیں تو وہ آپ کو اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ووٹ کیوں دے گا۔ جس دل میں خوف خدا نہیں ہو سر رب کائنات کے حضور نہیں جھکتا جو عقل قبر کی تنہائی اور موت کی محرومی اور عاجزی کی پرواہ نہیں کرتی جسے نار جہنم کی فکر نہیں اس کو اسلامی نظام سے دلچسپی کیونکر ہو سکتی ہے۔ وہ آخرت کی بجائے دنیا کی لذات کو یقینی بنانے کی کوشش کیوں نہ کرے گا کیا وہ اسلامی نظام نافذ کرا کے اپنے اوپر پابندیاں لگانا پسند کرے گا۔ یا ایسی آزاد زندگی کہ جس میں جو کرتا رہے۔ جو کھاتا رہے۔ جو پیتا رہے اسے ہر قسم کی آزادی ہو اور اسے پوچھنے والے کوئی نہ ہو۔ جس کو پوری زندگی میں دین کے متعلق ضروری

معلومات حاصل کرنے کی فرصت نہیں ملی۔ جس کو اس قدر طویل زندگی ملی ہو کام کا موقعہ ملا ہے۔ لیکن اپنے رب کے احکام معلوم کرنے اور اس کی رضامندی اور ناراضگی کے افعال کا علم حاصل کرنے کا شوق پیدا نہیں ہوا۔ جو اپنے رب کے کلام کو پڑھنے اور اسے سمجھنے کے لئے آمادہ نہیں ہوا۔ اس سے آپ اسلام کو ووٹ دینے کی توقع رکھتے ہیں۔ کیا یہی مداہنت یہود و نصاریٰ پر لعنت کا سبب نہیں بنی۔ فساق سے آپ کو یہ امیدیں وابستہ ہیں کہ وہ تخت طاؤس پر آپ کو بٹھائیں گے اور الیکشن میں آپ کو کامیاب بنا کر اپنی زندگی کی تمام بساط الٹنے پلٹنے کا آپ کو موقع دیں گے۔

خیال است و محال است و جنوں

یہ کام آپ انقلابی جوش و جذبہ سے سرشار ہوکر زندگی اور موت سے بے نیاز ہوکر کرسکتے ہیں۔ اور وہ طریقہ صرف ارباب حکومت پر موثر دباؤ کا ہے جو دباؤ انہیں نیک بننے اور اسلامی نظام نافذ کرنے پر مجبور کردے جو لوگ صرف تمنائے اقتدار میں اپنے ناموں کے ساتھ اشتہاروں اور بینروں میں حاجی اور الحاج کے الفاظ نمایاں طور پر لکھواتے ہیں۔ ایسے ریا کار کیا اقتدار کی بقاء اور تحفظ کے لئے اسلامی نظام نافذ کرنے سے گریز کریں گے بہرحال اس کام کے لئے نیک نہاد اور پاکیزہ خصلت لوگوں کے ایک گروہ کی ضرورت ہے۔ اور اتنی تعداد دینی جماعتوں کے اراکین سے بھی پوری ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صدق نیت اور اخلاص عمل سے مالا مال فرمائے تو اسلامی نظام کا نفاذ کوئی مشکل اور پیچیدہ مسئلہ نہیں ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ساتویں قرآنی دلیل

اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ط

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ط يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ
عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ
اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ط

منافق مرد اور منافق عورتیں (نفاق میں) سب ایک جیسے ہیں۔ برائی کرنے کو کہتے اور بھلائی سے روکتے ہیں۔ اور اپنی مٹھی بند رکھتے ہیں وہ اور اللہ کو بھول بیٹھے۔ تو اللہ نے بھی انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دیا۔ بیشک منافقین ہی نافرمان ہیں۔

اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے حمایتی ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ وہی لوگ ہیں جن پر عنقریب اللہ رحم کرے گا۔ بیشک اللہ بہت غلبے والا بڑی حکمت والا ہے۔

ان دو آیتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے منافقین اور مومنین کے آپس میں تعلقات ان کی علامات اور ان کا حکم بیان فرمایا ہے :-

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق یہ آیتیں روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان آیتوں میں یہ بتادیا گیا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمانوں کی علامتیں ہیں کہ مسلمان جہاں بھی ہوں گے جس حال میں بھی ہوں گے۔ وہ نیکی کا حکم دیں گے۔ اور برائی سے روکیں گے نماز قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کریں گے جبکہ منافق اس کے برعکس ہوں گے یعنی منافق برائی کا حکم دیں گے نیکی سے منع کریں گے۔ اپنے ہاتھوں کو بند رکھیں گے۔ یعنی فی سبیل اللہ کچھ خرچ نہیں کریں گے بخیل ہوں گے یا یہ کہ وہ فرضی صدقات، زکوۃ وغیرہ نہیں دیں گے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو بھلا دیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا بے شک منافقین ہی نافرمان ہیں یہ آیات انتہائی قابل غور ہیں۔ نفاق اندرونی مرض ہے جس کا تعین علامات کے ذریعہ ہی ممکن ہے

جس طرح کہ حدیث پاک میں منافقین کی علامتیں بیان کی گئی ہیں کہ جس شخص میں یہ علامتیں پائی جائیں وہ منافق ہے۔

عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت المنافق ثلاثۃ زاد مسلم وان صام وصلی و زعم انہ مسلم ثم اتفقا اذا حدث کذب واذا وعد اخلف واذا اوتمن خان۔ (مشکوۃ شریف ص ۱۷)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی تین نشانیاں ہیں مسلم میں اس عبارت کا اضافہ ہے کہ خواہ وہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور گمان کرے کہ وہ مسلمان ہے پھر بخاری و مسلم نے اتفاق کیا ہے اس پر کہ جب کوئی شخص بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو خلاف کرے۔ اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

وعن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربع من کن فیہ کان منا فقا خالصا ومن کانت فیہ خصلۃ منہن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعہا اذا اوتمن خان و اذا احدث کذب واذا عاھد غدر واذا خاصم فجر متفق علیہ (مشکوۃ ص ۱۷)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار چیزیں ایسی ہیں جو جس شخص میں ہوں تو وہ خالص منافق ہوتا ہے۔ اور جس میں ان چار میں سے ایک عیب ہو تو اس میں وہ نفاق کی نشانی ہوگی حتیٰ کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔ اور جب بات کرے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو دھوکہ کرے۔ اور جب جھگڑے تو گالیاں دے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ نفاق کی علامتیں ہیں اور ان علامتوں سے منافق پہچانا جاتا ہے۔ یونہی مومن کی بھی علامات ہیں۔ اگر وہ علامات مومن میں پائی جاتی ہیں تو وہ خالص کامل مومن ہے لیکن اگر وہ نہ پائی جائیں تو یہ ثبوت ہوگا اس بات کا کہ یہ شخص کامل مومن نہیں۔

CamScanner

پہلے منافق کی علامتیں بیان کی جاتی ہیں:-

۱- برائی کا حکم دینا

۲- نیکی سے روکنا

۳- بخل (زکوۃ اور وجوبی صدقات نہ دینا)

جس شخص میں یہ تین علامتیں ہوں تو وہ منافق ہے-

مومن کی علامات (۱- نیکی کا حکم دینا' ۲- برائی سے روکنا' ۳- نماز قائم کرنا' ۴- زکوۃ دینا' ۵- اللہ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اطاعت کرنا-

جس شخص میں یہ پانچ علامتیں ہوں- وہ کامل مومن ہے-

ہمارا مقصد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بحث ہے اس لئے ان آیات میں غور سے واضح ہو رہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک اعلیٰ درجہ کے مسلمان کا کام ہے اور یہ کام وہی نیک بخت کرتا ہے- جس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے- جیسے ارشاد ربی ہے (اُولٰٓئِکَ سَیَرۡحَمُہُمُ اللّٰہُ) یہی لوگ ہیں جن پر ضرور رحم فرمائے گا- اللہ تعالیٰ-

ان آیات کے سیاق سے واضح ہو رہا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اتنی اہم چیز ہے کہ اسے نماز اور زکوۃ سے بھی پہلے ذکر کیا گیا ہے- اور حقیقت بھی یہی ہے کہ کیونکہ نماز بذات خود ایک فرض ہے- زکوۃ بھی ایک فرض ہے- روزہ بھی ایک فرض ہے- ان میں سے ہر ایک کی ادائیگی بہت اہم ہے- لیکن ایک کا دوسرے پر کوئی انحصار نہیں ہے- اور نہ ایک کے ادا کرنے سے دوسرے کی ادائیگی ہوسکتی ہے- اور نہ ایک دوسرے کی ادائیگی کا تقاضا کرتا ہے- معلوم ہوا کہ ہر فرض اپنی ذات تک محدود اور اپنی انجام دہی کا مطالب ہے- جبکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسا فرض ہے جو ہر فرض ہر واجب ہر سنت اور ہر نیک کام کی انجام دہی کا مطالبہ کرتا ہے- تمام نیکی کے کام ایمان باللہ سے لے کر راستے سے مضر چیز ہٹانے تک ہر ایک کو کرنے کا مطالبہ کرتا ہے- اور نہی عن المنکر ہر برے کام یعنی شرک سے لے کر

CamScanner

لیسن لے کر سچ میں جانے تک سے روکنا ہے۔ اس طرح امر بالمعروف سے کوئی فرض واجب سنہ مستحب باہر نہیں۔ اور نہی عن المنکر سے کوئی برا کام شرک سے لے کر مکروہ کام تک باہر نہیں تو اس صورت میں اہمیت اس ایک فرض کی ہوگی۔ جو اپنی ذات تک محدود ہے۔ یا اس فرض کی جو ہر فرض کو ادا کرنے اور قائم کرنے کا ذمہ دار ہے۔

امر بالمعروف بذات خود ایک فرض نہیں بلکہ تمام فرائض و واجبات سنن اور مستحبات کا مجموعہ ہے لہذا اس اعتبار سے اس کی اہمیت ہر فرض سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامات مومن میں اولیت اللہ تعالیٰ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو دی ہے۔ ترتیب کی یہ اولیت اس کی اہمیت کی زبردست دلیل ہے اس لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی اور اس پر عمل کرنا اشد ضروری ہے۔

علامہ شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ شوکانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوالشیخ نے حضرت ضحاک سے اس کی تفسیر یوں بیان کی ہے (یامرون بالمعروف)

انہوں نے فرمایا کہ بلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کے لئے (وینہون عن المنکر)

منع کرتے ہیں منکر سے اور وہ شرک وکفر ہے۔ حضرت ضحاک نے فرمایا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے مومنوں پر ابوالشیخ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے (بعضہم اولیاء بعض) کی تفسیر یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ بھائی ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث وہ محبت رکھتے ہیں آپس میں اللہ تعالیٰ کی عظمت کے باعث اور ولایت ہے اللہ تعالیٰ کے لئے اور ثابت ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث جو مشہور ہیں اس سلسلہ میں (تفسیر فتح القدیر

علامہ فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

علامہ فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر یوں بیان فرماتے ہیں کہ یہ شرح ہے کہ ایک اور قسم کی ان کی رسوائی اور قباحتوں کے اقسام میں سے اور یہاں مقصد ہے بیان کرنا اس بات کا کہ منافقین کی عورتیں ان کے مردوں کی طرح ہیں۔ ان ناجائز اعمال اور خبیث افعال میں۔ پس فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے (اَلْمُنَافِقُوْنَ وَ الْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ) یعنی صفت نفاق میں جیسے انسان کہتا ہے کہ تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔ گویا کہ ہمارا معاملہ ایک ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کلام کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر بیان فرمائی۔ فرمایا کہ وہ منافقین حکم دیتے ہیں برائی کا "لفظ منکر" میں ہر برا فعل داخل ہے۔ لیکن یہاں سب سے برا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانا مراد ہے (وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ) معروف میں ہر اچھا کام داخل ہے۔ لیکن یہاں مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان ہے۔ (وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ) ہر خیر سے اپنے ہاتھوں کو روک رکھتے ہیں۔ اور یہ قول بھی ہے کہ ہر خیر جو واجب صدقہ زکوۃ اللہ کے راستے میں خرچ کرنا اور یہی معنی زیادہ قریب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ترک واجب کے باعث ان کی مذمت فرماتا ہے اور اس میں داخل ہے جہاد میں خرچ نہ کرنا۔ اور تنبیہ فرمائی ان کے ساتھ ان کے جہاد سے پیچھے رہنے پر۔ اور دلیل اس میں یہ ہے کہ دینے والا ہاتھ لمبا کرتا ہے اور کھولتا ہے اسے عطا کے ساتھ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے بخل کیا اور بند رکھا اپنے ہاتھ کو عطا سے۔ (تفسیر کبیر)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آٹھویں قرآنی دلیل

(اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ الرَّاكِعُوْنَ السَّاجِدُوْنَ

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (سورۃ توبہ ۱۱۲)

توبہ کرنے والے (اللہ کی) عبادت کرنے والے حمد و ثناء کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے نیکی کا حکم دینے والے اور برائی سے روکنے والے اور نگہبانی کرنے والے اللہ کی (مقررہ) حدوں کی (اے میرے رسول) خوشخبری سنا دیجئے ان (کامل) مومنوں کو

علامہ طبری کی تحقیق

(اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ) عن الشرک۔ حسن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں بے شک وہ لوگوں کو حکم کرتے ہیں حق کا اپنے دینوں میں اور اتباع رشد اور ہدایت اور عمل کی اور ان کو منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور یہ ہے ان کا منع کرنا لوگوں کو ہر ایسے فعل اور قول سے جس سے منع فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو۔

حسن سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں معروف سے مراد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور منکر سے مراد شرک ہے۔

حسن نے فرمایا بہرحال یہی حکم دیا گیا لوگوں کو یہاں تک وہ ان کے عامل ہوگئے حسن نے فرمایا بہرحال انہوں نے نہیں روکا منکر سے لوگوں کو یہاں تک کہ پہلے وہ خود رک گئے۔

ابی العالیہ فرماتے ہیں جہاں بھی قرآن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا ذکر آیا ہے تو امر بالمعروف بلانا ہے شرک سے اسلام کی طرف اور نہی عن المنکر روکنا ہے بتوں اور شیطانوں کی عبادت سے۔

اور ہم نے پہلے دلائل دیئے ہیں اپنے قول کی صحت پر کہ امر بالمعروف ہر وہ کام ہے جس کا حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یا اپنے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کو منع فرمایا۔ اور بات جب ایسی ہو اور آیت میں بھی عموم کے علاوہ خصوص پر دلالت نہ ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث اس سلسلہ میں موجود ہو اور نہ عقل کی طرف سے کوئی قید ہو تو عموم یہاں بہتر ہے اس لئے کہ ہم نے اپنی کتابوں میں کئی مقامات پر بیان کیا ہے (وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ) سے مراد اللہ تعالٰی کے فرائض ادا کرنے والے اور رکنے والے اس کے حکم اور نہی کے مطابق وہ جو نہیں ضایع کرتے کسی چیز کو جس کا کرنا ان پر لازم کیا گیا اور نہیں کرتے کسی چیز کو جس کے کرنے سے اللہ تعالٰی نے انہیں منع فرمایا۔

حضرت ابن عباس وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ سے مراد لیتے ہیں اللہ کی اطاعت پر قائم رہنے والے اور وہ شرط ہے۔ جو شرط لگائی گئی ہے اہل جہاد پر جب وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ شرط پوری کریں گے تو اللہ تعالٰی ان کی شرطیں ان کے لئے پوری فرمائے گا۔ عن ابن عباس (وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ) قال القائمون علی طاعة الله۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالٰی کی اطاعت پر قائم رہنے والے

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی نویں قرآنی دلیل

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا (یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ میرے پیارے بچے نماز صحیح صحیح ادا کیا کرو۔ نیکی کا حکم دیا کرو۔ اور برائی سے روکتے رہو۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَكَ ط اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (سورہ لقمان آیت ۱۷)

اور صبر کیا کرو ہر مصیبت پر جو تمہیں پہنچے۔۔بے شک یہ بڑی ہمت کے کام ہیں۔

CS CamScanner

علامہ شوکانی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت لقمان کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نماز قائم کرنے اور نیکی کا حکم دینے اور بدی سے روکنے اور مصیبت پر صبر کرنے کا حکم دیا۔ ان عبادات کی تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ یہ عبادات کا اصل ہیں۔ اور تمام بھلائی کا ستون ہیں۔ اور (ان ذالک) کا اشارہ طاعات مذکورہ کی طرف ہے اور ان کی خبر من عزم الامور ہے۔ یعنی ان چیزوں میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے عزیمت قرار دیا ہے اور واجب کیا ہے اس کو اپنے بندوں پر۔ اور کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہے کہ یہ امور حق سے ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اور جائز ہے کہ عزم بمعنی معزوم ہو۔ یعنی وہ امور جن کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا بمعنی عازم ہے ارادہ کرنے والا! جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔ (وَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ) جب امر پختہ ہوجائے (تفسیر فتح القدیر ۴ ص ۲۳۹)

علامہ قرطبیؒ رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

اس آیت میں تین مسائل ہیں :۔ اول، اللہ تعالیٰ کا قول (یابنی اقم الصلوۃ) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کی بڑی عبادات کے ساتھ اور وہ نماز امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہیں اور یہ اس لئے ارادہ کرتا ہے کہ جب بذات خود وہ عامل ہوجائے۔ اور برائی سے رک جائے تو طاعت و فضائل یک جا ہوجائیں گے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔ ابتداکر تو اپنی ذات کے ساتھ پھر روک تو اس کو سرکشی سے۔ پس جب وہ رک جائے سرکشی سے تو تو دانا ہے۔

دوم :۔ (وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ) یہ چاہتا ہے ابھارنا منکر کی تبدیلی پر اگرچہ تجھے پہنچے نقصان بھی اس میں اشارہ ہے کہ مغیر کبھی کبھی تکلیف دیا جاتا ہے۔ اور وہ تکلیف استحبابی اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہے۔ لازمی طور پر نہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نصیحت دنیاوی امور امراض اور تکالیف کے بارے میں ہے کیونکہ مصائب پر صبر نہ کرنے اور جزع فزع کرنے سے خدا کی نافرمانی کا مرتکب ہوگا۔ اور یہ قول حسن ہے کیونکہ عام ہے....

سوم :۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد (اِنَّ ذَالِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) حضرت ابن عباس

CamScanner

نے فرمایا ایمان کی حقیقت سے ناپسندیدہ چیزوں پر صبر ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ نماز قائم کرنا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عزم امور سے ہیں۔ یعنی ان سے جن کا اللہ نے ارادہ فرمایا۔ اور حکم فرمایا۔ اس بات کے قائل ابن جریج ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ ارادہ کرے وہ کہ یہ باتیں مکارم اخلاق سے ہیں اور بلند ہمت لوگوں کے ارادوں سے جو نجات کے راستے پر چلنے والے ہیں اور ابن جریج کا قول زیادہ درست ہے (تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۴۱)

علامہ طبری رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

فرماتا ہے اللہ جس کا ذکر بلند ہے۔ خبر دیتے ہوئے قول لقمان سے اپنے بیٹے کے لئے (یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ) اے بیٹے نماز قائم کر۔ اس کی حدوں کے ساتھ۔ (و امر بالمعروف) اور حکم دے تو لوگوں کو اللہ کی اطاعت کا۔ اور اس کے حکم کی اتباع کر۔ (و انہ عن المنکر) روک تو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء میں پڑنے سے (وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ) اور صبر کر تو اس تکلیف پر جو پہنچی ہے لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی وجہ سے تجھے جس وقت تو نے ان کو حکم دیا نیکی کا اور منع کیا برائی سے۔ اور چاہئے کہ تجھے ہرگز نہ روکے اس کام سے وہ جو تجھے پہنچی ان سے تکلیف (اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ) بے شک یہ ان امور سے ہے۔ جن کا اللہ نے ارادہ فرمایا ہے۔ (تفسیر طبری ص ۲، ج ۲۱) (تفسیر کشاف ۳/ ۴۹۶)

علامہ ابوحیان اندلسی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

جبکہ روکا بیٹے کو پہلے شرک سے اور پھر خبر دی اس کو اللہ تعالیٰ کی ذات کی اور اس کی بڑی قدرتوں کی اور حکم فرمایا اس کو ان چیزوں کا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ تک عبادات کے ذریعے رسائی ممکن ہے۔ پس شروع کیا۔ ان میں سے جو زیادہ شرف والی ہے اور وہ نماز ہے۔ اس حیثیت سے کہ انسان متوجہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نماز کے ساتھ۔ پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ پھر تکلیفوں میں سے جو پہنچے اس پر صبر کے ساتھ یا وہ جو اسے تکلیف پہنچے امر بالمعروف کے باعث اس شخص سے جس کو اس نے برانگیختہ کیا نیکی پر اور بسبب نہی عن المنکر کے کیونکہ ناہی عن المنکر کو اکثر اوقات

تکلیف سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور یہ اسلئے کہ اس کا ارادہ ہے۔ کہ وہ بذات خود کامل ہوجائے اور پھر معروف کا حکم کرے۔

ان ذالک۔ اشارہ ہے وہ جو گذر چکا ہے۔ جس کا حکم فرمایا ہے اور جس سے منع فرمایا ہے۔ العزم مصدر ہے۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مفعول مراد ہو۔ من معزوم الامور، وہ امور جن کا ارادہ کیا گیا یہ بھی ممکن ہے کہ فاعل مراد ہو ای عازم الامور جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے فاذا عزم الامر جب کام کا ارادہ ہو۔ ابن جریج نے فرمایا ان امور سے جن کا اللہ نے ارادہ فرمایا اور حکم فرمایا اور کہا گیا ہے کہ مکارم اخلاق سے اور اہل یقین جو نجات کا راستہ چلنے والے ہیں ان کے ارادوں سے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ معزومات امور سے مراد واجب ہیں اس لئے کہ ذالک کا اشارہ تمام ان کاموں کے متعلق ہے۔ جن کا حکم دیا گیا ہے۔ اور جن سے روکا گیا ہے۔

اور یہ عبادات تمام دینوں میں مامور تھیں جیسا کہ لقمن کی وصیت سے معلوم ہورہا ہے۔ عزم کا معنی امر کا مضبوط ہونا اور اس کی اصلاح کی حفاظت کرنا ہے۔ (تفسیر بحرالمحیط ۷ ص ۱۸۸) (تفسیر کبیر ٦ ص ۵۷۸)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دسویں قرانی دلیل

یاایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم تعملون (سورۃ مائدہ آیت ۱۰۵)

ترجمہ :۔ اے ایمان والو! تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے۔ نہیں نقصان پہنچا سکے گا تمھیں جو گمراہ ہو! جبکہ تم ہدایت یافتہ ہو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب نے پھر وہ آگاہ کرے گا تمھیں جو تم (اس دنیا میں) کیا کرتے تھے!

علامہ فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

یاایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم)

اس آیت میں کئی مسائل ہیں - پہلا مسئلہ :- جب اللہ تعالیٰ نے مکلف کی اقسام اور طریقے اور احکام بیان فرمادیئے - تو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا - (مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَاءَنَا - پس گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ جہال باوجود اس کے کہ جس طرح پہلے گزر چکا ہے کئی قسم کا مبالغہ انہیں عذر کرنے اور ڈرانے میں ترغیب اور خوفزدہ کرنے میں دلایا گیا - لیکن انہوں نے کسی چیز سے فائدہ نہ اٹھایا - بلکہ اپنے جہل پر اصرار کرنے والے باقی رہے - فخر کرنے والے اپنی جہالتوں اور گمراہیوں پر - پس کوئی غرض نہ رکھو اے مومنو ان کی جہالت اور ضلالت سے - بلکہ ہوجاؤ تم تسلیم کرنے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ تکالیف کے - اور اطاعت کرنے والے اللہ تعالیٰ کے احکام کے - جو کرنے اور نہ کرنے کے متعلق ہیں تمہیں نقصان نہ پہنچائے گی - ان کی گمراہی اور جہالت - اسی وجہ سے فرمایا - يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ دوسرا مسئلہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان (علیکم انفسکم) یعنی محفوظ رکھو تم اپنے آپ کو گناہوں کی آلودگی سے اور گناہوں پر اصرار سے -

نحوی کہتے ہیں کہ عَلَيْكَ عندک دُونک اسماء افعال سے ہیں عرب کہتے ہیں عَلَيْكَ دُونَكَ عِنْدَكَ پس متعدی کرتے ہیں انہیں مفعول کی طرف اور ان کو

فعل کا قائمقام کرتے ہیں - اور مفعول کو نصب دیتے ہیں - پس کہا جاتا ہے علیک زیدا گویا کہ کہا ہے - کم خذ زیدا - (پکڑلو زید کو) فقد علاک - یعنی اشرف علیک تجھ پر شرافت میں بڑھ گیا - عندک زیدا - اے حضرک خذہ تو اسے پکڑ - دونک یعنی قرب منک فخذہ تیرے قریب ہے - اسے پکڑ لے - پس ان تینوں حروف میں نصب دینے پر - نحویوں کے درمیان اختلاف نہیں ہے اور صاحب کشاف نے عَلَيْكُمْ اَنْفُسُكُمْ رفع کے ساتھ نافع سے ذکر کیا ہے -

تیسرا مسئلہ :- اس آیت کے نزول میں کئی وجوہ بیان کی ہیں قلبی نے ابی صالح سے - اور ابن عباس سے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے جزیہ قبول فرمایا - اور عربوں سے نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ عربوں سے اسلام یا

تلوار ہی قبول کی جاسکتی ہے۔

تو عار دلائی۔ منافقوں نے مومنوں کو قبول جزیہ کی بعض کفار سے بغیر بعض کے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی تمہیں نقصان نہیں دیتی ملامت کرنے والوں کی ملامت۔ جس وقت ہو تم ہدایت پر۔

دوسری وجہ بے شک مومنوں پر کفار کا کفر میں اور گمراہی میں رہنا گراں تھا۔ تو انہیں کہا گیا کہ "عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ" اور نہیں ہو تم مکلف کسی کی اصلاح کے اور جب تم ہدایت کے راستے پر چل رہے ہو تو تمہیں ضالین کی ضلالت اور جاہلین کی جہالت نقصان نہیں پہنچا سکتی

تیسری وجہ بے شک وہ غم کھاتے تھے۔ اپنے رشتہ داروں پر جبکہ وہ مرگئے کفر پر تو منع کئے گئے اس سے میرے نزدیک زیادہ قریب یہ ہے۔ کہ جبکہ ان کے بعض کی بات بیان کی گئی جب انہیں کہا گیا کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انہوں نے کہا ہمیں کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ اس آیت کا اور مقصد اس سے یہ بیان کرنا ہے کہ مومنوں کو لائق نہیں کہ ان کی مشابہت کریں اس غلط طریقہ میں بلکہ لائق ہے کہ ہوں دین پر پکے رہنے والے۔ اور یہ کہ جان لیں کہ نہیں نقصان دے گی۔ ان کو ان جاہلوں کی جہالت جب یہ ہوں اپنے دین میں۔ راسخ ثابت۔

چوتھا مسئلہ:۔ اعتراض۔ اگر کہا جائے کہ اس آیت کا ظاہر تو وہم میں ڈالتا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب نہیں ہیں۔ ہم نے کہا کہ اس کے کئی جواب ہیں۔ (پہلا) وہ ہے جس پر اکثر لوگ ہیں کہ آیت اس پر دلالت نہیں کرتی ہے بلکہ واجب کرتی ہے کہ اپنے رب کا مطیع مجرم کے گناہ میں پکڑا ہوا نہ ہوگا۔ بہرحال وجوب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یہ تو ثابت ہیں دلائل کے ساتھ۔ خطبہ ارشاد فرمایا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے۔ پس آپ نے فرمایا کہ تم پڑھتے ہو اس آیت کو (یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ) رکھتے ہو تم اس کو غلط جگہ پر بے شک میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہیں بے شک لوگ جب برائی کو دیکھیں اور اس کو مٹانے کی کوشش نہ کریں۔ تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر عذاب کو عام کردے۔ دوسری وجہ

تاویل آیت میں)

وہ ہے جو روایت کی گئی ابن مسعودؓ اور ابن عمرؓ سے ان دونوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قول عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ہوگا آخری زمانہ میں ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ جب کہ پڑھی گئی یہ آیت ان پر تو انہوں نے کہا کہ یہ اس کا زمانہ نہیں ہے جب تک تمہارے دل متحد ہوں اور تم گروہ نہ بن جاؤ اور بعض بعض کی تکلیف نہ چکھے پس نیکیوں کا حکم کرو۔ اور برائیوں سے روکو۔ جس وقت دل اور خواہشات مختلف ہوجائیں اور ہوجاؤ تم گروہ اور ہر آدمی کو اپنی جان کی پڑ جائے تو اس وقت اس آیت کی تاویل آجائے گی۔اور یہ قول میرے نزدیک ضعیف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قول "یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا" خطاب عام ہے اور وہ بھی خطاب حاضروں کے ساتھ ہے پس کس طرح نکل جائے گا حاضراور اسکا مخاطب قرار پائے گا غائب۔

(تاویل آیت میں تیسری وجہ) جس کی طرف عبداللہ بن مبارک گئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ آیت وجوب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں زیادہ موکد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ)

یعنی تمہارے ذمہ ہیں تمہارے دین والے اور نہ نقصان دیں گے تمہیں جو گمراہ ہوئے کفار سے یہ اس طرح ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فَاقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ) یعنی اپنے دین والوں کو قتل کرو۔ اللہ تعالیٰ کا قول (علیکم اَنْفُسَكُمْ) سے مراد یہ ہے کہ تمہارا بعض بعض کو وعظ کرے۔اور اچھائیوں میں رغبت دلائے اور گندگی اور گناہوں سے تنفر کرے۔ اور وہ جو اس کو موکد کررہا ہے۔ ہم نے بیان کیا ہے۔ (عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ) اس کا معنی ہے کہ تم بچاؤ اپنی جانوں کو پس ہوگا یہ امر بایں طور کہ ہم بچائیں اپنی جانوں کو پس جب نہ ہوگی۔ حفاظت مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ تو یہ واجب ہوگا۔ (تفسیر کبیر ص ۴۷ ۴ ج ۳، تفسیر کشاف ۱ ص ۶۸۵، تفسیر ابن کثیر ۲ ص ۶۶۷، تفسیر در منثور ۲ ص ۳۴۱)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی گیارہویں قرآنی دلیل

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ ۔ (سورۂ حج آیت ۴۱)

وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں زمین میں تو وہ صحیح صحیح ادا کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور حکم کرتے ہیں (لوگوں کو) نیکی کا اور روکتے ہیں (انہیں) برائی سے اور اللہ تعالیٰ کے لئے ہے سارے کاموں کا انجام۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان پاکیزہ خصلت لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن کی زندگی کا اہم مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے انہیں اللہ تعالیٰ نے فنا و بقاء دنیا و آخرت خشیت الٰہی اور تقویٰ عذاب و ثواب کی حقیقتوں سے آگاہ فرمادیا ہے۔

وہ اوامر و نواہی کے خود بھی پابند ہیں۔ اور خلق خدا سے اس پابندی کی زبردست خواہش بھی رکھتے ہیں۔انہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو ہم اگر زمین میں سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں گے۔زکوۃ دیں گے۔اور نیکی کا حکم دیں گے۔ اور برائی سے منع کریں گے۔ اسلامی حکومتوں کے فرماں رواؤں کے لئے اللہ تعالیٰ نے کتنا کامل و مکمل دستور بیان فرمادیا ہے۔ کاش! آج کے اسلامی ممالک کے فرمانروا اس دستور العمل پر عمل کرکے دنیا و آخرت میں سرخروئی حاصل کرتے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے بن جاتے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ اسلامی ممالک کے حکام جن پر اپنے اعمال اور پوری رعایا کے اعمال کی ذمہ داری ہے اور روز آخرت میں ان سے اپنے اعمال کی طرح رعایا کے اعمال کی بھی باز پرس ہونی ہے۔ عذاب خداوندی سے کس قدر بے خوف اور جری ہیں۔ کہ اقامت صلوٰۃ و ایتاء زکوۃ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو بہت دور کی بات ہے۔ وہ تو رعایا کے لئے بدی اور بدکاری کا اہتمام کرتے ہیں۔ٹیلی ویژن کے پروگراموں کو ہی لے لیجئے۔ جو خالص سرکاری نگرانی میں چلنے والا ادارہ ہے۔ کس قدر فحاشی' عریانی' بے حیائی اور جرائم کی تربیت دے رہا ہے۔ بدکرداری اور بدعملی کی کیسی کیسی ترکیبیں فرزندان اسلام کو سکھائی جارہی ہیں۔ کھیلوں کے نام پر لاکھوں کروڑوں لوگوں کی نمازوں کو تباہ کرکے حکام یہ سارا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ جمعہ اور جماعات کے اوقات میں کھیلوں ڈراموں فلموں کے پروگرام چلا

کر پوری قوم کو عبادت خداوندی سے روکنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ زکوۃ کی بجائے ٹیکسوں کی ایسی بھرمار کر دی گئی ہے۔ کہ زکوۃ دینے کی قوت ہی باقی نہیں رہتی، جبری زکوۃ کی وصولی جو اصل زکوۃ کا عشر عشیر بھی وصول نہیں ہوتا لیکن جو بھی ہوتا ہے اس کو حکمران عیاشیوں پر صرف کر دیتے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو بہت دور کی بات ہے یہاں تو ارباب اختیار سود کی بقاء کے لئے عدالتوں میں اپیلیں دائر کرتے ہیں۔ اور سودی نظام کی حمایت میں اپنے تمام وسائل و دلائل استعمال کرتے ہیں۔ یونہی کتنے مناہی ہیں جنہیں حکومت کی سرپرستی حاصل ہوتی ہے۔ شراب 'بدکاری' اور جوا خانوں کے لائسنس جاری ہوتے ہیں اور کلب جو درحقیقت شراب نوشی' فحاشی' رقص و سرود و جوا وغیرہ کے مراکز ہوتے ہیں اکثر حکام بھی ان کی رونقیں اپنے اور اپنے اہل خانہ کے وجود سے بڑھاتے ہیں۔ اور اس مذموم ترین فعل کے شرکاء کو اعلیٰ سوسائٹی کی سند حاصل ہوتی ہے۔ اور اسے رشوت خوروں کی تفریح قرار دیا جاتا ہے۔ ایسے ارباب حکومت ترقی یافتہ اسلام کی اصطلاحیں استعمال کر کے ان منکرات کے جواز کے بہانے تراشتے اور غضب خداوندی کو دعوت قہر دیتے ہیں۔ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ط وَاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ط بلاشبہ یہ قرآن قول فیصل ہے اور یہ ہنسی مذاق نہیں ہے۔ یہ لوگ طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر فرما رہا ہوں۔ اس آیت کے مفہوم سے واضح طور پر یہ حقیقت بھی منکشف ہو رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ حکمران کن صفات کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اس آیت میں ان کی چار صفتیں مذکور ہیں۔

علامہ حافظ ابن کثیر کی تحقیق

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ہمارے بارے میں اتری ہے۔ ہمیں بلاوجہ وطن سے نکالا گیا۔ پھر ہمیں خدا نے سلطنت دی۔ ہم نے نماز روزہ کی پابندی کی۔ اچھے کام جاری کئے۔ اور برائی سے روکا۔ یہ آیت میرے اور میرے ساتھیوں کے بارے میں ہے۔ ابوالعالیہ فرماتے ہیں مراد اس سے اصحاب رسول ہیں۔ خلیفہ رسول حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے خطبے میں اس آیت کی تلاوت فرما کر فرمایا۔ اس میں صرف بادشاہوں

کا بیان ہی نہیں۔ بلکہ بادشاہ و رعایا دونوں کا بیان ہے۔ بادشاہ پر تو یہ ضروری ہے کہ حقوق خداوندی تم سے برابر لے۔ خدا کے حق کی کوتاہی کے بارے میں تمھیں پکڑے۔ اور ایک کا حق دوسرے سے دلوائے۔ جہاں تک ممکن ہو تمھیں صراط مستقیم سمجھاتا رہے۔ تم پر اس کا یہ حق ہے کہ ظاہر باطن خوشی خوشی اس کی اطاعت کرو

عطیہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی آیت کا مضمون (وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (سورۃ نور آیت ۵۵ میں ہے) کاموں کا انجام خدا کے ہاتھ ہے۔ عمدہ نتیجہ پرہیزگاروں کا ہوگا ہرنیکیکا بدلہ اس کے ہاں ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۵۰)

۱۔ اقامت صلوٰۃ یعنی نماز کو قائم کرنے کا اہتمام کرنا۔ یعنی خود بھی نمازی ہوں اور دیگر لوگوں کو بھی نماز کا پابند بنائیں۔

۲۔ ایتاء زکوۃ خود بھی زکوۃ دیں اور زکوۃ کی وصولی کا نظام قائم کریں

۳۔ امر بالمعروف خود نیک ہوں۔ اور نیکی کا لوگوں کو حکم کریں

۴۔ نہی عن المنکر برائیوں سے خود بچتے ہوں اور دیگر لوگوں کو بھی برائیوں سے روکیں۔

ان صفات کو ذات سے شروع کرکے رعایا تک پہنچائیں۔ کیونکہ اکمال نفس کے بعد تکمیل غیر کا مرحلہ آتا ہے۔ اس لئے ان کا ان صفات کا حامل ہونا ضروری ہے اور رعایا میں ان صفات کا نفاذ ان پر ضروری ہے۔ یہ چار ایسی صفتیں ہیں جو ایک کامل و مکمل انسان میں ہی مجتمع ہوسکتی ہیں۔

اسلامی احکام اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں۔ اور کوئی ایسا حکم نہیں جو ان دو اصولوں میں شامل نہ ہو۔ تو اس کا صاف مطلب ہے کہ پورے اسلامی نظام کو نافذ کرنے والے ہی اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ حکمران ہیں۔ جو ان صفات سے متصف نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے حاکم نہیں ہوسکتے۔ یہاں ایک اور حقیقت سامنے آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو جب یہ اختیار حاصل ہوجائے کہ وہ اپنا حاکم منتخب کرسکتے ہوں۔ تو ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی پسند کا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پسند کا شخص اپنے لئے حاکم منتخب کریں۔ اور اللہ

CS CamScanner

تعالیٰ کی پسند کا شخص وہی ہوسکتا ہے ۔ جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو ۔ تو اب مسلمانوں پر لازم ہے کہ جب وہ اپنا نمائندہ منتخب کرنے لگیں تو اس میں ان چار صفات کی تحقیق کرلیں ۔ اب انہوں نے اگر ایسا شخص منتخب کیا جس میں یہ صفات مفقود ہیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ۔ اور خلق خدا پر ایک ایسے شخص کو مسلط کیا جو ظالم و فاسق ہے ۔ ایسی صورت میں ہر رائے دہندہ ایک ظالم و فاسق کو بر سر اقتدار لانے کا مجرم ہوگا ۔ اب ہر شخص جس نے ایسے آدمی کو منتخب کیا ہے وہ ان کے ہر فعل کا شریک ہوگا ۔ اور حاکم جو جو ظلم کریں گے ۔ ان کا ہر ووٹر اور ہر معاون ان میں ان کا حصہ دار ہوگا ۔ ارشاد ربی ہے ۔ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ط اور مت جھکو ان کی طرف جنہوں نے ظلم کیا ورنہ چھوئے گی تمہیں بھی آگ اور (اسوقت) نہیں ہوگا تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار ۔ پھر تمہاری مدد بھی نہیں کی جائے گی ۔ ظالم کی مدد اور اس کی قوت کو بڑھانا اسے کامیاب کرنا ۔ یا اسے ظلم کی قوت مہیا کرنا ۔

یہ صورت بعینہ ایسی ہے جیسے کسی قاتل کو کوئی آلہ قتل مہیا کرتا ہے ۔ آلہ قتل مہیا کرکے وہ شخص جس طرح قاتل کے جرم قتل میں شریک ہوجاتا ہے ۔ اسی طرح ووٹر ظالم فاسق اور اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ آدمی کو ووٹ دے کر اور اس کے لئے اقتدار کی قوت مہیا کرکے اس کے تمام افعال میں شریک ہوجاتا ہے ۔

اسی طرح ووٹر کو معلوم بھی نہیں ہوگا کہ اس کے نامہ اعمال میں کتنے قتل کتنے یتیموں مسکینوں بیواؤں کے حقوق کی خورد برد اور چوری کتنے ڈاکوؤں اور چوروں کی سرپرستی ، کتنی رشوتیں ، کتنی ناجائز سفارشیں کتنے بے گناہوں پر ظلم وستم اور ناجائز کیس لکھے جارہے ہیں ۔ اپنے طور پر اس نے صرف ووٹ دیا ہے اور وہ یہی سمجھتا ہے کہ میں نے تو صرف ووٹ دیا ہے لیکن حقیقت میں اس کا ووٹ ان تمام مکروہ افعال کو انجام دینے کا سبب بنا ہے ۔ اگر وہ ظالم کو ووٹ نہ دیتا تو اسے یہ عہدہ و اختیار نہ ملتا ۔ اور وہ ہزاروں ناجائز کام کرنے کی طاقت سے محروم ہوتا ۔ لیکن اسی ووٹ نے اسے اس قابل بنایا کہ اس نے خلق خدا کا جینا دوبھر کردیا ۔ ایسے ظالموں کو ووٹ دینے والے کیوں خدا کا

خوف نہیں کرتے۔ اکثر لوگ محض پارٹی بازی کے شوق میں ووٹ دیتے اور امیدوار کے زبردست حمایتی بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور یہ چیز تجربہ سے ثابت ہے کہ الیکشن گزرنے کے بعد ممبر صاحب ایسے لوگوں کو ملاقات کا وقت بھی نہیں دیتے۔ اور پھر سارا عرصہ انہیں خالی افسوس کرتے گزر جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکام سے منہ موڑ کر انسانوں کو کارساز سمجھنے والو۔ اپنے ایسے ناپاک اعمال سے توبہ کرلو۔ ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ بے وقت کی آہ و زاری کسی کام نہیں آتی۔ ظالم، فاسق، فاجر، بے نماز، بے زکوٰۃ کو ووٹ دے دینے کے بعد تم اس کے تمام اعمال بد میں اسکے حصہ دار ہو۔ پھر خواہ ایک دن بعد بھی اس کے مخالف کیوں نہ بن جاؤ لیکن اس کی مدت اقتدار میں اس کے گناہوں میں تمہاری شرکت یقینی ہوگئی۔ ناکردہ گناہوں کا بوجھ اٹھانے سے ڈرو اور اس وقت سے جب کوئی کسی کا حامی و مددگار نہیں ہوگا۔ (واتقوا یوما لا تجزی نفس عن نفس شیئا ولا یقبل منها شفاعة ولا یؤخذ منها عدل ولاهم ینصرون ط) اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کی طرف سے کچھ بدلہ نہ دے گا۔ اور کسی کی طرف سے سوائے حکم ربی کے کوئی شفاعت قبول نہ کی جائے گی اور نہ اس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ مدد کی جائے گی۔

یوم لا تملک نفس لنفس شیئا ط والامر یومئذ للّٰه ط (یہ وہ دن ہے) جس دن کوئی کسی کے لئے کچھ اختیار نہ رکھے گا۔ اور سب حکم اس دن اللہ ہی کے لئے ہے۔ ولا یسئل حمیم حمیما، یبصرونهم۔ اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔ (حالانکہ) وہ (سب) انہیں دکھادیئے جائیں گے۔ جن آیات مقدسہ سے ہم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر استدلال کیا ہے۔ ان کے متعلق تفاسیر سے مفسرین کی تحقیقات پیش کی جاچکی ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بارہویں قرآنی دلیل

فلمّا نسوا ما ذکّروا به انجینا الّذین ینهون عن السّوء واخذنا الّذین ظلموا بعذاب بئیس بما کانوا یفسقون، فلمّا عتوا عن ما نهوا عنه قلنا لهم قردة

خَاسِئِیْنَ، (سورہ اعراف آیت ۱۶۵-۱۶۶)

تو جب انہوں نے بھلا دیا ان سب باتوں کو جن کے ساتھ انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ظالموں کو بہت برے عذاب میں پکڑ لیا اس وجہ سے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے۔ پھر جب وہ انتہائی سرکشی اختیار کر کے وہی کرتے رہے جس سے ان کو روکا گیا تھا۔ ہم نے ان سے کہا تم ذلیل بندر بن جاؤ۔

علامہ فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد (فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ) جب انہوں نے چھوڑ دی وہ چیز جس کی نیک لوگوں نے انہیں نصیحت کی تھی۔ چھوڑنا بھلا دینے والے کا جس طرح کہ وہ کسی چیز کو بھلا دے (اَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ یَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الظالمین المقدمین علی فعل المعصیته) نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو روکتے ہیں برائی سے اور پکڑا ہم نے ان ظالموں کو جو اقدام کرتے فعل معصیت کا۔

واعلم۔ جان لے کہ آیت کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ تجاوز اور زیادتی کرنے والا فرقہ ہلاک ہوگیا۔ اور برائی سے منع کرنے والا فرقہ نجات پاگیا۔

اور وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ تم ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو ان کے متعلق مفسرین کا اختلاف ہے کہ وہ کونسے فرقے کے ساتھ شامل ہوں گے۔ حضرت ابن عباس نے ان کے متعلق خاموشی اختیار کی۔ آپ کا یہ قول بھی ہے۔ کہ وہ دونوں فرقے ہلاک ہوگئے اور نہی عن المنکر کرنے والے نجات پاگئے۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما جب اس آیت کو پڑھتے تو روتے اور فرماتے کہ بے شک ان لوگوں نے نہی عن المنکر سے خاموشی اختیار کی تو ہلاک ہوگئے۔ اور ہم کئی چیزیں ناجائز دیکھتے ہیں ان سے روکتے ہیں پھر خاموش ہو جاتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔

حضرت حسن نے فرمایا کہ خاموش رہنے والا فرقہ نجات پاگیا اس طرح دو

فرقے نجات پاگئے اور ایک فرقہ ہلاک ہوجائے گا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے فرقے کے لوگوں نے نہی عن المنکو کرنے والوں کو کہا کہ تم ان کو نصیحت کیوں کرتے ہو ان کو تو اللہ ہلاک کرنے والا اور عذاب دینے والا ہے ان کی اس بات سے معلوم ہوا کہ وہ سخت قسم کی نہی کرنے والے تھے اور اب ان کی سرکشی کو دیکھ کر وہ مایوس ہوگئے تھے اور نہیں یہ یقین ہوگیا تھا کہ ہماری نصیحت ان پر کوئی اثر نہیں کرتی نہ وہ ہماری بات سنتے ہیں اور نہ مانتے ہیں اس طرح ہماری بات ان کے لئے نفع کا باعث نہیں بن سکتی۔

اعتراض :۔ اگر کہا جائے کہ وعظ کا چھوڑنا گناہ ہے اور وعظ سے منع کرنا بھی گناہ ہے تو وعظ کو چھوڑنے والوں اور وعظ سے منع کرنے والوں پر اس آیت کا اطلاق ہوگا اور دونوں فرقے مبتلائے عذاب ہوں گے۔

جواب :۔ (وَاَخَذْنَا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا) سے یہ بات واضح ہورہی ہے کہ مبتلائے عذاب کس فرقہ کو کیا جائے گا۔ کیونکہ منکر سے روکنا واجب علی الکفایہ ہے جب بعض اس کے ساتھ قائم ہوں تو باقی سے ساقط ہوجاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پکڑا ان کو (بِعَذَابٍ بَئِیْسٍ) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ عذاب مسخ کے علاوہ تھا۔ عذاب بئیس کا معنی شدید عذاب ہے (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۳۱۸)

علامہ زمخشری کی تحقیق

(اِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ) گاؤں والوں میں سے نیک لوگوں کی جماعت جنہوں نے تکلیفیں اٹھائیں اور ذلت ان کو وعظ کرنے میں حتیٰ کہ وہ ناامید ہوگئے ان کے نصیحت قبول کرنے سے اور کہا ان لوگوں کو جنہوں نے ان کو وعظ کرنا نہیں چھوڑا تھا (لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ) ایسے لوگوں کو کیوں وعظ کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا ہے (اَوْمُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا) یا انہیں شدید عذاب دینے والا ہے۔ شر میں ان کی ضد اور ہٹ دھرمی کے باعث۔

اس کے جواب میں انہوں نے کہا (قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ) ہم بھی جانتے ہیں کہ یہ نصیحت قبول کرنے والے نہیں ہیں لیکن ہم تو وعظ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا عذر بنانے کے لئے کرتے ہیں۔ تاکہ ہمیں نہی عن المنکو نہ کرنے

والوں میں شمار نہ کرلیا جائے (وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ) اور ہماری یہ خواہش ہے کہ وہ کچھ ڈر جائیں۔

(فَلَمَّا نَسُوا) یعنی گاؤں والوں نے جب چھوڑا اس چیز کو جو نصیحت کی ان کو نیکوں نے یوں چھوڑا جیسے بھلانے والا چھوڑتا ہے گویا کہ وہ ساری نصیحتوں کو بھول گئے (اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا) نجات دی ہم نے ان لوگوں کو جو برائی سے منع کرتے ہیں۔ اور پکڑ لیا ان کو جو برائی کا ارتکاب کرنے والے ہیں۔

یہاں ایک سوال ذکر کیا گیا ہے کہ وہ گروہ جنہوں نے (لم تعظون) کہہ کر نہی عن المنکر کرنے والوں کو روکا تھا وہ کس گروہ کے ساتھ ہوں گے نجات یافتہ گروہ کے ساتھ یا عذاب یافتہ گروہ کے ساتھ۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ وہ ناجی گروہ کے ساتھ ہوں گے کیونکہ ان کا نصیحت سے روکنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ وعظ کرنے کا انکار کرتے تھے۔ بلکہ ان کا نصیحت و وعظ سے رک جانے کی ایک خاص علت اور سبب تھا اور وہ یہ کہ وہ ان لوگوں کو وعظ کرکے تھک چکے تھے اور انہیں یقین ہوگیا تھا کہ یہ ضلالت و گمراہی کے اس مقام پر پہنچ چکے ہیں کہ وعظ سے ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا نہ وہ سنتے ہیں اور نہ ہی مانتے ہیں اور جب ایسی صورت پیدا ہوجائے کہ نہی کرنے والے کو یقین ہوجائے کہ نہی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں نہی ساقط ہوجاتی ہے۔ اور کبھی کبھی چھوڑنا واجب بھی ہوجاتا ہے کیونکہ یہ فضول میں شامل ہوجاتا ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جس طرح تو ٹیکس لینے والوں یا جیل کے پاسبانوں اور جلادوں کے پاس جائے تاکہ تو انہیں نصیحت کرے اور جن کاموں پر وہ مقرر ہیں ان سے ان کو منع کرے تو تیری یہ کوشش فضول ہوگی اور اس سے تو مذاق کا نشانہ بن جائے گا۔ لیکن دوسرے گروہ نے ان سے منہ نہ موڑا یا تو اس لئے کہ ان کی ناامیدی پکی نہیں ہوئی تھی جس طرح کہ پہلوں کی ناامیدی پکی ہوگئی تھی یا یہ کہ دوسرے گروہ کو انہوں نے ایسا حتمی جواب نہ دیا تھا جیسا کہ پہلے گروہ کو دیا تھا۔

یا ان کی زیادتی حرص ان کے معاملہ میں کہ وہ کسی طرح ناجائز کاموں سے باز آجائیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی خواہش پر آپ کو یوں فرمایا (فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ) (اے محبوب کریم) شاید آپ ہلاک کر دیں گے اپنے آپکو اس غم میں کہ وہ ایمان نہیں لا رہے۔

اور یہ قول بھی موجود ہے کہ واعظین کو وعظ سے رک جانے والے لوگوں نے کہا کہ تم ایسی قوم کو وعظ کیوں کرتے ہو جن کے متعلق تمہارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرنے والا ہے یا عذاب دینے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا "یالیت شعری" ""افسوس میری سمجھ"" کیا ہوگا ان کے ساتھ جنہوں نے کہا (لم تعظون قوما) تم کیوں وعظ کرتے ہو ایسی قوم کو

حضرت عکرمہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کی اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کرے کیا اپ نے اس پر توجہ نہ فرمائی کہ انہوں نے ناپسند کیا ان کے فعل کو اور ان کی مخالفت کی اور کہا تم کیوں وعظ کرتے ہو ایسی قوم کو جن کو اللبہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے ۔پس میں ہمیشہ اسی بات پر رہا۔ حتیٰ کہ میں نے جان لیا کہ وہ نجات پاگئے۔

حضرت حسن سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ دو فرقے نجات پاگئے اور ایک فرقہ ہلاک ہوگیا جنہوں نے مچھلیوں کو پکڑا تھا۔

روایت ہے کہ یہود حکم دیئے گئے اس دن کا جس کا انہیں حکم دیا گیا ہے اور وہ جمعہ کا دن ہے تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور پسند کیا سبت (سنیچر) کے دن کو۔ پس وہ آزمائے گئے اس دن ان پر شکار حرام تھا اور انہیں اس دن کے احترام کا حکم تھا۔ سبت کے دن مچھلیاں ان کے پاس تیرتی ہوئی آتی تھیں سفید موٹی گویا کہ وہ حاملہ اونٹنیاں ہیں ان کی کثرت کے باعث پانی نظر نہ آتا تھا۔ اور جب سبت کا دن نہ ہوتا تو نہ آتیں۔ اس طرح کچھ مدت گزری پھر ان کے پاس شیطان آیا اور انہیں کہا کہ تم تو روکے گئے ہو سبت کے دن مچھلیاں پکڑنے سے اس لئے تم حوضی بنالو اور سبت کے دن مچھلیوں کو ان کے طرف ہانک لاؤ پھر وہ حوضوں سے نکل نہیں سکیں گی اور اتوار کے دن تم ان کو

پکڑ سکو گے ایک شخص نے ان میں سے مچھلی پکڑی اور اس کی دم میں دھاگہ ڈال کر کنارے کے ساتھ لکڑی کے ساتھ باندھ دیا۔ اتوار کے دن اس کو پکایا تو اس کے پڑوسی نے مچھلی کی بو پاکر اس کے تنور میں جھانکا اور اسے کہا کہ عنقریب اللہ تمہیں عذاب دے گا۔ پھر اس پر عذاب نہ آیا پھر اس نے آئندہ ہفتے دو مچھلیاں پکڑلیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ عذاب ان پر جلدی نہیں آتا تو انہوں نے شکار کئے مچھلیاں کھائیں۔ اور نمک لگائے اور بیچیں اس گاؤں کے لوگ تقریباً ستر ہزار تھے۔ تو گاؤں والے تین حصوں میں بٹ گئے ایک تہائی نے منع کیا اور وہ بارہ ہزار کے قریب تھے۔ ایک تہائی نے کہا کہ تم کیوں قوم کو وعظ کرتے ہو اور ایک تہائی غلطی کرنے والے تھے پس جب وہ نہ رکے تو مسلمانوں نے کہا کہ ہم تمہارے ساتھ نہیں رہتے تو انہوں نے دیوار کے ذریعہ گاؤں کو تقسیم کر دیا۔ ایک مسلمانوں کا دروازہ اور ایک زیادتی کرنے والوں کا دروازہ تھا۔ لعنت کی ان پر داؤد علیہ السلام نے ایک دن صبح کے وقت زیادتی کرنے والوں سے کوئی باہر نہ نکلا تو مسلمانوں نے کہا کہ ان کے گاؤں سے نہ نکلنے کی کوئی وجہ ہے اور کوئی نئی بات ہے وہ دیوار پر چڑھے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ بندر بن چکے تھے۔ مسلمانوں نے دروازہ کھولا اور ان کے گاؤں میں داخل ہوئے تو بندروں نے انسانوں میں اپنے رشتہ داروں کو پہچان لیا۔ جبکہ انسان بندروں میں سے اپنے رشتے داروں کو نہیں پہچانتے تھے۔ بندر اپنے رشتہ دار کے پاس آتا اور اس کے کپڑے سونگھتا اور روتا تو وہ کہتا کہ کیا ہم نے تجھے روکا نہیں تھا تو وہ سر کے اشارہ سے کہتا کہ "ہاں" اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جوان بندر اور بوڑھے خنزیر بن گئے (تفسیر کشاف ج ۲ ص ۱۷۱)

ان آیات میں بنی اسرائیل کے تین گروہوں کا ذکر ہے۔ نمبر ۱ گناہ کرنے والے نمبر ۲ گناہ سے اس لئے منع نہ کرنے والے کہ وہ لوگ جو گناہ میں مبتلا تھے۔ وہ کوئی نصیحت قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

نمبر ۳۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے (گناہوں سے روکنے والے) ان ہی تین گروہوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ فرماتا ہے کہ جو گروہ برائی سے روکتا تھا ان کو تو ہم نے نجات دے دی جو گناہوں میں مبتلا تھا ان کو بہت برے عذاب میں مبتلا کر دیا۔ دوسرا گروہ جو ظالموں سے ناامید ہو چکا

تھا جس کا ذکر اللہ نے یوں فرمایا ہے۔ (وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا نِ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ط قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ط) اور جب ان کے ایک گروہ نے نصیحت کرنے والے گروہ کو) کہا تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے۔ یا انہیں سخت عذاب دینے والا ہے۔ وہ بولے کہ ہم یہ (نصیحت) تمہارے رب کی بارگاہ میں اپنی معذرت پیش کرنے کے لئے کرتے ہیں۔ اور اس امید پر کہ شاید یہ لوگ نافرمانی سے باز آجائیں اس گروہ کے متعلق صحابہؓ مفسرین کا اختلاف ہے جسے پہلے تفسیروں کے حوالوں سے مفصل بیان کیا جاچکا ہے۔
حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ لوگ جنہوں نے نہی عن المنکر نہ کی۔ اور سکوت اختیار کیا۔ وہ بھی اس خاموشی کے باعث ظالمین کے ساتھ مبتلائے عذاب کر دیئے گئے۔ حضرت عکرمہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ گروہ جنہوں نے خاموشی اختیار کر رکھی تھی وہ نجات پاگئے مبتلائے عذاب نہ ہوئے۔ کیونکہ ان کی خاموشی رضامندی کی بنیاد پر نہ تھی بلکہ سخت نفرت کی بنیاد پر تھی۔ کیونکہ گناہ میں مبتلا گروہ سرکشی ہٹ دھرمی میں اس قدر بڑھ گیا تھا۔ کہ ان پر کوئی نصیحت اثر نہ کرتی تھی۔ اور ان کے رجوع کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ خاموش گروہ نہی عن المنکر کرنے والوں کو یہ کہتا تھا کہ ان لوگوں کا تمرد اور گناہ پر اصرار اس حد تک پہنچ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے اور ہلاکت ان کے سر پر پہنچ چکی ہے اس سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ خاموش لوگوں کی خاموشی ان کے انعال پر پسندیدگی یا رضا کے باعث نہ تھی بلکہ سخت نفرت اور غصہ کے باعث تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اب ان پر عذاب کا نزول ہی ان کا علاج ہے تاکہ اور لوگ ان منکرین پر عذاب کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں۔ اور برائی کا قلع قمع ہوسکے۔

اگر اس آیت پر غور کیا جائے تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ایسے خیالات کا اظہار کر کے زبان کے ذریعے وہ لوگ نہی عن المنکر کا فریضہ یوں انجام دے رہے تھے۔ کہ ان کی ضلالت و جہالت کا برملا اعلان کرتے اور ان پر عذاب کے منتظر رہتے۔ اور نہی عن المنکر کرنے والوں کے سامنے اپنی اندرونی کیفیت کا اظہار کر کے ان ظالمین سے اجتناب قطع تعلق اور ان کی تحقیر و

تذلیل کے اسباب پیدا کرتے۔ اور ان کے اس فعل بد کی قلعی کھولتے اور ان کی گمراہی کی تشہیر کرتے۔ یہ سب باتیں نہی عن المنکر کے زمرہ میں آتی ہیں۔ اسی وجہ سے مفسرین نے حضرت حسن ؓ کے قول کو ترجیح دی ہے اور اس گروہ کو بھی ناجی قرار دیا ہے۔ اس طرح ناجی گروہ دو ہوگئے۔ اور ہلاک ہونے والا گروہ ایک۔ ان آیات کے مضمرات پر غور کرنے سے انسان تڑپ اٹھتا ہے۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر خواہ مرجوح ہے۔ لیکن اس کے باوجود اتنے عظیم صحابی ؓ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمزاد بھائی اور امت مسلمہ کے عظیم مفسر کی رائے بہرحال ہمیں چونکا دینے کے لئے کوئی کم حیثیت نہیں رکھتی۔ آپ اس قدر اس واقعہ کے سلسلے میں محزون و رنجیدہ تھے۔ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے والوں اور خاموش رہنے والوں کے عذاب کی یقینی حالت نے آپ ؓ کو رونے اور ایسے بدبختوں کی شومئی قسمت پر آنسو بہانے پر مجبور کر دیا۔ کاش ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقت کو سمجھ لیتے۔ اور لاپرواہی اور دنیاوی تعلقات کے تحفظ کے لئے اپنے آپ کو دوزخ کا ایندھن نہ بناتے۔ ہمیں ان رشتوں اور دوستیوں کا اتنا پاس ہوتا ہے کہ ہم ان کے باعث اللہ تعالیٰ کے ایک اہم فرض کے تارک بن جاتے ہیں۔ اپنی اولاد کو گناہوں میں مصروف دیکھتے ہیں۔ دیگر عزیز و اقارب کو بے شمار گناہوں میں مبتلا دیکھتے ہیں لیکن خاموش رہتے ہیں محض اس لئے کہ تعلقات خراب ہوجائیں گے۔ شہر کے لوگوں کو دیکھتے ہیں لیکن انہیں بھی منع نہیں کرتے۔ محض اسلئے کہ تعلقات خراب ہوں گے۔ لوگ مجھے جھگڑالو کہیں گے۔ یہ بات اخلاق سے گری ہوئی ہے۔ اس سے میری ساکھ متاثر ہوگی۔ عوام کی نظروں میں گر جاؤں گا۔ گھر والے مجھے خشک دماغ سمجھ کر میری عزت نہیں کریں گے۔ سوسائٹی میں میرا مقام متاثر ہوگا میری شہرت کو دھچکا لگنے کا اندیشہ ہے۔ وغیرہ یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ بہت کچھ ہم محض اس دنیا کے تعلقات کی خاطر کرتے ہیں اور یوم آخرت کو یوں بھول جاتے ہیں کہ جیسے ہمیں مرنا ہی نہیں۔ یا یوم حساب کی بات محض ایک کہانی ہے اور حساب کتاب جنت دوزخ سب افسانے ہیں۔ کیا دنیاوی لذات میں کھو کر وہ تمام ارشادات ربانی بھول جاتے ہیں۔

یوم حساب کی غم آلود ساعات کا نقشہ ہمارے ذہن سے یوں محو ہوجاتا ہے۔ جیسے ہمیں قیامت کے درد انگیز حالات کا علم ہی نہیں۔ ہم ان رشتوں کی خاطر

یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ جن کے متعلق ہمارے خالق و مالک کا یہ ارشاد ہے

یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَ اُمِّهٖ وَ اَبِیْهِ وَ صَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ ط لِکُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ یَوْمَئِذٍ شَاْنٌ یُّغْنِیْهِ ط اس دن آدمی بھاگے گا اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنے بچوں سے ہر شخص کو ان میں سے اس دن ایسی فکر لاحق ہوگی۔ جو اسے سب سے بے پرواہ کردے گی سورہ معارج میں ارشاد ربی ہے۔ یَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ یَفْتَدِیْ مِنْ عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَ اَخِیْهِ ط وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ ط وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ط

مجرم تمنا کرے گا کاش اس دن کے عذاب سے رہائی کے بدلے میں دیدے اپنے بیٹوں کو اور اپنی بیوی اور اپنے بھائی کو اور اپنے تمام کنبے کو جو (دنیا میں مصیبت کے وقت) اسے پناہ دیتا ہے اور ان سب کو جو زمین میں ہیں۔ پھر یہ (بدلہ دینا اللہ کے عذاب سے) اسے بچالے کلا ہرگز نہیں۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کے لئے جب انسان تمام دنیاوی رشتوں کو اس عذاب کی نذر کرکے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے گا اور اس وقت عذاب سے صرف اپنی اکیلی جان کو بچانے کی خاطر تمام محبوب رشتوں کو بتلائے عذاب کرنے کی تمنا کرے گا اور جان پر بن جانے کے باعث اس وقت ان محبوب رشتوں کی جب اس کے سامنے کوئی قدرو قیمت نہیں رہے گی تو اس دنیا میں ان ہی لوگوں کو خوش کرنے کے لئے اور ان کی ناجائز فرمائشیں پوری کرنے کے لئے اپنے آپ کو آگ کا ایندھن کیوں بنارہا ہے۔ اپنے بیٹوں کے لئے جائیدادیں بنانے اور انہیں امیر ترین بنانے اپنے بیوی بچوں کو سوسائٹی میں اہم مقام دلانے اور رشتہ داروں پر فوقیت دلانے کے لئے وہ رشوت مال حرام، اسمگلنگ، چوری، چور بازاری، خیانت سود، الغرض کسی حرام سے گریز نہیں کرتا۔ دھوکہ اور فریب سے لوگوں کے مال ناحق غصب کرتا ہے۔ گناہگاروں کو رہا کرتا او بے گناہوں کو سزا دیتا ہے۔ کسی کا بل کسی اور کے نام لگادیتا ہے۔ کمیشن لے کر سرکاری خزانے کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور سرکاری املاک کو اونے پونے اور غیر معیاری بنا کر غداری کا ارتکاب کرتا ہے حق داروں کے حق مار کر اپنے عزیزوں کو وہ مقام اور ملازمتیں یا ٹھیکے دلواتا ہے جس کے وہ مستحق نہیں ہوتے۔ یہ سب حرام خوری اس دنیا کی جھوٹی عزت معیار زندگی اور معاشرے

میں ممتاز مقام حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے اور انہی امور کے باعث دوزخ کو اپنے لئے یقینی بناتا ہے۔ کاش موت سے پہلے ان باتوں کی ہمیں سمجھ آجاتی۔لیکن نفس و شیطان نے ہماری عقل پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ بڑی تیزی سے ہم بربادی اور تباہی کی طرف رواں ہیں۔اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے دوزخ کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں۔ اور ان رشتوں کے لئے اپنی آخرت کو تباہ کر رہے ہیں جن کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے یوں واضح فرمایا

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ وَاِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ، اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ط وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ

اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیویاں اور تمہارے بچے تمہارے دشمن ہیں۔ پس ہوشیار رہو ان سے اور اگر تم عفو و درگذر سے کام لو اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولاد بڑی آزمائش ہیں اور اللہ ہی ہے جس کے پاس اجر عظیم ہے۔ پھر انسان کے ذاتی افعال و نقائص کی طرف رب کریم نے انسان کو یوں متوجہ فرمایا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا۔ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَّ اِذَا مَسَّهُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا۔

بے شک آدمی بنایا گیا ہے بڑا بے صبرا حریص جب اسے برائی پہنچے تو سخت گھبرانے والا اور جب بھلائی پہنچے تو روک رکھنے والا اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْیَقِیْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِیْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَیْنَ الْیَقِیْنِ۔ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۔ تمہیں غافل رکھا زیادہ مال جمع کرنے نے یہاں تک کہ تم نے قبروں کا منہ دیکھا۔ ہاں۔ ہاں جلد جان جاؤ گے پھر ہاں۔ ہاں جلد جان جاؤ گے ہاں ہاں اگر یقین کا جاننا جانتے تو مال کی محبت نہ رکھتے بے شک ضرور جہنم دیکھو گے پھر بے شک ضرور اسے یقینی دیکھنا دیکھو گے پھر بے شک ضرور اس دن تم سے نعمتوں کی پرسش ہوگی

وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْ اٰتَیْنٰهُ اٰیٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّیْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَیْهِ یَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ یَلْهَثْ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا

بِاٰیٰتِنَا فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ ط سَآءَ مَثَلَ نِ الْقَوْمُ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اَنْفُسَهُمْ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ (سورہ اعراف)

اور پڑھ سنایئے انہیں حال اس کا جسے دیا ہم نے (علم) اپنی آیتوں کا تو وہ کترا کر نکل گیا ان سے تب پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں اور اگر ہم چاہتے تو بلند کر دیتے اس کا رتبہ ان آیتوں کے باعث لیکن وہ تو جھک گیا پستی کی طرف۔ اور پیروی کرنے لگا اپنی خواہش کی۔ تو اس کی مثال کتے جیسی ہے تو اگر حملہ کرے اس پر تب بھی ہانپے اور اگر تو اسے چھوڑ دے تب بھی ہانپے یہ حالی ہے ان لوگوں کا جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو آپ سنائیں یہ قصہ شاید وہ غور و فکر کرنے لگیں بہت بری کہاوت ہے اس قوم کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تاکید میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام

کتاب کے دوسرے باب میں احادیث مبارکہ بسلسلہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تفصیل سے تحریر کرنے کا ارادہ تھا لیکن مفسرین کے اقوال نقل کرنے کے بعد صورت حال کچھ مختلف ہوگئی اور وہ یوں کہ اس سلسلہ کی اکثر احادیث مبارکہ مفسرین نے نقل کر دی ہیں اب کوئی خاص ضرورت تو نہیں رہی تھی لیکن ایک افادی پہلو یہ باقی تھا کہ اس سلسلہ کی احادیث مبارکہ یک جا نقل کر دینے سے قاری کو بہت فائدہ ہوگا اور وہ سید العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر پورے طور پر غور کر سکے گا اور ان سے فائدہ حاصل کر سکے گا چونکہ کتاب میری خواہش سے زیادہ طوالت اختیار کر گئی ہے اس لئے احادیث مبارکہ کی عربی عبارات نقل کرنے کے بجائے مفہوم بیان کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ حضور علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے کوئی خلاف شرع کام دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے اور اگر اس کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے اور یہ

کمزور ترین ایمان ہے۔ رواہ مسلم (مشکوۃ ۴۳۶۔ ابوداؤد ۵۹۴۔ صحیح مسلم۔ ۵۱/۱۔ سنن ابن ماجہ ۲۹۹۔ ترمذی ۳۹/۲۔ صحیح ابن حبان ۲۶۲۔ سنن الکبری ۹۰/۱۔ نیل الاوطار ۳۷۳/۳)

(۲) حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدوں میں سستی کرنے والے یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے والے اور ان میں داخل ہونے والے یعنی منکرات کے مرتکبین کی مثال یوں ہے جیسے کوئی گروہ کشتی میں سوار ہوا اور انہوں نے قرعہ اندازی کرلی کسی کو اوپر کی منزل ملی تو کسی کو نیچے کی اب نچلی منزل والوں کو پانی لینے اور دیگر حاجتوں کے لئے اوپر جانا پڑتا جس سے اوپر والے تکلیف محسوس کرتے بالآخر نچلی منزل والوں نے کلہاڑا لے کر کشتی میں سوراخ کرنا شروع کردیا اب اوپر کی منزل والے آئے اور کہا کہ یہ کیا کررہے ہو تو اس نے کہا کہ میرے اوپر جانے سے تمہیں تکلیف ہوتی ہے جبکہ پانی کے بغیر میرا گذارہ نہیں چل سکتا اب یہاں اس لئے سوراخ کررہا ہوں تاکہ میں اپنی ضرورت پوری کرسکوں اور تم تکلیف سے محفوظ رہو۔ اب اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایسا کرنے سے روک دیا تو خود بھی نجات پاجائیں گے اور اس کو بھی بچالیں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو اس کو بھی ہلاک کردیں گے اور خود بھی ہلاک ہوجائیں گے (رواہ البخاری۔ مشکوۃ۔ ترمذی ۴۰/۲)

(۳) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور آگ میں ڈال دیا جائے گا اس کی انتڑیاں آگ میں نکل پڑیں گی وہ گھومے گا جس طرح گدھا آٹے کی چکی کے گرد گھومتا ہے۔ دوزخ والے اس پر جمع ہوں گے اور کہیں گے فلاں تیرا کیا حال ہے کیا تو ہم کو نیکی کا حکم نہ کرتا تھا اور برائی سے نہ روکتا تھا وہ کہے گا کہ میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود نیکی نہ کرتا تھا اور میں تمہیں برائی سے روکتا تھا لیکن خود برائی کرتا تھا (مشکوۃ)

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو

نبی بھیجا اس نبی کے لئے اس امت میں کچھ مددگار اور کچھ صحابی ہوتے تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر عمل پیرا رہتے پھر نبی کے ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے خلاف فعل کیا لہذا جس شخص نے قوت کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کیا پس وہ مومن ہے اور جس نے زبان کے ساتھ ان کے خلاف جہاد کیا پس وہ بھی مومن ہے اور جس نے دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان کا کوئی درجہ نہیں ہے ابو رافع کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے اس کو نہیں مانا اتفاق سے اس وقت حضرت عبداللہ بن مسعود بھی آچکے تھے اور مدینہ کی ایک وادی قنات میں ٹھہرے ہوئے تھے حضرت عبداللہ بن عمران کی عیادت کے لئے گئے تو میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا جب ہم سب وہاں بیٹھ گئے تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے یہ حدیث ہمیں اسی طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا (صحیح مسلم ۱/۵۲ السنن الکبری ۱۰/۹۰)

(۵) حضرت حذیفہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ضرور نیکی کا حکم کرو گے اور برائی سے روکو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا عذاب مسلط کرے گا پھر تم دعا مانگو گے تو وہ قبول نہ ہوگی روایت کیا اس کو ترمذی نے (رواہ الترمذی ۲۳۶۴ ابن ماجہ ۲۸۹)

(۶) حضرت عرس بن عمیرہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زمین میں کوئی گناہ کیا جاتا ہے تو جو شخص وہاں موجود ہے لیکن اس نے اس کو برا سمجھا تو گویا وہ شخص وہاں موجود نہیں ہے (حکم کے اعتبار سے) لیکن ایک ایسا شخص جو مقام گناہ پر تو موجود نہیں ہے لیکن اس فعل پر راضی ہے تو گویا کہ وہ اس گناہ کے مقام پر موجود تھا اور اس فعل کا شریک تھا۔ (المعجم الکبیر ج ۷ ص ۱۲۹ - ابوداؤد ص ۵۹۷)

(۷) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا لوگو! اس آیت کو پڑھتے ہو "اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے نفسوں کو لازم پکڑو تم کو وہ

شخص نقصان نہیں پہنچاتا جو گمراہ ہے جب تم ہدایت پر ہو" میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے لوگ جب غیر شرع کام دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا عذاب نازل کردے۔ (جامع الترمذی ج ۲ ص ۳۹۔ مسند ابی یعلی ج ۱ ص ۱۱۹)

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جب ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ روکیں تو قریب ہے کہ تمام پر عذاب نازل ہو ایک اور روایت میں ہے کہ جب گناہ کرنے والوں سے دوسرے لوگ زیادہ ہوں اور وہ انہیں نہ روکیں تو ان پر عام عذاب نازل ہوگا (جامع الترمذی ج ۲ ص ۳۹۔ مسند ابی یعلی ۱۱ ص ۱۱۹)

(۸) حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللبہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کسی قوم کا کوئی آدمی ان کے درمیان گناہ کرتا ہو اور وہ اسے روکنے کی طاقت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں تو اللہ تعالیٰ ان سب پر عذاب بھیجے گا اس سے پہلے کہ وہ مریں (ابوداؤد ابن ماجہ۔ مشکوۃ۔ صحیح ابن حبان ج ۱ ۲۵۹)

(۹) حضرت ابو ثعلبہ سے روایت ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا خبردار! اللہ کی قسم میں نے اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا آپ نے فرمایا بلکہ تم نیکی کا حکم کرو اور برائی سے روکو۔ یہاں تک کہ تم دیکھو بخل کی فرمانبرداری کی جاتی ہے اور خواہشات نفس کی اتباع کی جاتی ہے۔ دنیا کو آخرت پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر صاحب عقل اپنی عقل پر فخر کر رہا ہے اور تو ایسا کام دیکھے جس سے تیرا چھٹکارا نہ ہو اس وقت تو اپنے نفس کو لازم پکڑ (اور اپنی ذات کا تحفظ کر) اور عوام کے معاملے کو چھوڑ دے اس سے آگے صبر کے دن ہیں ان میں جو صبر کرے گا گویا ہاتھ میں انگارہ پکڑے گا اس عمل (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کرنے والے کو اس جیسا عمل کرنے والے پچاس آدمیوں کے برابر ثواب ملے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ ان کے پچاس آدمیوں کا اجر فرمایا تمہارے پچاس آدمیوں کا ثواب اس ایک کو ملے گا۔ (مشکوۃ ص ۴۳۷۔ ابی داؤد ص ۵۹۷۔ سنن الکبری ج ۱۰ ص ۹۲۔ معجم الکبیر ج ۲۲ ص ۲۲۰)

(۱۰) حضرت ابوالبختری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے بیان کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگ اس وقت تک ہلاک نہیں ہوں گے یہاں تک کہ اپنے آپ کو معذور بنالیں روایت کیا اس کو ابوداؤد نے (مشکوٰۃ)

(۱۱) حضرت عدی بن عدی الکندی نے فرمایا ہمارے ایک آزاد کردہ غلام نے ہم کو بیان کیا کہ اس نے ہمارے دادا سے سنا وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے عمل سے سب لوگوں کو عذاب نہیں دے گا یہان تک کہ خلاف شرع امور اپنے درمیان دیکھیں اور وہ روکنے پر قدرت رکھتے ہوں لیکن نہ روکیں جب وہ ایسا کریں گے اللہ تعالیٰ عام اور خاص سب لوگوں کو عذاب کرے گا (مشکوٰۃ رواہ شرح السنہ)

(۱۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو اسرائیل گناہوں میں مبتلا ہوگئے تو انکے علماء نے ان کو روکا جب وہ نہ رکے پس وہ ان کی مجلسوں میں بیٹھے ان کے ساتھ کھایا اور پیا پس اللہ تعالیٰ نے بعض کے دل بعض کے مشابہ کردیئے اور حضرت عیسیٰ اور حضرت داؤد علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت فرمائی۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور زیادتی کرتے تھے راوی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے حالانکہ آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے۔ پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ تم ان ظالموں کو ان کے ظلم سے روکو۔ روایت کیا اس کو ترمذی اور ابوداؤد نے۔ اور ایک روایت ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا ہرگز نہیں اللہ کی قسم تم ضرور نیکی کا حکم دوگے اور ضرور برائی سے روکو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے بعض کے دلوں کو بعض سے مشابہ کردے گا۔ پھر تم پر لعنت فرمائے گا جس طرح ان پر لعنت کی۔

(۱۳) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جارہے تھے میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون

CamScanner

لوگ ہیں فرمایا یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہیں اور اپنی جان کو بھلا دیتے ہیں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ ور بیہقی نے شعب الایمان میں۔ ایک روایت میں ہے جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا یہ آپ ؐ کی امت کے خطیب ہیں۔ دوسروں کو جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے اور اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے (مشکوۃ)

(۱۴)حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا آسمان سے اتارا گیا تھا روٹی اور گوشت اور ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ خیانت نہ کریں اور کل کے لئے ذخیرہ بھی نہ کریں پس انہوں نے خیانت کی ذخیرہ کیا اور کل کے لئے بچارکھا پس ان کی صورتیں بندروں اور خنزیروں کی صورتوں کے ساتھ بدل دی گئیں (مشکوۃ)

(۱۵)حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر زمانے میں میری امت کو اپنے بادشاہوں کی طرف سے سختیاں پہنچیں گی ان سے وہی شخص نجات پائے گا جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر اپنے ہاتھ دل اور زبان کے ساتھ جہاد کیا یہ وہ شخص ہے جو پوری سبقت لے گیا دوسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس کی تصدیق کی تیسرا وہ آدمی جس نے اللہ کے دین کو پہچانا اور اس پر خاموش رہا اگر کسی کو نیکی کرتے دیکھا تو اس سے محبت کرنے لگا اور اگر کسی کو غلط کام کرتے دیکھا تو اس سے ناخوش رہا یہ سب اپنی اندرونی حالت کے باعث نجات پاجائیں گے (مشکوۃ)

(۱۶)حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ فلاں شہر کو اس کے رہنے والوں پر الٹ دے اس نے کہا کہ اے میرے پروردگار اس میں ایک تیرا بندہ ہے جس نے ایک لحہ بھی تیری نافرمانی نہیں کی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کو اور تمام بستی والوں کو الٹ دے۔ میرے دین کی وجہ سے کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا تھا۔

(۱۷)حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول

CamScanner

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے نیکی اور بدی قیامت کے دن لوگوں کے لئے کھڑی کی جائیں گی نیکی کرنے والے کو خوشخبری دے گی اور بھلائی کا وعدہ دے گی اور برائی برائی کرنے والے سے کہے گی دور ہوجاؤ دور ہوجاؤ اور وہ طاقت نہیں رکھیں گے مگر برائی کے ساتھ چمٹ جانے کی (وہ برائی سے دور نہ ہٹ سکیں گے) روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں (مشکوۃ)

(۱۸) حضرت ہلال بن حباب نے حضرت عکرمہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فتنے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔جب تم لوگوں کو دیکھو کہ انہوں نے وعدوں کا پاس چھوڑ دیا اور امانتوں کی پرواہ نہ رہی اور انگشت ہائے مبارک کو آپس میں پیوست کرکے فرمایا کہ یوں گتھم گتھا ہوجائیں میں آپ کی طرف کھڑا ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر قربان کردے اس وقت میں کیا کروں۔ فرمایا کہ اپنے گھر میں ہی رہنا اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اچھی چیز کو اختیار کرنا بری بات کو چھوڑ دینا صرف اپنی ہی جان کا فکر رکھنا اور عام لوگوں کا خیال چھوڑ دینا (ابوداؤد ج ۲ ص ۵۹۷)

(۱۹) حضرت عمارہ بن عمرو نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس زمانے میں تمہارا کیا حال ہوگا یا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ اچھے لوگوں کا اس میں قحط پڑ جائے گا اور لوگوں کا کوڑا کرکٹ رہ جائے گا۔ جو نہ عہد پورا کریں گے اور نہ امانتدار ہوں گے بلکہ اختلاف کریں گے بلکہ ان انگلیوں کی طرح دست وگریبان رہیں گے لوگ عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ اس وقت ہم کیا کریں فرمایا کہ جنہیں تم اچھے جانتے ہو انہیں اختیار کرنا اور جنہیں ناپسند کرتے ہو چھوڑ دینا خاص لوگوں کے معاملے کو قبول کرنا اور عام لوگوں کے معاملے کو چھوڑ دینا (سنن ابوداؤد ۲/۵۹۷)

(۲۰) محمد بن عبادہ واسطی یزید بن ہارون اسرائیل محمد بن حجادہ عطیہ عوفی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ

CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''ظالم بادشاہ یا ظالم حاکم کے سامنے انصاف کی بات کہنا افضل جہاد ہے''

(سنن ابوداؤد ۵۹۷/۲، جامع الترمذی ۴۰/۲، سنن ابن ماجہ ۲۹۸/۲)
(شرح مسند ابی حنیفہ ۳۰۷ معجم کبیر ۲۸۲/۸)

(۲۱)حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو اور اپنی تلواروں سے لڑائی کرو اور تمہارے دنیاوی امور شریر لوگوں کے ہاتھ میں آجائیں۔یہ حدیث حسن ہے (جامع الترمذی ۳۹/۲)

(۲۲)حضرت ابو سعید روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم میں سے کوئی اپنے نفس کو حقیر نہ کرے انہوں نے عرض کی کہ ہم میں سے کیسے کوئی اپنے نفس کو حقیر کرتا ہے۔فرمایا دیکھتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کو تبدیل کیا جارہا ہے اس پر عمل نہیں ہورہا لیکن وہ خاموش رہا۔اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز فرمائے گا کہ تجھے کس چیز نے روکا کہ تو اس معاملہ میں حق بات کہتا وہ کہے گا کہ لوگوں کے ڈرنے پس اللہ تعالیٰ فرمائے گا پس میں زیادہ مستحق تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا (ابن ماجہ ۲۹۸۔السنن الکبری ۹۰/۱۰)

(۲۳)حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔اے لوگو! تمہارا کیا حال ہوگا۔جب تمہاری عورتیں سرکش ہوجائیں اور تمہارے لڑکے نافرمان ہوجائیں صحابہ نے عرض کی۔یا رسول اللہ کیا ایسا ہونے والا ہے۔آپ ؐ نے فرمایا ہاں اور اس سے بھی زیادہ سخت تمہاری کیا حالت ہوگی جس وقت چھوڑدیا تم نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ۔کیا ایسا ہونے والا ہے۔آپ نے فرمایا ہاں۔اور اس سے بھی سخت اور اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم ناجائز کام کو جائز اور جائز کو ناجائز دیکھو گے۔یعنی لوگ بدی کو نیکی میں بدل دیں گے اور نیکی کو بدی بنادیں گے) (رواہ ابویعلی وطبرانی فی اوسط۔مجمع الزوائد ۲۸۰/۷)

(۲۴)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے حضور علیہ السلام

میرے پاس تشریف لائے تو میں نے آپ کے چہرہ اقدس سے اندازہ لگایا کہ آپکو کسی چیز نے مغموم کیا ہے۔ پس آپ نے وضو فرمایا پھر آپ نکلے اور گفتگو نہ فرمائی۔ پس قریب ہوئی میں دیوار کے پس سنا میں نے آپ سے کہ آپ فرمارہے تھے۔ اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ حکم دو تم نیکی کا اور منع کرو برائی سے پہلے اس کے کہ تم مجھے پکارو اور میں تمہیں جواب نہ دوں اور تم مجھ سے مانگو پس میں تمہیں نہ دوں اور تم مجھ سے مدد چاہو پس میں تمہاری مدد نہ کروں (مسند اسحاق ۳۲۸/۲۔ کشف الاستار ۱۰۶)

(۲۵) حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ بنی آدم کے ہر جوڑ پر ہر روز ایک صدقہ لازم ہے۔ قوم میں سے ایک شخص نے عرض کی کون اس کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا امر بالمعروف صدقہ ہے۔ نہی عن المنکر صدقہ ہے کمزور کا بوجھ اٹھانا صدقہ ہے۔ اور ہر وہ قدم جو تم میں سے کوئی نماز کی طرف چلے صدقہ ہے (صحیح ابن حبان ۲۹۵/۱۔ مسند ابی یعلی ۳۲۴/۴)

(۲۶) حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قوم عہد توڑے گی اس میں قتل ہوں گے جس قوم میں بے حیائی ہوگی اللہ تعالیٰ ان پر موت مسلط فرمادے گا اور جو قوم زکوۃ نہ دے گی اللہ تعالیٰ ان پر بارش بند فرمادے گا (مسند بزار ۱۰۴/۴)

(۲۷) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کو عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ جس گاؤں میں نیک لوگ ہوں کیا وہ بھی برباد ہوجائے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ عرض کی گئی کس وجہ سے آپ نے فرمایا ان کی دو رخی کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں پر خاموشی کے باعث (اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں ہوتی رہیں اور وہ خاموش تماشائی بنے رہے تاکہ ان سے کوئی ناراض نہ ہو اور ان کے تعلقات خراب نہ ہوں) (مسند بزار ۱۰۴)

(۲۸) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث مرفوع بیان فرماتے ہیں۔ فرمایا رسول کریم علیہ السلام نے دنیا معلون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون

CamScanner

ہے مگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یا اللہ کا ذکر (مسند بزار ۱۰۸)

(۲۹) حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے آپ نے فرمایا عنقریب میرے بعد امراء ہوں گے جو کہیں گے وہ نہیں کریں گے اور وہ کریں گے جس کا حکم نہیں دیئے جائیں گے تو جس نے جہاد کیا ان کے ساتھ ہاتھ سے تو وہ مومن ہے اور جس نے جہاد کیا ان کے ساتھ زبان سے وہ بھی مومن ہے اور جس نے جہاد کیا ان کے ساتھ دل سے وہ بھی مومن ہے اس کے بعد ایمان نہیں (مسند بزار ۱۰۸)

(۳۰) حضرت معاذ سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شک تم اپنے رب کی طرف سے پرہیزگاری پر ہو جب تک کہ تم میں ظاہر نہ ہو جائیں دو نشے ایک نشہ جہالت کا اور دوسرا نشہ زندگی کی محبت کا اور تم حکم کرتے ہو اچھائی کا اور روکتے ہو برائی سے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہو پس جب تم میں دنیا کی محبت ظاہر ہو جائے اور نہ حکم کرو تم اچھائی کا اور نہ روکو تم برائی سے اور نہ جہاد کرو تم اللہ کے راستے میں اس دن کتاب و سنت کی بات کرنے والے مرتبہ و مقام میں یوں ممتاز ہوں گے جیسے سابقین اولین مہاجرین و انصار میں تھے۔ (مسند بزار ۱۰۹)

(۳۱) حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے عرض کی یا رسول اللہ شہیدوں میں کون اللہ تعالٰی کے ہاں زیادہ عزت والا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جو ظالم حاکم کے سامنے کھڑا ہوا اور حکم دیا اس کو اچھائی کا اور منع کیا برائی سے تو اس ظالم حاکم نے اس کو قتل کر دیا۔

سوال کیا گیا۔ لوگوں میں سے کس کا عذاب سخت ہوگا۔ فرمایا وہ شخص جس نے قتل کیا نبی کو یا ایسے شخص کو قتل کیا جس نے اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا پھر آپ نے تلاوت فرمائی وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابو عبیدہ بنی اسرائیل نے تینتالیس نبیوں کو قتل کیا ایک ساعت میں تو کھڑے ہوئے ایک سو بارہ مرد بنی اسرائیل کے عابدوں سے تو انہوں نے حکم دیا اچھائی کا اور منع کیا برائی سے تو تمام قتل کر دیئے گئے (مسند بزار ۱۱۰/۲)

(۳۲) ذکر کیا گیا ہے حضرت حسن سے کہ مسلمانوں سے ایک شخص حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا پس اس نے عرض کی میں جہاد سے کمزور ہوگیا ہوں اور میرے پاس مال ہے پس مجھے حکم دیجئے ایسے عمل کا جسے میں کروں تو مجاہد کا درجہ پالوں آپ نے فرمایا حکم کر تو اچھائی کا اور روک تو برائی سے اور امداد کر تو ضعیف کی اور رہنمائی کر تو بیوقوف کی پس جب تو یہ کرے گا تو حاصل کرے گا تو مرتبہ مجاہد کا (السیر الکبیر ۱/۲۸)

(۳۳) حضرت ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آپ فرماتے ہیں کہ بے شک تمہاری امداد کی جائے گی اور تم پانے والے ہوگے اور تمہاری فتح ہوگی جس نے پایا ان چیزوں کو تو چاہئے کہ وہ ڈرے اللہ سے اور چاہئے کہ حکم کرے اچھائی کا اور روکے برائی سے اور جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا پس چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ بنالے دوزخ میں (اخرجہ ابوداؤد۔ جامع الاصول ۱/۵۲۳۔ شعب الایمان ۶/۸۴)

(۳۴) حضرت انس بن مالک سے روایت ہے عرض کی گئی یا رسول اللہ ہم کب چھوڑیں حکم نیکی کا اور منع کرنا برائی سے آپ نے فرمایا جب تم میں ظاہر ہوجائے وہ بات جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئی تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگوں میں دوغلا پن ظاہر ہوجائے اور تمہارے شریر لوگوں میں بے حیائی ظاہر ہوجائے اور تمہارے ذلیل لوگوں میں علم ظاہر ہوجائے (ذلیل لوگ عالم بن جائیں) (شعب الایمان للبیہقی ۶/۸۶۔ مشکل الآثار ۴/۲۱۴)

(۳۵) حضرت ابوبکر ؓ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جب قوم گناہوں کا ارتکاب کرے۔ ایسی قوم کے درمیان جو ان پر غالب ہوں پس وہ تبدیل نہ کرائیں برائی کو نازل فرمائے گا ان پر اللہ تعالیٰ مصیبت پھر ان سے دور نہیں کرے گا (شعب الایمان للبیہقی ۶/۸۲)

(۳۶) نہیں ہے کوئی ایسا شخص جس نے اپنی زبان کے ساتھ حق کو بلند کیا تو پھر اس پر عمل کیا گیا اس کے بعد اس کا اجر جاری رہے گا۔ قیامت تک۔ پھر پورا ثواب دے گا اس کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن (کنز العمال ج ۲ ص ۶۴

(۳۷) جہاد کی چار قسمیں ہیں۔ امر بالمعروف۔ نہی عن المنکر۔ مشکل کے وقت سچ بولنا۔ فاسق کے ساتھ دشمنی رکھنا (کنز العمال ۳ ص ۶۴)

(۳۸) اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو گناہ گاروں سے بغض رکھ کر۔ اور ان کو ملو تم ترشرو ہوکر اور اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرو ان کی ناراضگی میں اور قرب حاصل کرو اللہ کا گناہگاروں سے دور ہوکر (کنزالعمال ج ۳ ص ۶۴)

(۳۹) جس نے حکم دیا اچھائی کا اور روکا برائی سے۔ پس وہ خلیفہ ہے اللہ کا زمین میں اور خلیفہ ہے اس کی کتاب کا اور خلیفہ ہے اس کے رسول کا۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۷۴۔ فردوس الاخبار ج ۴ ص ۲۲۶)

(۴۰) گناہ جب خفیہ ہو تو نہیں نقصان پہنچاتا مگر کرنے والے کو اور جب ظاہر ہو اور اسے تبدیل نہ کیا جائے تو اس کا نقصان عام ہوجاتا ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۷۹)

(۴۱) بری قوم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے انصاف قائم نہیں کرتے۔ اور بری ہے وہ قوم جس میں گناہ کئے جائیں اور وہ اسے تبدیل نہ کریں۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۷۹)

(۴۲) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ ضرور نکلیں گے میری امت سے کچھ لوگ اپنی قبروں سے بندروں اور خنزیروں کی صورتوں میں، گناہ کو ختم کرنے میں سستی کے باعث اور گناہوں سے نہ رکنے کی وجہ سے باوجود طاقت کے۔ کہ وہ روک سکتے ہوں گے لیکن نہ روکیں گے (کنز العمال ج ۳ ص ۸۳)

(۴۳) آخری زمانہ میں ایسی قوم ہوگی جو حاکموں کے پاس جمع ہوں گے۔ حاکم اللہ کے حکم کے خلاف فیصلے کریں گے اور وہ ان کو نہیں روکیں گے ان پر اللہ کی لعنت ہے (کنز العمال ج ۳ ص ۸۵)

(۴۴) اسلام کے آٹھ حصے ہیں اسلام حصہ ہے، نماز حصہ ہے، زکوٰۃ حصہ ہے، حج حصہ ہے، جہاد حصہ ہے، روزہ حصہ ہے، امر بالمعروف حصہ ہے، نہی

عن المنکر حصہ ہے، اور تحقیق برباد ہوا وہ جس کا کوئی حصہ نہیں۔ (فردوس الاخبار ج ۱ ص ۱۵۱)

(۴۵) حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں سنا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ ؐ نے فرمایا جس قوم نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا انہیں اللہ تعالیٰ ذلت سے مارے گا۔ اور جس قوم نے برائی کو اپنے اندر قائم رکھا تو اللہ تعالیٰ ان پر عذاب عام کردے گا۔ نہیں ہے تمہارے درمیان اور درمیان اس کے کہ عام کرے اللہ تعالیٰ تم پر عذاب اپنی طرف سے مگر یہ کہ تم تاویل کرو اس آیت امر باالمعروف کے علاوہ اور نہی عن المنکر کے سوا (یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الٰی اٰخِرِہٖ) (کنز العمال ج ۳ ص ۶۸۱)

(۴۶) حضرت علی ؓ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا پہلا جہاد جس میں تم مغلوب کئے جاؤ گے۔ ہاتھوں کے ساتھ ہے۔ پھر جہاد تمہارے دلوں کے ساتھ! پس جس نے معروف کو نہیں پہچانا اور منکر کا انکار نہیں کیا اس نے الٹ کر نیچے کو اوپر اور اوپر کو نیچے کردیا۔ جس طرح کہ بوری الٹ دی جاتی ہے تو بکھر جاتا ہے جو کچھ کہ اس میں ہوتا ہے۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۶۸۳)

(۴۷) حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کب امر باالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا جب تم میں وہ ظاہر ہوجائے جو تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ظاہر ہوئی میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا جب تمہارے اچھے لوگوں میں دوغلا پن ظاہر ہوجائے اور تمہارے شریروں میں بے حیائی پیدا ہوجائے اور حکومت تمہارے چھوٹوں میں چلی جائے اور تمہارے ذلیلوں میں علم آجائے (کنز العمال ج ۳ ص ۶۸۵)

(۴۸) حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا نہ بتاؤں تمہیں میں ایسی قومیں جو نہ انبیاء ہیں نہ شہداء ہیں۔ اللہ کی طرف سے ان کے مرتبوں پر قیامت کے دن انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ نور کے منبروں پر پہچانے جائیں گے۔ صحابہ ؓ نے عرض کی یا رسول اللہ وہ کون ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کراتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ کے بندوں سے اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بناتے ہیں۔ اور چلتے ہیں زمین میں ناصح بن کر پس میں نے عرض کی بندوں کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت تو صحیح ہے لیکن وہ بندوں کو کیسے اللہ تعالیٰ کا محبوب بناتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا انہیں حکم کرتے ہیں اس چیز کا جسے اللہ پسند فرماتا ہے اور انہیں روکتے ہیں اس چیز سے جو اللہ کو ناپسند ہے پس جب بندے ان کی طاعت کریں تو وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاتے ہیں۔ (کنز العمال ج ۳ ص ۶۸۶)

(۴۹) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں مومن کا دل ایسے پگھلے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے عرض کی گئی یہ کس لئے۔ آپ ؐ نے فرمایا۔ برائی دیکھے گا اور تبدیل کرنے کی طاقت نہ رکھے گا۔ (کنزالعمال ج ۳ ص ۶۸۶)

(۵۰) حضرت ابن عباس ؓ سے روایت ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے البتہ تم ضرور حکم کرو گے اچھائی کا۔ اور البتہ تم ضرور روکو گے برائی سے یا البتہ ضرور مسلط کردے گا اللہ تعالیٰ تم پر تمہارے شریروں کو البتہ ضرور چکھائیں گے تم کو برا عذاب پھر تمہارے نیک لوگ دعا مانگیں گے تو ان کی دعا قبول نہیں کی جائے گی البتہ ضرور تم حکم کرو گے اچھائی کا اور البتہ تم ضرور روکو گے برائی سے یا البتہ ضرور بھیجے گا تم پر اللہ تعالیٰ جو تمہارے چھوٹوں پر رحم نہیں کرے گا اور تمہارے بڑوں کی عزت نہیں کرے گا۔ (کنزالعمال ج ۳ ص ۶۸۶)

(۵۱) حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ہریرہ تو ہرگز نہ داخل ہو امیر پر اگرچہ تو اس پر مجبور کیا جائے۔ تو میری سنت سے تجاوز نہ کر اور تو ہرگز نہ ڈر اس کی تلوار سے' اور اس کے ڈر سے ۔ یہ کہ تو حکم کرے اسے اللہ کے خوف اور اس کی اطاعت کا۔ اے ابو ہریرہ ؓ اگر ہو تو کسی امیر کا وزیر یا کسی امیر کا مشیر یا اٹھنے بیٹھنے والا کسی امیر کا تو ہرگز نہ مخالفت کر میری سنت اور میری سیرت کی۔ پس بے شک جس شخص نے میری سنت اور سیرت کی مخالفت کی تو وہ قیامت کے دن لایا جائے گا ہر طرف سے اسے آگ پکڑ لے گی پھر چلا جائے گا دوزخ کی طرف۔ (کنزالعمال ج ۳ ص ۶۸۹)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر، شارحین حدیث کی نظر میں

امام نووی شارح صحیح مسلم رحمتہ اللہ علیہ کی تحقیق

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو انتہائی تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ چند منتخب مقامات کا مطلب پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (فلیغیرہ) پس چاہئے کہ اسے بدل دے۔ یہ امر وجوبی ہے۔ اجماع امت کے باعث اور وجوب امر بالمعروف اور وجوب نہی عن المنکر پر قرآن پاک اور حدیث پاک اور اجماع امت میں مطابقت ہے اور یہ بھی اس نصیحت سے ہے جو کہ دین ہے اور بعض رافضیوں کے علاوہ ان کے وجوب کی کسی نے مخالفت نہیں کی۔ لیکن ان کا اختلاف کسی شمار میں نہیں ہے جس طرح کہ ابوالمعالی امام الحرمین نے فرمایا ہے کہ اس میں ان کے اختلاف کو کوئی اہمیت نہ دی جائے کیونکہ ان کے ظاہر ہونے سے پہلے کا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اور اس کا وجوب شرع کے ساتھ ہے۔ عقل کے ساتھ نہیں۔ معتزلہ کے برخلاف کہ وہ وجوب بالعقل کے قائل ہیں۔ اور اللہ کا یہ قول (عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ) یہ مخالف نہیں اس کے جو ہم نے ذکر کیا ہے کیونکہ مذہب صحیح محققین کے نزدیک آیت کے معنی میں بے شک جب تم کرو۔ تم جس کے مکلف ہو تو غیر کی کوتاہی تمہیں نقصان نہیں دے گی۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے (ولا تزر وازرۃ وزر اخری) کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ جب ایسا ہو تو جس چیز کا وہ مکلف ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس وقت اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا۔ اور مخاطب نے اطاعت نہ کی تو فاعل پر اس کے بعد کوئی عذاب نہیں ہے۔ کیونکہ اس نے اپنا فرض پورا کر دیا ہے اور اس پر تو امر و نہی لازم تھا۔ نہ کہ قبول کرانا امر بالمعروف اور

CS CamScanner

نہی عن المنکر فرض کفایہ ہیں جب بعض لوگ اسے ادا کر دیں تو باقی لوگوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اور جب سب چھوڑ دیں تو ہر وہ جو اسے ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے بغیر عذر اور خوف کے تو گناہگار ہوں گے سب۔ پھر یہ کبھی متعین بھی ہو جاتا ہے جس طرح کہ ایسی جگہ میں ہو جہاں اس کو (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کو اس کے علاوہ کوئی نہ جانتا ہو۔ یا اس کو دور کرنے کی قوت اس کے بغیر کوئی نہ رکھتا ہو۔ جیسے کسی نے دیکھا اپنی بیوی کو یا اپنے بیٹے کو، یا اپنے غلام کو برائی پر یا اچھائی میں کوتاہی پر۔

علماء نے فرمایا کہ مکلف سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ساقط نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس کا ظن مفید نہیں ہے۔ بلکہ اس کا فعل واجب ہے (فان الذکری تنفع المومنین) پس بیشک نصیحت مومنوں کے لئے جو مومنوں کو فائدہ دیتی ہے۔ اور پہلے ہم نے ذکر کیا ہے کہ انسان پر لازم امر و نہی ہے۔ قبول کرانا نہیں۔ اور جس طرح اللہ نے فرمایا (ماعلی الرسول الا البلاغ) نہیں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مگر پہچانا اور اس کی مثال دی ہے۔ علماء نے اس شخص کے ساتھ جس نے دیکھا حمام میں انسان کو یا کسی اور مقام پر کہ اس کی شرمگاہ کا بعض حصہ بے حجاب ہے۔ یا اسی قسم کی اور مثالیں۔ واللہ اعلم

اور علماء نے فرمایا ہے کہ آمر و ناہی میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ مکمل طور پر اوامر و نواہی کا عامل ہو۔ بلکہ اس پر لازم ہے حکم کرنا اگرچہ وہ خود مکمل طور پر مامور بہ کا عامل نہیں ہے اور اس پر منع کرنا واجب ہے۔ خواہ وہ خود جس سے منع کر رہا ہے۔ اس سے پوری طرح محفوظ نہیں ہے۔ کیونکہ اس پر دو چیزیں واجب ہیں اپنے نفس کو نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔ اور غیر کو بھی نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے۔ ان دونوں میں سے اگر ایک میں کوتاہی واقع ہوتی ہے تو دوسری کو چھوڑنا اس کے لئے کیسے جائز ہو گیا۔ علماء نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بادشاہوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ تمام مسلمانوں پر ضروری ہے۔

امام حرمین نے فرمایا کہ اس دعویٰ کی دلیل مسلمانوں کا اجماع ہے کیونکہ صدر اول اور اس سے ملتے ہوئے زمانے میں عام لوگ بادشاہوں کو اچھائی کا حکم دیدیا کرتے تھے۔ اور برائی سے روکا کرتے تھے اور اس میں ان کو مسلمانوں

کی تائید حاصل ہوتی تھی۔ اور انہیں حاکم کی طرف سے اس کام پر مقرر نہ کئے جانے کے باوجود کوئی منع اور ملامت نہ کرتا تھا واللہ اعلم۔

امر اور نہی وہی شخص کر سکتا ہے جو مامور بہ اور منھی عنہ کا عالم ہو گا۔ اور یہ شئی کے اختلاف کے ساتھ مختلف ہوتا رہتا ہے اگر ظاہر واجبات سے اور مشہور محرمات سے ہے۔ مثلاً نماز روزے، زنا اور شراب اور اس جیسے تو ہر مسلمان ان کا عالم ہے۔ اگر باریک افعال اور اقوال سے ہے۔ یا اس کا تعلق اجتہاد سے ہے تو عوام کا اس میں دخل صحیح نہیں اور ان سے روکنا بھی ان کے لئے صحیح نہیں ہو گا بلکہ یہ علماء کے لئے ہو گا پھر علماء جس پر اجماع ہے۔ اس سے روکیں گے۔ جس میں اختلاف ہے اس میں علماء کو بھی روکنا جائز نہیں ہے۔ کیونکہ دو مذہبوں میں سے ایک پر ہر مجتہد مصیب ہے۔ اور یہ اکثر محققین کے نزدیک مختار ہے۔ اور دوسرے مذہب پر مصیب ایک ہے اور مخطی ہمارے لئے متعین نہیں ہے اس سے گناہ مرفوع ہے۔ لیکن اس کا استحباب نصیحت کے طور پر اختلاف سے نکلنے کی طرف یہ حسن نے محبوب ہے اس کا کرنا نرمی کے ساتھ اس لئے کہ علماء متفق ہیں۔ اختلاف سے نکالنے پر برانگیختہ کرنے پر جس وقت اس سے سنت کا چھوڑنا اور دوسرے اختلاف میں پڑنا لازم نہ آئے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا باب طویل مدت سے ضائع کیا گیا ہے اور اس زمانے میں اس کی صرف رسوم رہ گئی ہیں۔ حالانکہ یہ بہت بڑا باب ہے۔ اسی کے ساتھ امر کا قیام اور اس کی قوت ہے۔ جب خباثت عام ہو جاتی ہے تو نیک و بد عذاب میں مبتلا کر دیئے جاتے ہیں اور جس وقت لوگ ظالم کے ہاتھ نہ پکڑیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنا عذاب عام فرما دے (فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ) پس چاہئے کہ ڈریں وہ لوگ جو اللہ کے امر کی مخالفت کرتے ہیں یہ کہ پہنچے انہیں کوئی فتنہ یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔

آخرت کے طالب اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرنے والے کے لئے مناسب ہے کہ وہ اس باب کی طرف توجہ کرے بے شک اس کا نفع بڑا ہے خصوصاً جبکہ اس کی عظمت ختم ہو چکی ہے اپنی نیت خالص رکھے جو اس کا رد

CamScanner

کرے اس کی توہین نہ کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا (وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ) البتہ ضرور امداد فرمائے گا اللہ تعالیٰ اس شخص کی جو امداد کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی (وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ) جس نے اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑا اسے صراط مستقیم کی ہدایت دی گئی ہے۔ اور (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا) اور جو ہماری طرف کوشش کریں گے البتہ ضرور ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے (اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ) کیا لوگوں کا گمان ہے کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے۔ اس قول پر کہ ہم ایمان لے آئے اور وہ نہ آزمائے جائیں گے البتہ ہم نے ان سے پہلوں کو آزمایا پس یقیناً اللہ تعالیٰ جھوٹوں اور سچوں کو جانتا ہے۔

بے شک اجر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی انجام دہی کے مطابق ہوگا۔ دوستی و محبت دوغلاپن اور طلب وجاہت اور مرتبہ و مقام کی بقاء کے لئے اسے نہ چھوڑے۔

بے شک اس کی دوستی اور محبت واجب کرتی ہیں۔ اس کے لئے عزت اور حق اور اس کے حق میں سے ہے۔ کہ اس کی خیر خواہی کرے اور آخرت کی مصالح کے لئے راہنمائی کرے۔ اور اسے آخرت کے نقصانات سے بچائے۔ انسان کا دوست اور محبّ وہ ہوتا ہے۔ جو اس کی آخرت کی تعمیر میں کوشش کرے اگرچہ اس بات سے اس کا دنیاوی نقصان ہو۔ اور انسان کا دشمن وہ ہوتا ہے جو آخرت کے نقصان میں کوشش کرے۔ اگرچہ اسے دنیاوی فائدہ ہو اسی لئے ابلیس ہمارا دشمن ہے اور انبیاء مومنین کے دوست ہیں اس وجہ سے کہ وہ مومنین کی آخرت سنوارنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ حدیث گناہ کو ختم کرنے کے طریقوں میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے مغیر پر لازم ہے کہ اس کا زوال جیسے ممکن ہو قول یا فعل کے ساتھ اسے تبدیل کرے پس آلات باطل کو توڑ دے اور منشیات کو ضائع کر دے خود یا حکم کرے اس شخص کو جو یہ کام کرے۔ مغصوبہ چیزوں کو حاصل کرکے ان کے مالکوں کو لوٹائے۔ خود یا اپنے حکم سے۔ جس وقت ممکن

ہو۔ جائز اور عزت مند ظالم جس کے شر کا خوف ہو اسے گناہ سے روکنے میں نرمی کا انداز اپنائے۔ یہ طریقہ اس کی بات قبول ہونے میں زیادہ موثر ہے۔ جس طرح کہ مستحب ہے کہ اس کا والی اھل سلام اور اھل فضل سے ہو۔ اور جو اپنی سرکشی میں بضد ہے اور جو اپنی بہادری میں زیادتی کرنے والا ہے۔ تو اس پر سختی کرے گا۔ ناجائز کام کو ختم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اندازہ کرے کہ اس سے پیدا ہونے والی صورت کہیں اس سے بڑے منکر (ناجائز کام) کو تو جنم نہیں دے گی کیونکہ ظالم کی طرف سے منکر کی حمایت میں روکنے والے پر اچانک حملے کا امکان ہے۔ اگر اس کا غالب گمان ہو کہ اس کا گناہ کو ہاتھ سے بدلنا ایسے منکر کا سبب بنتا ہے جو اس سے زیادہ سخت ہو وہ قتل ہوجائے گا یا اسے قتل کرنا پڑے گا تو ہاتھ کو روکے اور زبانی وعظ اور خوف دلانے کے ذرائع پر اکتفا کرے۔ اگر اسے یہ اندیشہ ہو کہ زبانی کہنا بھی کسی بڑے فساد کا باعث بن سکتا ہے تو پھر دل سے برا جانے اور یہ اس کی طاقت میں ہے اور حدیث سے یہی مراد ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔ (نووی شرح صحیح مسلم)

علامہ ملا علی قاری رحؒ کی تحقیق

حضرت علامہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "المرقاۃ" شرح مشکوۃ میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلہ کی احادیث جو صاحب مشکوۃ المصابیح امام علامہ شیخ ولی الدین تبریزی رحمتہ اللہ علیہ نے نقل کی ہیں کی تشریح و توضیح اپنے منفرد انداز میں تحریر فرمائی ہے۔ جس کے جستہ جستہ مقامات کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

فصل اول

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (من رای) جس نے دیکھا۔ یعنی اسے علم ہوا (منکم منکرا) تم میں سے برائی کو یعنی اپنے غیر میں مومنوں سے دراصل یہ خطاب صحابہ کرام کو ہے۔ اور انکے علاوہ امت کو ان کی وساطت کی وجہ سے من تبعیضیہ لانے سے یہ ارشاد ہے کہ یہ فروض کفایہ سے ہے۔ اور یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اسے وہی کرے گا جو احسان کے مراتب جانے اور منکرات کا فرق جانے متفق علیہ اور مختلف فیہ میں تمیز کرسکے اور یہ معنی اللہ تعالیٰ کے اس

قول سے حاصل شدہ ہے (وَلتکُنْ مِّنکم اُمّۃ یّدعُوْنَ اِلی الخیرِ ویامرُوْنَ بِالمعرُوْفِ وَینھَوْنَ عَنِ المُنکرِ وَ یُسارِعُوْنَ فِی الخیراتِ) اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس شخص نے اس فعل کو دیکھا جس کو شرع نے برا قرار دیا ہے (فلیغیرہ بیدہ) یعنی اسے منع کرے ہاتھ کے ساتھ باِیں طور کہ آلات کو توڑ دے اور شراب کو بہادے اور غصب شدہ چیز مالک کو واپس کردے (فان لم یستطع) یعنی اگر تبدیلی کی ہاتھ کے ساتھ طاقت نہیں رکھتا اور اس کا ازالہ بالفعل نہیں کرسکتا۔ کیونکہ منکر کے کرنے والا اس سے زیادہ قوی ہے تو (فبلسانہ) یعنی اسے تبدیل کرے قول کے ساتھ اور ان آیتوں کی تلاوت سے جو وعید میں نازل ہوئیں وعظ سے اور ڈرانے سے اور نصیحت سے (فان لم یستطع) یعنی اگر تبدیلی کی طاقت زبان سے بھی نہیں رکھتا ہے (فبقلبہ) باِیں طور کہ اس پر رضامند نہ ہو اس کا انکار دل میں کرے تو یہ تبدیلی معنوی ہوگی کیونکہ اس کی طاقت میں بس اتنی ہی تبدیلی ممکن ہے اور کہا گیا ہے کہ تقدیر عبارت یوں ہے۔ "فلینکرہ بقلبہ" کیونکہ تبدیلی دل سے متصور نہیں ہوسکتی پس ہوگی ترکیب باب "الفتھاتبناوماء باردا" سے اور اسی سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول "والذین تبوّو الدار والایمان" (وذلک) یعنی انکار دل کے ساتھ تو وہ ناپسندیدگی ہے (اضعف الایمان) یعنی ایمان کا شعبہ ہے اور اھل ایمان کی عادات سے ہے۔ اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس کا ثمرہ قلیل ہے تو جس نے قدرت کے ہوتے ہوئے مراتب کو تبدیل کیا تو گناہگار ہوگا اور جس نے اسے طاقت نہ ہونے کے باعث چھوڑ دیا یا اس سے زیادہ فساد کو دیکھا ہو اور دل سے برا جاننے والا تو وہ مومنین سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ یہ ایمان کے ضعیف زمانوں کا فعل ہے۔ اگر اس وقت کے لوگوں کا ایمان قوی ہوتا تو انکار قولی یا فعلی پر عمل کرتے اور جب اس نے صرف انکار قلبی پر اکتفا کیا تو یہ شخص صرف دل سے انکار کرنے والا اہل ایمان میں سے زیادہ کمزور ہے کیونکہ اگر یہ طاقت ور اور دین میں پختہ ہوتا۔ تو انکار قلبی پر اکتفا نہ کرتا اور حدیث مشہور اس کی تائید کرتی ہے۔ "افضل جہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" افضل جہاد ظالم حاکم کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول "ولا یخافون لومۃ لائم" اور ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے ہیں۔ اور بعض علماء نے کہا ہے امر اول امراء کے لئے ہے اور

ثانی علماء کے لئے اور ثالث عام مومنوں کے لئے اور کہا گیا ہے معنی یہ ہے کہ گناہ کا انکار دل کے ساتھ ایمان کے مراتب میں سے زیادہ ضعیف ہے۔ کیونکہ جب اس نے دیکھا برائی کو ایسی برائی جو دین میں واضح ہے۔ پھر اس کا انکار بھی نہ کیا اور اسے مکروہ بھی نہ جانا اور اس سے رضامند ہوا۔ اور اسے اچھا عمل قرار دیا تو کافر ہوجائے گا۔ اعلم جب خلاف شرع چیز حرام ہو تو اس سے روکنا واجب ہے۔ جب مکروہ ہو تو روکنا مستحب ہے۔ اور امر بالمعروف بھی معمور بہ کے تابع ہے۔ اگر واجب ہے تو امر بھی واجب اگر مستحب ہے تو امر بھی مستحب ہے۔ اس حدیث میں امر بالمعروف کا ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ برائی سے روکنا اسے شامل ہے۔ کیونکہ کسی چیز سے روکنا اس کے مخالف کا حکم ہوتا ہے۔ اور منع کی گئی چیز کی ضد یا واجب ہوگی یا مستحب یا مباح اور یہ سب کے سب معروف ہیں۔ اور ان دونوں پر عمل کرنے کے لئے یہ شرط ہے کہ ان پر عمل کے باعث فتنے تک نہ پہنچے جس طرح کہ حدیث سے معلوم ہوا ہے اور اسے قبول ہونے کا گمان ہو اور اگر اسے یہ گمان ہو کہ اس کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ تو اس کا اظہار استحسانا علامات اسلام ہونے کی وجہ سے کرے اور "من" کا لفظ اپنے عموم کی وجہ سے ہر ایک کو شامل ہے۔ مرد ہو یا عورت غلام ہو یا فاسق یا سمجھدار لڑکا اگرچہ یہ فاسق سے قبیح معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ" اور "لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ"۔

(وعن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل المداھن) حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مداھن کی مثال یعنی سستی کرنے والا (فی حدود اللہ) یعنی چھوڑنا قیام کا ان کے قائم کرنے کے لئے یا سستی برتی گناہوں کے ارتکاب سے منع کرنے میں ایسے گناہ جن پر حد لازم آتی ہے۔ شاید کہ حدود کے ساتھ تخصیص ان کی اہمیت کے باعث ہے۔ کیونکہ ان کا نقصان کبھی کبھی اس کے نہ کرنے والے تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ممکن ہے کہ حدود سے مراد مطلقاً گناہ ہوں پس حدود کا ذکر قوی کو غلبہ دینے کے لئے ہے۔ یا اس لئے کہ حد ہر گناہ کی معلوم و مقرر ہے۔ (والواقع فیھا) یعنی گناہوں کے کرنے والے کی مثال اور لفظ "واقع فیھا" سے تعبیر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ گناہ کے

سب سے اونچے مقام سے گہرے کنویں اور دور کے مکان میں گرنے والا ہے۔ (مثل قوم) رفع کے ساتھ یعنی مثل اجتماع صالحین و غیر صالحین کے (استھموا سفینة) یعنی اپنی نشستوں اور جگہوں کے لئے قرعہ اندازی کی یہ اتفاقی قید ہے یہ اس جماعت میں متصور ہوگی جو جماعت برابر کا حق و شرکت و ملکیت رکھتی ہو اور ایسی صورت نہ ہو تو کشتی کے مالک کو اختیار ہے کہ کرایہ کے مناسب وہ خود نشستیں تقسیم کرے بعض نے کہا ہے کہ جب لوگ نشستوں کے نیچے اور اوپر کے متعلق اختلاف کریں تو اس صورت میں قرعہ اندازی ہی معمول ہے۔ لیکن یہ بات تب ہوگی جب تمام لوگ کشتی میں اکٹھے سوار ہوں۔ اگر وہ الگ الگ پہنچیں تو اپنی باری پر نشست لیتے جائیں گے۔ جو پہلے پہنچے گا وہ پہلے لے لے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کشتی فقراء حجاج اور نمازیوں کے لئے وقف ہو پھر تو یہ بات صحیح ہے۔ اور اگر کسی فرد یا جماعت کی ذاتی ملکیت ہو تو اس صورت میں مالک کی مرضی پر منحصر ہے جسے جہاں چاہے بٹھادے۔

(فصار بعضھم فی اسفلھا) بعض کو نیچے جگہ ملی اور بعض کو اوپر۔ (فکان الذی فی اسفلھا) وہ جو نیچے تھے۔ یہاں بعض کے پیش نظر الذی مفرد استعمال ہوا ہے۔ اور اگر حقیقة ایک آدمی ہو پھر بھی بات وہی ہے۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ امت میں نیک لوگ زیادہ ہیں۔ برے لوگ تھوڑے اور کمزور و معتوب ہیں۔ یا اس طرف اشارہ ہے کہ نیک خواہ ایک ہی ہو پھر بھی وہ دین کی بلندی کے باعث کثیر اور بلند ہے۔ فاسقوں کی اگرچہ مکمل جماعت ہو پھر بھی وہ قلیل و ذلیل ہیں اور اسفل السافلین کے درجے میں ہیں (یمر بالماء) وہ پانی لے کر گزرتا ہے۔ (علی الذین فی اعلاھا فتا ذوا بہ) اوپر والے لوگوں کو اس کے گزرنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ اس تکلیف کا احساس اسے خود ہوجائے یا وہ اپنی حرکتوں اور باتوں سے اسے جتلادیں۔ اگر پانی سے مراد پیشاب یا پاخانہ ہے جسے باہر پھینکنے کے لئے وہ ان کے پاس سے گزرتا ہے تو اس صورت میں تو تکلیف کا ہونا صاف ظاہر ہے۔ یہ بھی غالب ہے کہ نیچے والے لوگ غریب ہوں گے کیونکہ غریبوں کو نیچے ہی جگہ دی جاتی ہے۔

ظاہر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکوں کے مقام کو اعلیٰ سے تشبیہ دی ہے اور اس کے مقابل ناجائز کاموں کے مرتکبین کے مقام کو اسفل

قرار دیا ہے۔

(فاخذ فاسافجعل نیکر اسفل السفینتہ) اس نے کلہاڑا لے کر کشتی کے نچلے حصے کو کاٹنا شروع کر دیا۔ (فاتوہ وقالوا مالک) اوپر والے اس کے پاس آئے اور کہا کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ (قال تاذیتم بی ولا بدلی من الماء) اس نے کہا تم میری وجہ سے تنگ ہو اور میں پانی کی وجہ سے مجبور ہوں۔ (فان اخذ وا علی یدیہ انجوہ و نجوا انفسھم) اگر انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا یعنی اس کام سے روک دیا (نہایہ میں اسی طرح ہے) تو وہ بھی بچ گیا اور یہ بھی بچ گئے۔ (وان ترکوہ اھلکوہ واھلکوا انفسھم) اور اگر اسے نہ روکا گیا تو اسے بھی ہلاک کر دیا اور خود بھی ہلاک ہوگئے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر لوگ اسی طرح فاسق کو فسق سے منع کریں تو وہ فاسق بھی بچ جاتا ہے اور منع کرنے والے بھی بچ جائیں گے اور اگر منع نہ کریں تو سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے اور عذاب الٰہی کے حقدار ٹھہریں گے۔ آیت وَاتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَاصَّۃً کا بھی یہی مفہوم ہے کہ اس عذاب سے ڈرو جو اگر برپا ہوگیا تو ظالموں کے ساتھ ساتھ لاپرواہی کی وجہ سے تمہیں بھی لے ڈوبے گا۔

مداھنت منھیہ اور مدارات مامورہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ مداھنت سے مراد علم اور قدرت کے باوجود طرفداری، خوف، طمع، بے جا حیا اور دین میں عدم دلچسپی کے باعث برے کو برائی سے منع نہ کیا جائے۔

مدارات سے مراد یہ ہے کہ دفع شر کی غرض سے انسان اپنے ذاتی حق، مال اور عزت و آبرو سے دست کش ہوجائے۔ اور اللہ کی رضا پر راضی رہے۔

حاصل یہ ہے کہ مداھنت باطل میں دشمنوں کے ساتھ ہوتی ہے اور مدارات حق میں ہوتی ہے اور دوستوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

اشرف فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مداھنت فی حدود اللہ کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو کشتی کے اوپر کے حصہ میں ہے۔ اور واقع فی تلک الحدود کو اس شخص سے تشبیہ دی ہے جو نچلے حصے میں ہے۔ اوپر والوں کی مشغولیت کو منع نہ کرنے سے تشبیہ دی ہے۔ اخذ بالیدیہ کو منع کرنے سے

تعبیر فرمایا ہے۔ اس منع کرنے کے فائدے کو نجات سے تعبیر فرمایا ہے۔ منع نہ کرنے کو ہلاکت سے تعبیر فرمایا ہے۔ واقع فی حدود اللہ کو منع نہ کرنا مداھنین کا خاص گناہ قرار دیا ہے۔ اور ان کے ہلاک ہو جانے کو خود اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت قرار دیا ہے۔

کشتی سے مراد اسلام ہے جس میں دونوں فریق داخل ہیں۔ منع کرنے والوں کو گروہ اس لئے قرار دیا کہ مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ امر و نہی میں تعاون کریں۔ یہ بھی وجہ ہوسکتی ہے کہ نہی کرنے والا خواہ اکیلا ہو وہ ایک جماعت کی طرح ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً "بے شک ابراہیم ایک امت تھا۔" اس کے برعکس واقع فی حدود اللہ کو مفرد لایا گیا ہے تاکہ کمال کا الٹ اور فاسقوں کی تنہائی اور لاوارثی ظاہر ہو۔

(رواہ البخاری)

(وعن اسامة بن زید) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ یہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (یجاء) یعنی لایا جائے گا (بالرجل) شخص کو یعنی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کوتاہی کرنے والے کو (یوم القیامتہ فیلقی فی النار فتندلق) قیامت کے دن پھر ڈالا جائے گا آگ میں پھر جلد نکلیں گی (اقتابہ) یعنی اس کی آنتیں (فیطحن) معلوم کا صیغہ ہے یعنی پھرے گا (فیھا) اپنی آنتوں میں (کطحن الحمار برحاہ) یعنی مثل گدھے کے پھرنے کی چکی کے اردگرد۔

مظہر نے فرمایا کہ پھرے گا اور اپنی آنتوں میں چکر لگائے گا اور ان کو اپنے پاؤں سے مارے گا اور ممکن ہے کہ معنی ہو آگ کے اردگرد پھرے گا جیسے پھرتا ہے گدھا اپنی چکی میں (فیجتمع اھل النار الیہ) پس جمع ہوں گے دوزخی اس پر فاسق سے (ویقولون ای فلان) پس کہیں گے اے فلاں کنایہ ہے۔ اس کے نام سے اور اس کی صفت علم سے یا بزرگی سے (ماشانک) یعنی حال تیرا غریب ہے اور حال تیرا عجیب ہے کیا نہیں حکم کرتا تھا تو ہمیں اچھائی کا اور روکتا تھا برائی سے وہ کہے گا (کنت آمرکم) میں تمہیں حکم کرتا تھا

(بالمعروف ولا آتیه) اچھائی کا اور خود نہ کرتا تھا (وانھاکم عن المنکر و آتیه) اور منع کرتا تھا تم کو برائی سے اور خود کرتا تھا (متفق علیہ)

فصل ثانی

(عن حذیفة ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال والذی نفس بیدہ لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیوشکن) یعنی البتہ ضرور جلدی کرے گا (اللہ ان یبعث علیکم عذابا من عندہ ثم لتد عنہ) یعنی البتہ ضرور تم اس سے سوال کرو گے (ولا یستجاب لکم) اور معنی یہ ہے کہ قسم بخدا ان دو امروں سے بے شک ایک واقع ہے یا امر اور نہی تم سے یا رب کی طرف سے عذاب کا نزول پھر اس عذاب کو ٹالنے میں تمہاری دعا کا قبول نہ ہونا (رواہ الترمذی)

اور روایت کی ہے بزار نے اور طبرانی نے اوسط میں حضرت ابو ہریرہ سے اور اس کے لفظ ہیں (لتامرن بالمعروف ولتنھون عن المنکر اولیسلطن اللہ علیکم شرارکم فیدعوا خیارکم فلا یستجاب لھم) البتہ تم ضرور حکم کرو گے اچھائی کا اور البتہ ضرور روکو گے برائی سے یا البتہ ضرور مسلط کردے گا اللہ تم پر تمہارے شرارتیوں کو پھر دعا مانگیں گے تمہارے نیک تو نہ قبول ہوگی۔

(وعن العرس) حضرت عرس بن عمیرہ نے فرمایا (عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا عمل الخطیته) یعنی جب برائی کا فعل کیا جائے (فی الارض) یعنی تمام روئے زمین پر (من شھدھا) جو اس پر حاضر ہوا (فکرھھا) یعنی اس کا انکار کیا خواہ دل سے ہو (کان کمن غاب عنھا) یعنی اس کو اس کا علم نہ ہوا (ومن غاب عنھا) ای وعلم بھا یعنی اس برائی کا اسے علم ہوا (فرضیھا) یعنی اسے پسند کیا اور اسے مستحسن قرار دیا (کان کمن شھدھا) یعنی اس کا انکار نہ کیا (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! کیا تم یہ آیت نہیں پڑھتے

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ

یعنی اے ایمان والو اپنی جانوں کی حفاظت ضرور کرو۔ جب تم ہدایت پر ہوگے تو گمراہ لوگ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ (فانی) طیبی نے فرمایا ہے کہ یہ فافصیحیہ ہے جو حذف پر دلالت کرتا ہے۔ آپکا مطلب یہ ہے کہ بلاشبہ تم اس آیت سے آگاہ ہو۔ اور جب جانتے ہو اور جاننے کے باوجود امر و نہی سے غافل ہو تو پھر سنو۔ (سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول ان الناس اذا راوا منکر افلم یغیروه یوشک ان یعمهم الله بعتابه) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جب منکر کو ہوتا ہوا دیکھیں اور اس سے منع نہ کریں تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ بلا امتیاز سب کو عتاب میں مبتلا کر دے۔

حضرت جریج بن عبداللہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب کسی قوم کا کوئی فرد غلط کام کرتا ہے۔ وہ قوم اس کو منع کرنے کی قدرت کے باوجود اسے منع نہیں کرتی تو ان کی موت سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ انہیں اس مخصں کے ساتھ عتاب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹ ص ۳۲۷)

امام حافظ ابن عربی رح کی تحقیق

امام حافظ ابن عربی رحمت اللہ علیہ نے جامع ترمذی کی شرح تحفة الاحوذی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تشریح یوں کی ہے۔

احکام تیرہ مسائل میں۔ (پہلا) اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ یہ دین کی بنیاد اور مسلمانوں کا ستون ہے یہ اللہ کی خلافت ہے اور بعثت انبیاء کا مقصد ہے۔ یہ ایسے تمام مسلمانوں پر فرض ہے جنہیں اس پر قدرت حاصل ہو اور ان کے جان و مال محفوظ ہوں۔ ہم نے اصول میں اور کتاب الاحکام میں اس پر بحث کر دی ہے۔ (دوسرا) جن لوگوں نے قرآن میں کلام کیا ہے انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت ان آیات میں سے ہیں جن کا آخری حصہ، پہلے حصے کو منسوخ کرتا ہے۔ لہٰذا اذا اھتدیتم کا معنی اذا امرتم بالمعروف و نھیتم عن المنکر۔

لیکن مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بات تعجب انگیز ہے۔ دراصل آیت کا معنی وہی

ہے جو ابو ثعلبہ نے بیان کیا ہے اور امام ابو عیسیٰ نے تفسیر میں اس کی تخریج کی ہے۔ وہ یہ کہ ابتدائے اسلام میں ضعیف اسلام کے پیش نظر علیکم انفسکم کا حکم تھا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو قدرت عطا فرمائی اور نوبت یہاں پہنچی کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ جس نے تم میں سے برائی کو دیکھا اسے چاہئے کہ اسے ہاتھ سے بدل دے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اسے برا سمجھے یہ ضعیف ترین ایمان ہے۔

(تیسرا) قولہ اذا رئیت شحا مطاعا۔ اس کا بیان کتاب ادب اور زکوۃ میں گزر چکا ہے۔ اس سے مراد مہربانی کو روکنا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد واجب کو روکنا ہے۔

(چوتھا) حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ ارشاد وھوی متبعا سے مراد یہ ہے کہ وہ شریعت اور سنت کی کسوٹی پر پرکھے بغیر محض اپنے نفس کی بہتری دیکھ کر اقدام کرتا ہے۔

(پانچواں) دنیا موثرۃ یعنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے۔

(چھٹا) قولہ و اعجاب کل ذی رای برایہ ہر صاحب رائے اپنی رائے منوانا چاہے۔

(ساتواں) قولہ فعلیک خاصۃ لنفسک ایسی صورت حال میں تم لوگوں سے الگ ہوجاؤ خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں ہی کھانا پڑیں۔ حتیٰ کہ تمہیں موت آجائے۔

(آٹھواں) ان الناس اذا راو ظالما فلم یا خذوہ علی یدیہ اوشک ان یعمھم اللہ بعقاب من عندہ اس میں ایک نکتہ ہے وہ یہ ہے کہ بعض گناہوں پر عذاب جلدی ہوتا ہے اور بعض پر تاخیر سے یا قیامت کو۔ لیکن امر و نہی کا ترک ایسا گناہ ہے کہ اس پر عذاب جلد ہی شروع ہوجاتا ہے۔ اسی دنیا میں نقصان خسارے اور ذلت کی صورت میں آنے لگتا ہے۔

(نواں) قولہ ایام الصبر فیھن مثل القبض علی الجمر مراد یہ ہے ان

دنوں امر و نہی کرنا ایسا ہو گا جیسے آگ کا انگارہ ہاتھ میں لیا جائے۔ یا امر و نہی کی قدرت نہ ہونے کی وجہ سے اس پر مخلصین کا کڑھنا ایسا ہو گا جیسے آگ کا انگارہ ہاتھ میں ہو۔ اور وہ بے چارہ اسے پھینکنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔

(دسواں) قولہ للعامل فیھن اجر خمسین منکم ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا ھل منھم ؟ آپ نے فرمایا بل منکم۔ اس لئے کہ تمہارے مددگار موجود ہیں جبکہ ان بے چاروں کی مدد کرنے والا کوئی شخص نہ ہو گا۔

ہم نے طرطوسی رحمتہ اللہ علیہ سے مسجدِ اقصیٰ میں بیٹھ کر مذاکرہ کیا۔ ہم نے کہا کہ یہ حدیث اس حدیث کے مقابل ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص روزانہ احد پہاڑ کے برابر صدقہ کرے پھر بھی ان میں سے کسی ایک کے مد (یہ پیمانہ ہے) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس کے نصف کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ صحابہ کرام کے اعمال میں اسلام کی بنیاد رکھنا، دین کی تربیت اور مصائب کا سامنا کرنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی رعایت کرنا شامل تھے۔ ان چیزوں کا شرف کسی اور کو حاصل نہیں ہو سکتا۔

ان کا ایک کام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تھا۔ یہ کام قیامت تک جاری رہے گا۔ حتی کہ وہی پہلے والی نوبت آجائے گی۔ پھر مزید حالات دگرگوں ہوں گے حتی کہ زمانہ جاہلیت والی نوبت آجائے گی۔

تحقیق یہ ہے کہ امر و نہی کے سلسلے میں اسلام کی تین حالتیں ہیں۔ سختی اور مصیبت کی حالت جو کہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ پھر امر و نہی پر قدرت کا زمانہ جو مدینہ میں ہجرت کر جانے کے بعد آیا۔ پھر اس کے بعد اسلام کمزور ہو گیا اور حتی کہ آج گناہوں اور ظلموں میں گھر چکا ہے۔ زمانہ جاہلیت کا کفر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی اور صحابہ کرام علیھم الرضوان کو ایذا دہی آج پھر جاری ہے۔ ہماری حالت صحابہ کرام کی حالت سے زبوں تر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے انما تجدون علی الخیر اعوانا۔ صحابہ کرام کی یہ حالت مدینہ شریف کے ساتھ خاص ہے۔ واللہ اعلم

(گیارھواں) امر و نہی کے سلسلے میں زیادہ اہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ

CS CamScanner

قول ہے جسے ترمذی نے روایت کیا ہے کہ افضل جہاد سلطان جائر کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔ ترمذی نے اسے حسن اور غریب کہا ہے۔ بے شک کبھی کوئی شخص ایسا کلمہ بول بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے وہ ستر سال دوزخ میں رہے گا۔ علماء نے کہا ہے کہ ایسا کلمہ سلطان کے سامنے بولا جاتا ہے جس میں بے جا خوشامد اور غلط بیانی ہوتی ہے جس کی سزا اتنی سخت ہے۔

(بارھواں) ابوعیسیٰ نے ام مالک مہریہ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ نے فتنے کا ذکر فرمایا کہ وہ قریب ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس فتنے میں کون بہتر ہوگا۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جو اپنے جانوروں میں ہو تو ان کا حق ادا کرے۔ اور اپنے رب کی عبادت بھی کرے۔ اور وہ شخص جو اپنے گھوڑے کی چوٹی کے بال پکڑے، دشمن کو ڈرائے اور دشمن اسے ڈرائے۔ جامع ترمذی میں ہے کہ مسلم کا اچھا مال بھیڑ بکریاں ہیں جن کے پیچھے وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور بارش کے مقامات پر جائے اور اپنے دین کو فتنوں سے بچالے۔

(تیرھواں) اس فتنے کی کئی حالتیں اور وضاحتیں ہیں۔ ابوعیسیٰ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب فتنے ہوں گے۔ عرب اپنے مقتولوں کو آگ میں ڈالیں گے۔ زبان تلوار سے زیادہ سخت ہوگی اور عربی نے مثال میں کہا کہ

زبان کا زخم ہاتھ کے زخم کی طرح ہے۔ اور زبان کا زخم تلوار سے سخت ہے کیونکہ جب تلوار ایک دفعہ چلائی جاتی ہے۔ تو ایک پر اثر کرتی ہے اور زبان سے ایک حالت میں ہزاروں جانیں ماری جاتی ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی شرح صحیح الترمذی ج ۹ ص ۱۳ تا ۱۷)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق فقہا کی تحقیق

علامہ عالم بن العلاء الانصاری کی تحقیق

علامہ عالم بن العلاء الانصاری اپنے فتاوی تاتارخانیہ میں یوں رقمطراز ہیں

فصل امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں کسی شخص نے اگر امر بالمعروف کرنے والے کو کہا کہ کیا شور آگیا اگر اس نے انکار اور رد کرتے ہوئے کہا اس پر کفر کا ڈر ہے کسی نے دوسرے سے کہا فلاں کے گھر چلے جاؤ اور اس کو اچھائی کا حکم کرو پس اس شخص نے کہا اس نے مجھے کیا کیا یا کہا میں نے خیریت اختیار کرلی ہے یا کہا مجھے اس فضول آدمی سے کیا کام یہ تمام الفاظ کفر ہیں۔ اور میرے شیخ قاضی القضاۃ کے رسالے میں ہے کہ اگر کوئی شخص کہے تو آتا کہ امربالمعروف اور نہی عن المنکر کریں دوسرا کہتا ہے کہ میں اس کام سے بیزار ہوں کفر کا خطرہ ہوگا کسی شخص نے دوسرے کو کہا امر بالمعروف پر میری امداد کر پس اس شخص نے کہا جا مجھے کیا تکلیف ہوئی اگر اس سے اس نے مراد امر بالمعروف لیا ہے اور اس کا معنی ہے تو تکلیف دینے والا ہمیشہ نقصان دینے والا کام کرتا ہے تو یہ کفر ہے۔اور اگر اس کی مراد اس شخص کا فعل ہے اور اس کا معنی یوں ہوگا کہ تیری غرض امر بالمعروف سے حقیقۃ امر بالمعروف نہیں ہے تیری غرض تو محض تکلیف دینا اور کسی کو تکلیف دینا حرج والا کام ہے پس یہ کفر نہ ہوگا اور بغیر پوچھے اس کے کفر کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ ذخیرہ اور شرح سیر کبیر میں ہے جس نے ارادہ کیا کہ قوم کے فاسق لوگوں کو برائی سے منع کرے اور اس کی غالب رائے یہ ہے کہ وہ اس وجہ سے قتل کر دیا جائے گا اور ان میں کوئی کمزوری پیدا نہیں کرسکے گا۔ مارنے یا اس قسم کی کارروائی سے پس بے شک نہیں ہے حرج اس کام کے کرنے میں اور یہ عزیمت ہے اگرچہ اس کے لئے جائز ہے خاموش رہنا۔

اور نوازل میں ہے نصر بن یحیٰی سے ایک شخص کے متعلق پوچھا گیا جسے امیر نے بلایا اور کچھ چیزوں کے متعلق اس سے پوچھا پس اس نے وہ کلام کی جو اس کے موافق اور حق کے مخالف تھی۔ اس خوف سے کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے کہ وہ فعل حق یا کلام حق کرے اور اس کی وجہ سے جو اسے تکلیف پہنچے اس کے پرواہ نہ کرے؟ آپ نے فرمایا کسی شخص کی طاقت نہیں کہ وہ اس کے سامنے حق کی خلاف بات کرے مگر یہ کہ اس کو اپنی جان کا یا جسم کے بعض حصہ کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔ فقیہ نے کہا اسی طرح اگر اس کو خوف ہو کہ اس کا سارا مال لے لے گا۔ اور ملتقط میں ہے جس وقت وہ شخص جماعت پر گذرے اور وہ گناہ میں مصروف

ہوں اس کے لئے ذاتی ہے کہ اگر ان سے ڈرتا ہے تو انہیں نہ روکے۔

فتاوی عالمگیری

چاہئے کہ امر بالمعروف کی ابتدا مہربانی اور نرمی سے کرے تاکہ وعظ و نصیحت زیادہ بہتر طریقہ پر ہو سکے پھر زبانی سختی کرے لیکن گالی نہ دے اور نہ ہی بکواس کرے اگر اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا تو پھر ہاتھ کے ساتھ امر بالمعروف کرے جیسے شراب کو بہا دینا اور گانے بجانے کا سازو سامان ضائع کر دینا فقیہہ نے کتاب بستان میں ذکر کیا ہے امر بالمعروف کی کئی اقسام ہیں اگر

آمر اپنی مضبوط رائے سے یہ جانتا ہے کہ اگر وہ منہی کے مرتکبین کو نیکی کا حکم دے تو وہ اس کو قبول کرلیں گے اور برائی سے رک جائیں گے تو اس صورت میں اس پر امر واجب ہے اگر وہ جانتا ہو کہ اگر اس نے نیکی کا حکم دیا تو اس کی وجہ سے وہ اس کو گالی دیں گے تہمت لگائیں گے تو اس کا چھوڑنا افضل ہے۔ اس صورت میں وہ امر بالمعروف کو ترک کرسکتا ہے۔ اور یونہی اگر اسے یہ یقین ہو کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو مرتکبین معاصی اسے ماریں گے جس پر وہ صبر نہیں کرسکے گا اور ان کے درمیان دشمنی پیدا ہوجائے گی اور اس سے لڑائی بھڑک اٹھے گی تو ان صورتوں میں امر بالمعروف کو چھوڑنا افضل ہے۔

لیکن اگر آمر یہ جانتا ہے کہ اگر انہوں نے اس کو مارا تو وہ صبر کرے گا اور کوئی شکایت نہیں کرے گا تو اس صورت میں برائی سے روکنے میں کوئی حرج نہیں اور اس صورت میں وہ "مجاہد" ہوگا۔

اگر وہ جانتا ہے کہ مرتکبین اس کی بات نہیں مانیں گے لیکن گالی گلوچ یا زدوکوب کا اسے اندیشہ نہیں ہے تو اب اسے اختیار ہے چاہے تو امر کرے اور چاہے تو نہ کرے لیکن اس صورت میں امر کرنا افضل ہے۔ اسی طرح "محیط" میں ہے کہ اگر کسی کے سامنے امر بالمعروف کی ضرورت پیدا ہوگئی لیکن اسے خوف ہو کہ اگر اس نے امر بالمعروف کیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اس کے باوجود اس نے امر بالمعروف کیا اور قتل ہوگیا تو اس صورت میں آمر "شہید" ہوگا۔

یونہی تاتارخانیہ میں ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ امر بالمعروف ہاتھ کے ساتھ امراء پر ضروری ہے۔ اور زبان کے ساتھ علماء پر اور دل کے ساتھ عوام الناس پر اور یہ زندویستی کا مختار ہے یونہی فتاوی "ظہیریہ" میں ہے۔

امر بالمعروف محتاج ہے پانچ چیزوں کی طرف (اول) "علم" ہے۔ اس لئے کہ جاہل اچھی طرح امر بالمعروف نہیں کر سکتا (دوسرا) اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنے کا ارادہ ۔ (تیسرا) جس پر امر کیا جارہا ہے اس پر شفقت اور نرمی کرنی چاہئے (چوتھا) حکم کرنے والے کو صابر اور حوصلہ مند ہونا چاہئے۔ (پانچواں) جس چیز کا دوسرے کو حکم کررہا ہے اس پر خود عامل ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کا مصداق نہ بن جائے "لم تقولون مالاتفعلون" اور کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ قاضی یا مفتی یا کسی مشہور عالم کو نیکی کا حکم دے۔ کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور ایسا کرنے والا کبھی نقصان کا شکار ہوجاتا ہے اور عام آدمی اس چیز کو نہیں سمجھتا۔ یوں ہی غرائب میں ہے کہ کسی شخص نے برائی کو دیکھا جبکہ دیکھنے والا بھی اسی منکر کا مرتکب ہے۔ اس کے باوجود اس پر لازم ہے کہ وہ مرتکب منکر کو روکے۔ کیونکہ اس پر برائی کا چھوڑنا اور برائی سے روکنا دونوں ضروری ہیں لہٰذا ایک کی عدم ادائیگی سے دوسرے کا ترک لازم نہیں آتا۔ اور نہ ہی ایک کی ادائیگی سے دوسرا ادا ہوسکتا ہے اور نہ ساقط ہوسکتا ہے۔

(فتاوی عالمگیری ج ۴ ص ۱۱۰۔ فتاوی تنقیح الحامدیہ ج ۲ ص ۳۶۳۔ البنایہ فی شرح الھدایہ ج ۲ ص ۸۰)

علامہ شیخ محمد خطیب کی تحقیق

امر بالمعروف واجبات شرع سے ہے اور نہی عن المنکر محرمات شرعیہ سے ہے اجماعی طور پر جبکہ اسے اپنے جان و مال یا غیر کے جان و مال پر ایسے فساد کا خوف نہ ہو جو پہلے فساد سے بڑا ہو یا اسے گمان غالب ہو کہ عناد کی وجہ سے مرتکب اور زیادہ گناہ میں بڑھے گا۔ جیسا کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں ارشاد کیا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بادشاہوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ واجب ہے ہر مکلف پر جو قادر ہو خواہ وہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا

غلام اور لڑکے کے لئے بھی جائز ہے۔ اور اس کو اس کے کرنے کا ثواب ہوگا لیکن اس پر واجب نہیں ہے امر بالمعروف کے لئے عدالت شرط نہیں ہے بلکہ امام نے فرمایا کہ شراب دینے والے کو چاہئے کہ بیٹھنے والے کو منع کرے۔ امام غزالی نے فرمایا جس شخص نے زنا کے لئے عورت کو غصب کیا ہے اس پر واجب ہے کہ اسے پردہ کا حکم کرے۔ منع کرنا ہاتھ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر عاجز ہو تو زبان کے ساتھ اور جس کے شر کا خوف ہو اس کے ساتھ نرمی کرے اور اس کے خلاف مدد چاہئے بشرطیکہ فتنے کا خوف نہ ہو۔

اگر عاجز ہو تو معاملہ حاکم کی طرف لے جائے۔ اگر عاجز ہو تو دل سے برا جانے۔ اس میں یہ شرط بھی نہیں ہے کہ اس کی بات سنی جائے بلکہ مکلف پر ضروری ہے کہ وہ حکم کرے اور منع کرے اگرچہ عادۃ معلوم ہو کہ فائدہ نہیں ہوگا "فان الذکری تنفع المومنین" اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جس چیز کا حکم کر رہا ہے اس پر عامل ہو اور بچنے والا اس چیز سے جس سے منع کر رہا ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ امر کرے اور منع کرے اپنی ذات اگر چھوٹ جائے تو دوسرا ساقط نہیں ہوگا۔ باریک معاملات میں صرف عالم ہی امر و نہی کرے گا۔ عوام کے لئے یہ جائز نہیں۔

عالم بھی اسی سے روکے گا۔ جسکے انکار پر اجماع ہو اختلافی معاملات میں اس کے لئے جائز نہیں ہے مگر یہ کہ فاعل کی رائے میں وہ حرام ہو (مغنی المحتاج)

علامہ ابو محمد عزالدین عبد العزیز کی تحقیق

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فوری طور پر واجب ہے کیونکہ نہی سے غرض فساد کا ختم کرنا ہے اگر فساد سے نہی کو موخر کر دیا تو فساد اور معصیت واقع ہو جائے گی۔ یونہی امر بالمعروف بھی فوری طور پر واجب ہے۔ تاکہ جس وقت مصلحت ضروری ہوئی ہے اس وقت سے وہ متاخر نہ ہو۔

(قواعد الاحکام ج ۱ ص ۲۱۲)

علامہ ابن حزم کی تحقیق

ابو محمد نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب پر تمام امت کا اتفاق ہے بغیر کسی اختلاف کے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر اہلسنت کے کچھ گروہ اور تمام معتزلہ اور تمام خوارج اور زیدیہ اس طرف گئے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں تلوار کا نکالنا واجب ہے۔ اس صورت میں جبکہ اس کے علاوہ منکر کا روکنا ممکن نہ ہو اور یہ بھی کہا ہے کہ جب اہل حق گروہ کی صورت میں ہوں اور دفع بھی ممکن ہو اور کامیابی سے ناامید نہ ہوں تو ان پر یہ "فرض" ہے اگر ان کی تعداد اتنی قلیل ہے اور وہ اتنے کمزور ہیں کہ انہیں کامیابی کی امید نہیں ہے تو ان کو اختیار ہے کہ وہ تغیر بالید کو چھوڑ سکتے ہیں اور یہ قول سیدنا علی المرتضیٰ اور ان کے تمام صحابہ ساتھیوں کا ہے۔ (المحلی ج ۱ ص ۲۶)

علامہ عبدالغنی نابلسی کی تحقیق

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض ہے ہر انسان کے حق میں جس نے دیکھا یا جانا منکر کو جس پر اجماع ہو اور اس کے نزدیک اس کا ثبوت یقیناً ہو بغیر کسی تاویل کے یہ فرض کفایہ ہوگا بایں طور کہ جس وقت بعض لوگ اس کو کریں تو باقی سے ساقط ہوجائے گا (الحدیقۃ الندیہ)

علامہ زین الدین ابی الفرج عبدالرحمٰن بن شہاب الدین کی تحقیق

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سلف کا اختلاف ہے کہ کیا یہ فرض ہے یا نہیں جو یبر نے ضحاک سے نقل کیا ہے کہ یہ دونوں اللہ کے فرائض میں سے ہیں۔ اور اسی طرح مالک سے روایت کیا گیا ہے (جامع العلوم والحکم)

CamScanner

علامہ تفتازانی کی تحقیق

علامہ فرماتے ہیں کہ پندرہویں بحث امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں ہے۔ متکلمین کی عادت ان کو علم کلام میں ذکر کرنے کی ہے۔ باوجود اس کے کہ یہ فروع کے زیادہ مشابہ ہیں گویا کہ دونوں مشابہ ہیں توبہ کے زجر میں گناہ کے کرنے سے اور واجب کو چھوڑنے میں سے۔ معروف سے مراد واجب ہے اور منکر سے مراد حرام اسی وجہ سے بنیاد رکھی ہے انہوں نے اس قول کی کہ یہ دونوں قطعی طور پر واجب ہیں کیونکہ مستحب کا امر واجب نہیں ہے۔ بلکہ مستحب ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وجوب کی دلیل بغیر توقف (ظہور امام کے متعلق جس طرح روافض کا گمان ہے) کتاب اللہ سنت اور اجماع ہیں۔ کتاب میں اللہ تعالٰی کا یہ قول "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" واللہ وامر ابالمعروف وانہ عن المنکر" اور سنت میں حضور علیہ السلام کا یہ قول "امر بالمعزوف وانہ عن المنکر واصبر علی ما اصابک" لتامرن بالمعروف ولتنہون عن المنکر اولیسلطن اللہ علیکم شرارکم ثم یدعوا اخیارکم فلا یستجاب لکم۔ آپ کا قول "من ری منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وھذا اضعف الایمان" اجماع سے ان کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ مسلمان صدر اول میں اور اس کے بعد بھی یہی کچھ کرتے تھے۔ اور اس کے تارک کو جو اس کے کرنے کی طاقت رکھتا ہو ڈانٹتے تھے۔ اگر وجوب کی نفی پر ان دلائل سے استدلال کیا جائے قولہ علیکن انفسکم الآیہ اور قولہ لا اکراہ فی الدین اور حدیث کہ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ اچھائی کا کب نہ حکم دیا جائے اور کب برائی سے نہ روکا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ بخیل ہوجائیں اور تمہارے حاکم رذیل بن جائیں اور تمہارے بڑوں میں دوغلا پن آجائے اور جب حکومت نوجوانوں کے ہاتھ میں آجائے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت علیکم انفسکم سے مراد یہ ہے کہ تم اپنی امر و نہی کی ذمہ داری پوری کرتے رہو پھر تمہیں مخالفین کا عناد اور ہٹ دھرمی

نقصان نہیں دے گی۔ لااکراہ والی آیت منسوخ ہے اس کی ناسخ کتب علیکم القتال ہے۔ اور یہ جو حدیث پیش کی گئی ہے اس میں شرائط کے فوت ہونے، فساد کے لازم آنے اور امر و نہی کے بے فائدہ ہونے کی وجہ سے محض وجوب کی نفی کی گئی ہے۔ امر و نہی کے شرائط میں سے یہ چیزیں ہیں کہ اس کے فاعل کے پاس علم ہو کہ امر و نہی ان حالات میں واجب معین ہیں یا ممیز۔ تنگ ہیں یا فراخ۔ عین ہیں یا کفایہ۔ ایک شرط یہ ہے کہ امر و نہی کا عدم تاثیر قطعی طور پر معلوم نہ ہو بلکہ قبول کی امید ہو ورنہ یہ محض فضول ہو گا۔

اگر کوئی کہے کہ امر و نہی ہر حال میں واجب ہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے۔ اس سے دین کی عزت تو بہرحال قائم رہے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے حالات میں عزت کی بجائے ذلت کا اندیشہ ہوتا ہے۔

امر و نہی کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ منکر کے ارتکاب سے جتنا نقصان ہو رہا ہو اس سے منع کرنے پر اتنا یا اس سے زیادہ نقصان نہ ہو جائے۔

یہ سب شرائط وجوب کے لئے ہیں۔ جواز کے لئے نہیں۔ حتیٰ کہ اگر ایک شخص یہ جانتے ہوئے بھی کہ دشمن کے ہاتھوں مارا جائے گا اور اس کا نقصان نہ کر سکے گا، دشمن پر محض نقصان پہنچا سکنے کے غالب گمان کی بناء پر ٹوٹ پڑے تو یہ جائز ہے۔

(ولا یختص بالولاۃ) امر بالمعروف و نہی عن المنکر حاکموں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ مسلمان صدر اول میں حاکموں کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا کرتے تھے۔ اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ کسی کے کہنے پر اس عمل کو موقوف کرتے تھے۔ معلوم ہو گیا کہ یہ حکمرانوں کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ رعایا کے ہر فرد کے لئے قوۃً" و فعلاً" جائز ہے۔ لیکن جب بات لڑائی اور اسلحہ استعمال کرنے تک پہنچ جائے تو فتنہ سے بچنے کے لئے بادشاہ سے رابطہ کیا جائے۔ امام الحرمین نے یوں ہی بیان فرمایا ہے (شرح المقاصد ۲ ص ۲۴۵)

تقریظ لطیف

از استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی سید محمد یوسف بندیالوی
شیخ الحدیث شمس العلوم جامعہ رضویہ

ہر باشعور فرد انسان پر ایمان فرض عین اور کفر شرک حرام عین ہے نیز ہر مومن پر ماموراتِ کی تعمیل اور منہیات کا ترک فرض عین عملی ہے اور مامور بہ کا ترک منہی عنہ کا ارتکاب حرام عین ہے۔

اور مامورات کے کرنے اور منہیات کے ترک کی تلقین اور قولی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فرض کفایہ ہے۔

دعوت و ارشاد کے اہل علماء کرام کا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر فریضے کا ترک کرنا حرام ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لئے ایک فرد تیار کرنا اور مہیا کرنا ہر مدت سفر میں مسلمانوں پر فرض عین ہے۔

اصحاب اقتدار پر مامورات پر عملدر آمد کرانا اور منکرات کا سد باب کرنا فرض عملی ہے مگر افسوس صد افسوس کہ ہر شخص اور ہر طبقہ اپنے فرض منصبی کو بھول گیا۔ شدت کے ساتھ ضرورت اس امر کی محسوس کی جارہی تھی کہ کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو ہر شخص اور ہر طبقے کے لئے یکساں مفید ہو اور ہر ایک کو اپنے فریضہ کا احساس ہو۔

الحمد للہ۔ اس ضرورت کو زیر نظر کتاب "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" نے پورا کر دیا۔ جس کے مصنف۔پیر طریقت حضرت علامہ مولانا سید محمد جمال الدین شاہ کاظمی مد ظلہ العالی ہیں جو محتاج تعارف نہیں جو خلوص عمل کے پیکر ہیں جو امت کی اصلاح کے لئے ہر وقت متفکر رہتے ہیں مصنف نے بڑی عرق ریزی اور خلوص سے یہ کتاب تدوین فرمائی جس کا مشاہدہ پڑھنے کے وقت بداھۃ ہوجاتا ہے۔

علامہ موصوف نے پوری امت پر عموماً اور علماء کرام پر خصوصاً احسان عظیم فرمایا اللہ تعالیٰ مصنف دامت برکاتہم العالیہ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائیں اور ان کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائیں

فقط۔ خادم الافتاء والحدیث
سید محمد یوسف بندیالوی
شمس العلوم جامعہ رضویہ کراچی

مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ (ٹرسٹ) کی شائع کردہ کتب

اسلامی نظام اور ایمانی تقاضے

۱۰۰ صفحات پر مشتمل یہ کتاب ایسی ہے کہ اس موضوع پر اتنی تحقیقی اور جامع تحریر پہلے شائید آپ نے دیکھی ہوگی۔

اسلام اور عورت کی حکمرانی

اسلام میں عورت کی حکمرانی کے عدم جواز پر ایک مدلل کتاب ۶۴ صفحات پر مشتمل، کتاب اپنے موضوع پر حرف آخر رکھتی ہے

مغربی پارلیمانی طریق انتخاب علماء امت کی نظر میں

۲۰۸ صفحات پر مشتمل میں مستند علماء کرام کی تحقیق کا مجموعہ

گل گلستان اہل بیت

حضرت بابا عبداللہ شاہ غازیؒ کے حالات زندگی اور سندھ آمد کی وجوہات صفحات ۸۰۔

اسلامی نظام اور مغربی جمہوری پارلیمانی نظام

۵۰ صفحات پر مشتمل تقابلی جائزہ

لانگ مارچ

۱۹۸۶ء میں اسلامی نظام کے نفاذ کے مطالبہ کو تسلیم کرانے کیلئے کراچی تا اسلام آباد پیدل لانگ مارچ کی تفصیلی روداد۔ تحریر: میر نادر خان مروت۔

مرزائیت اپنے آئینے میں

مختصر اور مدلل انداز میں قادیانیت کے مذموم عزائم کو بے نقاب کیا گیا ہے

عیسائیت اپنے آئینے میں

عیسائیوں کے گستاخانہ کلمات وعبارات کا مدلل جواب

لمعات قمر بجواب عذاب قبر

حیات النبی اور عذاب قبر کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا گیا

اثبات رد شمس

منفرد انداز کی علمی تحقیق

قرآن کی نظر میں مستحقین زکوٰۃ

زکوٰۃ کے حقیقی مستحقین کا قرآن وحدیث سے ثبوت

تذکرہ سادات دوست محمد خیل

شجرہ نسب اور خواجگان خواجہ آباد شریف کے مختلف واقعات

سوانح حیات حضرت قبلہ سیدی غلام کمال الدین شاہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

مصنف: صاحبزادہ سید محمد فرید الحسنین کاظمی

تفریح الارواح

مصنف: مفتی محمد حسین چشتی

ایمان کی روشنی

عقائد ومسائل ومعلومات کا خزانہ

مصنف: صاحبزادہ سید محمد علم الدین شاہ الازہری

مکتبہ کاظمیہ قمر العلوم فریدیہ رضویہ (ٹرسٹ)

ماڑی پور روڈ کراچی نمبر 53۔ فون نمبر 7526485-7513995